

اشفاق احمد

pdf by

*****M Jawad Ali

من چلے کا سودا



بخارے کی ہانک

اس ڈرامہ سیریل کے وجود میں آنے کا تعلق ان دو مثبت اور منفی تاروں سے بندھا ہے جن میں سے ایک کا سرچشمہ تصوف اور عرفان ہے اور دوسرے کا طبع سائنس، خاص طور پر فزکس اور فزکس میں سے بھی کو انٹیم تھیوری کے ساتھ وابستہ ہے۔

کوئی گیارہ ساڑھے گیارہ برس تک ایک مینجس نو پسندہ کی حیثیت سے میں ”نور و ہلویں کے ڈیرے“ پر باقاعدگی سے حاضری دیتا رہا اور سائنس فضل شاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس سے تقریباً گنتی مدت تک ”نور و سائنس بورڈ“ میں ان مسودوں کی ورق گردانی پر مامور رہا جن کا رولر اسٹ تعلق سائنس کے مختلف موضوعات سے تھا۔ ان دونوں کی تعلقات سے مجھ پر کچھ ایسے عقدے کھلے جن سے میں محض ادب کے میدان میں رو کر روشناس نہ ہو سکتا تھا۔

ڈیرے کے لشکر خانے کی چکی دیوار سے ڈھولکا کر سوچتے ہوئے اور دفتر میں سائنسی کتابوں کی پروف ریڈنگ کرتے ہوئے ایک بات اندر اور باہر پورا پورا جھوٹاں کر مجھ پر لگی ہوئی تھی کہ اصل حقیقت نئی ہوئی نہیں ہے۔ اس کے جو قسطے ”نکڑے“ اور اجزاء الگ الگ نظر آتے ہیں ایک ہی کل کا حصہ ہیں۔ صوفیوں کا علم ایک ایسا بادی اور عرفانی علم ہے جسے نہ تو عقل و دانش اور دلیل و برہان کے ترانہ میں تو لا جاسکتا ہے اور نہ ہی الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس بادی علم کے اندر جدید فزکس کی جو بادی شاخ اپنے طے شدہ مقام سے گزر رہی ہے اس کو بھی گہرے مراقبے اور ڈائریکٹ حسی، ہمسری اور ذاتی مشاہدے سے اسی طرح آکا جاسکتا ہے جس طرح جدید آلات سے فزکس کے مفروضات جانچے جاسکتے ہیں۔

جب فزکس کے پروفیسروں اور باطن کے مسافروں کے تجربات میں ایک متوالی ہم آہنگی کا احساس ہوتا ہے تو حیرانی اس پر نہیں ہوتی کہ اس قدر قریبی مشابہت اور ایسی ہم آہنگی کا اچانک علم ہو گیا بلکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف النوع ذہنوں میں یہ ہم آہنگی اور ایسی مماثلت کیوں پیدا ہوئی اور اس کے پیچھے کون سی عوامل کار فرما ہیں۔ یوں تو زندگی کے اسرار نہانی جاننے کے لیے صرف صوفیوں اور سائنس دانوں نے ہی کوشش نہیں کی بلکہ شاعروں، مضمون، مہذبوں، بچوں، مسکروں اور پانسہ پھینکنے والوں نے بھی کچھ نتیجے نکالے ہیں اور بڑی دقیق باتیں کی ہیں لیکن یہ ساری باتیں زندگی اور کائنات کی تشریح اور توضیح سے تعلق رکھتی ہیں اس کے اندر کا مہذب ہوا نہیں جانتا۔

ان کی طرح میکینکس کا سہارا لے کر کلاسیکل فزکس بھی کائنات کی توضیح تک ہی محدود رہی۔ لیکن بیسویں صدی میں جب ایٹم نے اپنی حیران کن جزئیات کے ساتھ خود کو بویہ کیا تو سائنس کو احساس ہوا کہ فزکس کی دنیا میں نامیاتی نکتہ نظر قدیم و میکا کی نظریے کے مقابلے میں زیادہ جاندار اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس عہد کے بہت سے سائنس دانوں نے محسوس کیا کہ روحانیت کے قدیم بابوں اور دور جدید کے سائنس دانوں کی ماہیت اشیاء اور تفکیلات کائنات کے بارے میں تقریباً ایک ہی سوچ پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کی تحقیق 'بازجویی اور استفسار کے راستے ضرور جدا جدا ہیں' لیکن ان کے اسلوب اور روش شناسی کے شیعوں میں بڑی یکسانیت ہے۔ مثلاً دونوں کا انداز تحقیق کھلم تجربی اور عملی (امپیریکل) ہے۔ فزکس اپنی معلومات تجربات سے اور کائنات کے گہرے مشاہدے سے حاصل کرتی ہے اور تصوف مراقبہ کے زور پر بصیرت کی تجربہ گاہ میں اترتا ہے۔ دونوں واردات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مشاہدے کے برتن پر اپنی معلومات کا اظہار کرتے ہیں۔ صوفی اور سائنس دان 'دونوں' اوک دکا کر کسی کی چھاگل کا پانی نہیں پیتے اپنا چشمہ دریافت کر کے اس سوتے سے اپنے تجسس کی پیاس بجھاتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں ایک گہری ہم آہنگی کی بنیاد اس حقیقت پر بھی ہے کہ دونوں کے مشاہدات ایسی اقلیموں میں ہوتے ہیں جہاں عام حیات کی رسائی نہیں ہوتی۔ ماڈرن سائنس میں یہ اقلیم 'ایٹم' اور 'سب ایٹم' کی دنیاؤں سے تعلق رکھتی ہے اور تصوف میں ان کا رشتہ شعور کی ان غیر معمولی کیفیات سے بندھا ہے جو حیات کی دنیا سے ماوراء ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں طاقتوں اور دونوں جرموں (یعنی سائنس اور تصوف) کی انتہائی سطحوں پر ان کے نکالے ہوئے حیرت کو عام زبان میں سمجھنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

جب مرید نے مرشد سے پوچھا "یا حضرت! کیا اولیاء اللہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں؟"

تو مرشد نے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے وہ فنا ہو جاتے ہیں؟"

عرض کیا: "یا حضرت میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ فنا ہو جاتے ہیں!"

فرمایا: "تو کیا پھر وہ موجود ہوتے ہیں؟"

"یہاں ان کے ہونے کا سوال نہیں ہے مرشد!"

"تو پھر کیا ان کے نہ ہونے کی بابت پوچھ رہے ہو؟"

اسی طرح جب لیبارٹری میں ایک حیران دہن مگر دانا اسٹنٹ سائنس دان نے ایک بوٹے Scientist سے پوچھا "سر کیا الیکٹرونوں کی حالت ایک سی رہتی ہے؟"

تو ایک Scientist نے کہا: ”نہیں۔“

چھوٹے سائنس دان نے کہا: ”تھینک یو سر! آپ کے کہنے سے اور آپ کے تجربے سے معلوم ہو گیا کہ الیکٹرون تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔“

پرانا ’بوڑھا سائنس دان بولا: ”بالکل نہیں!“

اسٹنٹ سائنس دان نے کہا: ”سمجھ گیا سر! الیکٹرون ہلتے نہیں ساکت و صامت رہتے

ہیں!“

بوڑھے سائنس دان نے کہا: ”ہرگز نہیں۔“

”تو پھر سر!“ چھوٹے نے ہکلاتے ہوئے کہا: ”بات واضح ہو گئی سر کہ وہ حرکت میں

رہتے ہیں!“

بڑے سائنس دان نے کہا: ”ہرگز نہیں۔“

لیکن صوفی اور سائنس دان میں اتنی طویل ہم سفری کے باوجود اور ایک ہی منزل کی کھوج میں بڑھنے کے باوصف جو ایک نمایاں فرق ہے وہ یہ ہے کہ تصوف میں زندگی کا چلن ہی علم کا مظہر بن جاتا ہے اور حیات سے ماوراء تجربات میں سے گزرنے والا فرد سارے کا سارا تغیر و تبدیل ہو جاتا ہے، لیکن سائنس دان ان ماورائی واردات سے متاثر نہیں ہوتا اور ایک معروضی انداز میں ویسے کا ویسا کھڑا رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے سائنس دان بلکہ سارے بڑے بڑے سائنس دان اپنی قائم کردہ تھیوریوں کو تہذیبی، ثقافتی، روحانی اور اجتماعی رنگ عطا نہیں کر سکے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایک سائنس دان اپنی ڈسکوری کے تحیر میں ڈوب کر کایا کلپ نہیں ہوتا بلکہ اہلا گہلا الگ سا رہ کر ”کوکزو“ کی طرح زندگی گزار جاتا ہے۔

اس وقت ہم علم و دانش کے بہت اونچے معیار پر ہیں لیکن ہماری زندگی ’ہماری تہذیب‘ ساری انسانیت اور پوری مدنیّت کی بقا کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم منطقی، متجاوز، پر خاش، گریہ، غدا، انگیز اور سخاوت رویوں پر نظر ثانی کر کے انہیں معاہدہ حدیبیہ کی مرحمت آمیز اور شفقت انگیز عمل میں داخل کرنے کی جرأت کریں۔ اس عہد میں یہ ہے تو بڑا مشکل کام لیکن انسانی بقا کے لیے اس پر توجہ دی جانی نہایت ضروری ہے۔

اشفاق احمد

داستان سرائے

121- سی، نازل ٹاؤن

قسط نمبر 1

کردار

- حبیب بن یحییٰ بصری : بغداد کا ایک بوڑھا پھونس۔ بیٹے کا عاشق
 ام سلمہ : یحییٰ بصری کی بیوی۔ بڑھیا۔ عمر ستر سال، دکھوں سے چھلنی لیکن
 رضاؑ الہی کو ماننے والی
 اسامہ : عمر تیس کے لگ بھگ۔ نوجوان کے چہرے پر صبر اور استقامت
 واضح ہے
 ارشاد : گہرے اضطراب سے اطمینان کی جانب سفر کرنے والا
 ایک آسودہ حال مرد، عمر پچاس کے قریب
 ارشاد کی والدہ : عمر ستر کے قریب۔ دنیا سے وابستہ۔ بیٹے کی محبت میں گرفتار
 لبھا خا کرو ب : ساٹھ برس کا بوڑھا۔ مضبوط جسم کا مالک۔ خوش دل کا رکن
 موہنی رمضان : عمر چالیس پینتالیس۔ کھلی کھلی شخصیت، معرفت کے راستے کا مسافر
 چہرہ اہا عبد اللہ : عمر پچاس کے قریب۔ نظروں میں عزم، آواز میں دبدبہ، 'پرسکون'
 طمانیت سے لبریز
 ڈاکیہ محمد حسین : عمر چالیس برس۔ خوبصورت تو مند۔ رمز شناس۔ آنکھوں میں دانش
 مہارانی میناوتی : راجہ گوہی چند کی سوگوار ماں۔ خوبصورت، دہلی پتلی
 مومنہ : خوبصورت لڑکی۔ الجھی ہوئی۔ زندگی کے دوراہے پر حیران و پریشان
 کبیر خان : عمر پچاس کے لگ بھگ۔ کامیاب امیر آدمی، ارشاد کا دوست
 نذر اسلمان : فحشے دار امیر عورت۔ بڑی شان، بڑے مان والی
 شجاع : جواری شکل کا امیر بزنس من۔ ارشاد کا دوست

(نوٹ: موہنی رمضان، چہرہ اہا عبد اللہ، لبھا خا کرو ب اور ڈاکیہ محمد حسین کے رول ایک ہی
 شخص کو مختلف میک اپ کے ساتھ کرنا ہیں)

سین 1 ان ڈور شام کا وقت

(پرانے بغداد کے ایک چھوٹے سے محن اور ایک کمرے پر مشتمل گھر کے باہر ایک خوبصورت نوجوان بغداد کے درویشوں کا لباس پہنے آتا ہے اور بہت ہی ہولے سے دروازہ بجاتا ہے۔

کٹ کر کے اندر جاتے ہیں تو کوٹھڑی میں ایک سوکھا لہبا یا اور ویسی ہی سوکھی اس کی بڑھیا موجود ہے۔ وہ زمین پر اپنے درمیان دھواں اٹھتے شوربے کی قاب رکھے بیٹھے ہیں اور اپنے اپنے قاشتوں سے شوربہ پی رہے ہیں۔ دستک سے چونک کر بابا کہتا ہے)

حبیب: جب سے اسامہ گیا ہے اس دروازے پر ایسی ہی ہوا چلتی رہتی ہے۔۔۔ گویا دستک دے رہی ہو۔

ام سلمہ: کچھ نہیں۔۔۔ سب تیرا وہم ہے یحییٰ بھڑی کے بیٹے۔ ان دنوں کوئی ہوا نہیں چلتی، نہ پروا نہ پچھوا۔

حبیب: پھر شاید دستک ہو ام سلمہ!

ام سلمہ: جس دروازے پر پچھلے چودہ برس سے دستک نہیں ہوئی، وہاں اب کدھر سے ہوگی۔

(اٹھ کر النگی سے دسترخوان پکڑنے لگتی ہے تو دستک پھر ہوتی ہے۔ رسی سے

کھنچے ہوئے دسترخوان کو وہیں روک کر گردن دروازے کی طرف گھماتی ہے۔

اب کی بار دستک ذرا زیادہ زور کی ہوتی ہے۔)

ام سلمہ: کون ہے؟

اسامہ: میں ہوں۔۔۔ میں اسامہ!

حبیب: اسامہ!

ام سلمہ: اسامہ کون بھائی؟

اسامہ: تمہارا بیٹا ماں۔۔۔ اسامہ بن حبیب بن یحییٰ بھڑی!

ام سلمہ: ہمارا کوئی بیٹا نہیں بھائی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔

حبیب: ام سلمہ!

ام سلمہ: ہمارا ایک ہی بیٹا تھا میاں اور چودہ برس پہلے ہم نے اسے خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ اب

ہمارا کوئی بیٹا نہیں۔

اسامہ: میں وہی تو ہوں اماں اسامہ۔۔۔۔ اسامہ بن حبیب۔۔۔۔ چودہ برس بعد تم سے ملنے آیا ہوں۔

ام سلمہ: اپنی چڑھتی جوانی میں ہمارے بیٹے نے خود ہم سے درخواست کی تھی بھائی کہ مجھے اللہ کے رستے کا مسافر بننے کی اجازت مرحمت فرماؤ۔

حبیب: اس وقت ہم نے بخوشی اسے اجازت دے دی تھی۔

اسامہ: میں وہی اسامہ ہوں ابا اور تم سے ملنے آیا ہوں۔

ام سلمہ: ہم بچی بھری کے گھرانے کے لوگ ہیں بھائی! ایک مرتبہ چیز دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ ہم اسے خدا کی راہ میں وقف کر چکے اب ہمارا کوئی بیٹا نہیں۔۔۔۔ تجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔

(پھر زمین پر قاب کے سامنے بیٹھتے ہوئے اور اپنی دونوں آنکھوں کے نیچے سے

دو آنسو تیزی کے ساتھ چٹکی پر اڑاتے ہوئے کہتی ہے)

ام سلمہ: ہواؤں کے بے طور چلنے سے کان تو بجتے ہی ہیں 'آج ذہن بھی بجنے لگا اور بڑی دیر کی اور دور کی آوازیں آنے لگیں۔

(جب حبیب بادل خواستہ قاب سے ایک چیچ بھر کر منہ کی طرف لاتا ہے تو کٹ

کر کے دکھاتے ہیں کہ اسامہ نے ایک مرتبہ پھر دروازہ بجانے کو ہاتھ اٹھایا ہے

مگر روک لیا ہے۔ ذرا سار جھکا کر اپنے باپ کے دروازے کے پٹ کو بوسہ دیتا

ہے اور وہاں سے چل دیتا ہے)

دُزالو

صبح کا وقت

آؤٹ ڈور

سین 2

(بہت صبح کا وقت ہے۔ ارشاد کی گاڑی نہر کنارے جا رہی ہے۔ فٹ پاتھ پر ایک

خاکروب جھاڑ پھیر رہا ہے۔ ارشاد اپنی گاڑی روکتا ہے۔ اس میں سے نکلتا ہے

اور خاکروب کے پاس جاتا ہے۔ جب وہ خاکروب لبھا سے ہاتھ ملاتا ہے کچھ دیر

کے لیے تصویر سٹل ہوتی ہے۔ پھر وہ دونوں کچھ باتیں کرتے ہیں۔ اس دوران

گیت جاری رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہاتھ ملا کر اپنی لمبی سیاہ کار میں سوار ہوتا ہے۔

کھڑکی کا شیشہ اتار کر پھر خاکروب کو سلام کرتا ہے۔ وہ آئینہ باد کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر جواب دیتا ہے۔ اس دوران گیت جاری رہتا ہے۔
 تیرے من چلے کا سودا ہے کھنا اور بیٹھا
 کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن چڑھے

(وزیر شاہی مسجد یا ایسی ہی کوئی آباد جگہ۔ کسی تھڑے پر ایک موچی بیٹھا اپنی لگن میں جوتی سی رہا ہے۔ اس کا ہاتھ پھرتی سے چلتا ہے۔ ایک فاصلے سے پیدل بھیڑ کو چیرتا ہوا ارشاد آتا ہے۔ اب وہ اشاروں میں اپنی مشکلات بیان کرتا ہے جیسے وہ موچی کو اپنی ساری زندگی کے حالات سنارہا ہو۔ موچی رمضان آئندہ سے جوتا سیئے جارہا ہے۔ وہ توجہ نہیں دیتا اور کبھی کبھی سر ہلاتا ہے۔ پھر وہ کام چھوڑ کر توجہ دینے کے انداز میں ارشاد کو دیکھتا ہے۔ ارشاد کا چہرہ جیسے معرفت کی پھوار پڑنے سے کھل اٹھتا ہے۔ پھر وہ حیران حیران مرشد کی شکل دیکھتا ہے۔ لمحہ شل ہوتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(ایک پرانے کھنڈر میں ارشاد آنکھیں بند کیے دیوار سے سر لگائے بیٹھا ہے۔ بکریوں کے گلے سے بندھی گھنٹیوں کی صدا آتی ہے۔)

ڈزالو

سین 5 ان ڈور دن

(یہ سین راجہ گوہی چند کے عہد کا ہے۔ ایک پرانے سے کٹ آؤٹ درجے میں مہارانی میناوتی بیٹھی ہے۔ بہت سی خوبصورت لڑکیاں قہال میں دیئے سجائے

پھولوں میں بھی، ٹھکڑے پہنے رانی سے کچھ فاصلے پر چپ چاپ گول چکر میں چل رہی ہیں، جیسے وہ کوئی اداس ساناچ دوہرا رہی ہوں۔ ان سب کے پیچھے یہ مکالے جاری ہیں:

بہت سی عورتیں: ماں اب کہہ ہم چلی جائیں۔ محل میں اب ہمارا کیا کام۔۔۔۔۔ راجہ نے جوگ لیا۔۔۔۔۔
 فقیر ہوئے۔۔۔۔۔ اب کون سے دروازے پر جائیں۔۔۔۔۔ راج ماں بتاپانی بن مچھلیاں کہاں جائیں۔۔۔۔۔

(چند لمحے کیمروہ دائرے میں گھومتی رانٹوں پر رہتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کو چھوڑ کر مہارانی میناوتی پر آتا ہے۔ اس کے سارے بال سفید ہیں۔ چہرے پر راج ماتا کا دبہہ ہے۔ وہ جھروکے میں سے نیچے دیکھ رہی ہے۔ کیمروہ اس پر مرکوز رہتا ہے۔ اس کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔)

آواز (ارشاد): نہ پروا چل رہی ہے نہ پچھوا، لیکن یہ دو تین بوندیں مجھ پر پڑی ہیں، شاید یہ میری ماں میناوتی کے آنسو ہیں۔

آواز (رانی): میرے بیٹے بات سن! تیرا حسن دیکھ کر میں سوچ میں پڑی رہتی ہوں۔ تو فقیری اختیار کر لے۔ پھر تیرا بدن بامراد ہوگا۔ یہ زمانہ۔۔۔۔۔ یہ عالم خواب ہے۔ جوگی ہو جا۔۔۔۔۔ میرا کہنا مان۔۔۔۔۔ تیرا یہ کندن سا بدن غیر فانی ہو جائے گا۔ میرے بیٹے سادھو بن جا۔۔۔۔۔

(کیمروہ چند ٹانگے کے لیے رانی پر رکتا ہے۔ تصویر شل ہوتی ہے)

آواز: نہ پروا چل رہی ہے نہ پچھوا۔۔۔۔۔ لیکن یہ دو تین بوندیں شاید میری ماں کے آنسو ہیں۔
 ڈزالو

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(کھنڈر کی دیوار سے سر لگائے ارشاد بیٹھا ہے۔ ایک فاصلے پر چرواہا بکریاں ہنکاتا آتا ہے۔ یک دم گیت جاری ہوتا ہے:

تیرے من چلے کا سودا ہے کھنا اور میٹھا

چرواہا ارشاد کے پاس آکر بیٹھتا ہے اور ایک شاداب چھڑی کو چاقو سے چھیلتا ہے۔ اس دوران بکریاں ادھر ادھر پھیلی چر چک رہی ہیں۔ ارشاد چرواہے کے

آنے پر مودب کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب بھی اس نے اپنی پشت دیوار سے لگا رکھی ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں۔)

چرواہا عبداللہ: (سپراپوز) تو کیا جانے معرفت کیا ہے! تجھے کسی نے بہکا دیا ہے۔ نہ تو نے کچھ دن حکومت کی نہ زندگی کا لطف اٹھایا۔۔۔۔۔ چھتیس پکوان کھانے والے کو جوگ سے کیا کام یہ راستہ دشوار بھی ہے اور کٹھن بھی۔ تھک دے کر واپس چلا جا۔

(ارشاد دیوار سے لگا لگا بیٹھ جاتا ہے جیسے اندر سے ڈھے گیا۔)

آواز (چرواہا): جوگ کا پہلا قدم تب اٹھے گا جب غصے کو ختم کرے گا۔۔۔۔۔ غرور تکبر راکھ بنا کر حکم حکومت داد پر لگا دے گا۔ یہ رنگ اتار پھینک پھر جوگ کی سوچنا۔
(اب چرواہا اپنی چھڑی زور سے زمین پر مارتا ہے۔ ارشاد اپنے زانوؤں کے گرد دونوں بازو حائل کر کے یوں بیٹھا ہے گویا یہ چھڑی کی ضرب اسی کے تن پر لگی ہو۔ منظر چند ثانیے کے لیے ساکت ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 7 ان ڈور علی الصبح

(دریچے میں ارشاد کی ماں کھڑی ہے۔ اس کے بال سفید ہیں لیکن کانوں میں بالے اور گلے میں ہار ہے سر پر مقیش کیا ہوا دوپٹہ ہے اور وہ چہرے سے مہارانی مینا دیتی لگتی ہے۔ اس کے چہرے پر آنسو ہیں۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی ہے۔ کچھ لمحوں بعد پھانک کھلتا ہے۔ کیمرو ماں ہی کے پوائنٹ آف ویو سے دیکھتا رہتا ہے۔ کار اندر آتی ہے۔ پھر ارشاد اس میں سے باہر نکلتا ہے۔ اس دور ان بے حد مدغم آواز میں صبح کی اذان ہوتی ہے۔ جس وقت ارشاد کار سے اترتا ہے اس وقت کیمرو اس کے چہرے کو کلوز اپ میں ٹریٹ کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر چند قطرے گرتے ہیں۔ وہ اوپر دیکھتا ہے گویا جانا چاہتا ہے کہ یہ بارش کہاں سے آئی ہے۔)

سین 8 ان ڈور رات

(ارشاد پنگ پر کہنی کے بل لینا ہے۔ اس کے پنگ پر جا بجا صوفیائے کرام کی کتابیں بکھری ہوئی ہیں۔ وہ کہنی کے بل لیٹ کر پڑھنے میں مشغول ہے۔ گیت جاری ہوتا ہے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا
کٹ

سین 9 ان ڈور صبح کا وقت

(ناشتے کی میز پر چھوٹی سی ریت گھڑی پڑی ہے۔ کیمرو اسے کلوز اپ میں لیتا ہے اور سکرین پر چند لمحے صرف یہ گھڑی دکھائی دیتی ہے۔ گھڑی کے کلوز اپ کے بعد کیمرو ٹریک بیک کرتا ہے۔ ماں اور ارشاد ناشتے کی میز پر ہیں۔ ارشاد ساتھ ساتھ کچھ پڑھنے میں بھی مشغول ہے اور ماں کی باتیں بھی سن رہا ہے۔)

ماں: میری بات سن ارشاد!

ارشاد: (ٹوسٹ کھاتے ہوئے ساتھ پڑھتے ہوئے) سن رہا ہوں ماں۔

ماں: کیا پڑھ رہا ہے تو؟

ارشاد: ایک پرانی کہانی ہے ماں۔۔۔۔! آج سے بہت سال پہلے کی۔ ہمارے ملک کے اس حصے کی جسے پنجاب کہتے ہیں۔

ماں: کیا ہے اس میں؟

ارشاد: راجہ گوپی چند کے جوگ لینے کا واقعہ ہے ماں!

ماں: کیا تو کوئی اچھی سی کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ سیاست کی۔۔۔۔ ہسٹری کی۔۔۔۔ انٹرنیشنل انفیرز کی کتاب۔۔۔۔ کوئی جاسوسی ناول۔۔۔۔

ارشاد: یہ۔۔۔۔ یہ تو سب سے بڑی داستان ہے ماں۔۔۔۔ اس میں دل کا چور پکڑا جاتا ہے اور اسے اپنی جھکڑی لگ جاتی ہے۔

ماں: چھوڑ بیٹے۔۔۔۔ میرا دل ہول کھاتا ہے۔ ارشاد!

ارشاد: جی ماں جی۔۔۔۔ ارشاد!

ماں: جب میں فریج وینڈو میں گھڑی ہو کر تمہاری رلود دیکھتی ہوں ارشاد تو وقت ختم کر سکتا ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے ایک پل صدیوں میں گزرا۔ کبھی تمہارے ساتھ ایسے ہوا؟

ارشاد: (حیران ہو کر ماں کو دیکھتا ہے) میرے ساتھ تو ہر روز اسی طرح ہوتا ہے ماں۔ جب میں کامران کی بارہ دری 'نندن' کے ٹیلے اور موہنجودڑو کی گلیوں کو دیکھتا ہوں تو میری دید کے ایک لمحے نے صدیوں کے زمانے کو پکڑ رکھا ہوتا ہے۔۔۔ ایک پل کی نوک پر صدیوں کے پردے لہراتے ہیں۔

(یت گھڑی کو اٹھاتا ہے۔ کیمرو آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر صرف اس کے ہاتھ کا کلوز اپ لیتا ہے۔)

ارشاد: (آواز سپر امپوز) یہ دیکھ ماں ایت گھڑی لمحوں میں گر رہی ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ رک جاتی ہے۔۔۔

(اب انگلی سے گھڑی کو سیدھا کر دیتا ہے۔ ریت گرنا بند ہو جاتی ہے۔ تصویر سٹل میں بدلتی ہے۔ آواز جاری رہتی ہے۔)

اور وقت رک جاتا ہے فرد کے لیے، کبھی کبھی گردہ کے لیے، کبھی پوری بستی کے لیے، کرہ ارض کے لیے۔ بگ بینک والے کہتے ہیں پہلے وقت نہیں تھا۔ پھر ایک زور کا دھماکہ ہوا اور وقت چل نکلا۔

ماں: اب تو اور طرح کی باتیں کرنے لگا ہے ارشاد!

ارشاد: (مسکرا کر) اب تو مجھے لگتا ہے کہ وقت صرف رکتا نہیں، کبھی کبھی یہ پیچھے کو بھی کھسکنے لگتا ہے۔۔۔ کبھی ایک ہی جست میں صدیاں آگے نکل جاتا ہے۔۔۔ کبھی اسی جگہ واپس آ کر پیچھے کہیں اور نکل جاتا ہے۔

ماں: (بیاد سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہے) دیکھ ارشاد! یہ سب کچھ۔۔۔ تنہائی کی وجہ سے ہے، لیکن میں تیری تنہائیاں پُر نہیں کر سکتی بیٹا، تو بیاہ کر لے۔

ارشاد: شکر کر ماں! ایک بار اللہ نے خود گریہ کے چکر سے نکال دیا۔ ایکسپریس پھر بیاہ کر لوں! تو بھی کمال کرتی ہے۔ میں پرورش کا فن نہیں جانتا ماں! میں روز روز بوٹے کو پانی نہیں دے سکتا۔ میں شادی کر لوں۔۔۔ ایم اے کرنے کے بعد پھر پانچویں جماعت میں داخلہ لے لوں۔

ماں: بڑے سکھ ہیں گریہ میں۔

ارشاد: کبھی کبھی تو وقت رک جاتا ہے، لیکن ہمیشہ نہیں رک سکتا۔ مرد کبھی تو قن من دمن سے

عورت کا ہو سکتا ہے لیکن ہمیشہ ان لحاظ میں قید نہیں رہ سکتا۔ ریشم کا کیزا وقت کے کوئے سے باہر نکل آتا ہے۔

ماں: بکواس نہ کر۔۔۔۔

ارشاد: جس طرح آج کی عورت وقفے وقفے کے بعد بچے کو نہلا دھلا کر 'بجایا کر بے تحاشا چوم سکتی ہے' لاڈ پیار کر سکتی ہے 'اس کے لیے ٹوائز خرید سکتی ہے' سوئس لاسکتی ہے لیکن مسلسل بچے کی غلام نہیں رہ سکتی 'اس کے ساتھ گھنٹوں کھیل نہیں سکتی' بور نہیں ہو سکتی۔۔۔۔ ایسے ہی میں ہوں۔

ماں: یہ ساری باتیں تو ان اوٹ پٹانگ کتابوں سے سیکھتا ہے؟

ارشاد: یہ بات میں نے مار تھاسے سمجھی تھی ماں۔ وہ بچوں کو اچھے کپڑے 'خوبصورت کھلونے' ٹافیوں کے ڈبے لے کر دیتی تھی۔۔۔۔ ان پر جان چھڑکتی تھی لیکن ان کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ان کو ایک اذیت سمجھتی تھی 'آزار جانتی تھی۔ ان کے ساتھ لمبا وقت صرف کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔

ماں: عورت اور بچے میں فرق ہے ارشاد!

ارشاد: عورت کا بھی دل بہلانا پڑتا ہے ماں۔۔۔۔ اور بہلاتے ہی رہنا پڑتا ہے۔ اب میں یہ کام نہیں کر سکتا (ہاتھ جوڑ کر) معاف کرنا! میں تو اپنا دل نہیں بہلا سکتا کسی اور کے دل کو کیا سہارا دوں۔

(کتاب اٹھا کر پڑھنے لگتا ہے)

ماں: مجھے تو تیری سمجھ نہیں آئی ارشاد!

ارشاد: مجھے خود اپنی سمجھ نہیں آ رہی ماں!!

کٹ

دن

آؤٹ ڈور

سین 10

(ارشاد کار میں جا رہا ہے۔ یکدم سڑک پر ایک ڈاکیہ نظر آتا ہے۔ ارشاد بریک

لگاتا ہے۔ ڈاکیہ موڑ کاٹ کر ایک گھر کے اندر داخل ہوتا ہے۔ ارشاد آوازیں

دہرا رہتا ہے۔)

ارشاد: محمد حسین صاحب۔۔۔۔۔ جناب محمد حسین صاحب۔۔۔۔۔ جناب محمد حسین صاحب۔۔۔۔۔

(ڈاکیہ پلٹ کر نہیں دیکھتا۔ ارشاد جھنجھلا کر سر ہلاتا ہے اور کار شارٹ کر کے لے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(ایک بہت بڑی فیکٹری میں ارشاد کی کار آتی ہے۔ دائیں بائیں چوکیدار اور پورٹر سلام کرتے ہیں۔ وہ لمبے راستوں پر سے ہو کر فیکٹری کے مختلف حصوں میں جاتا ہے۔)

کٹ

سین 12 ان ڈور دن

(کچھ دیر ارشاد فائلوں پر سائن کرتا ہے۔ پھر سب کچھ دھکیل کر خالی الذہن ہونے کی کوشش میں گھومنے والی کرسی سے پشت لگا کر بیٹھتا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ پھر تھوڑا سا دروازہ کھول کر مومنہ اندر جھانکتی ہے۔)

مومنہ: سے آئی کم ان سر؟

ارشاد: (بددلی کے ساتھ) آئیے۔۔۔ آئیے!

(مومنہ قدرے خوفزدہ انداز میں آکر کھڑی ہو جاتی ہے)

مومنہ: سر آپ نے سیکرٹری کے جاب کے لیے اشتہار دیا تھا۔۔۔

ارشاد: (اب وہ بغور مومنہ کو دیکھتا ہے) ٹھیک۔۔۔

مومنہ: جی آپ نے اشتہار میں کہا تھا کہ امیدوار خود ان پرنس آپ سے ملے۔۔۔ اسی لیے میں۔۔۔

ارشاد: بیٹھے۔۔۔ تعلیم؟

مومنہ: جی۔۔۔ ایف ایس سی کا امتحان نہیں دے پائی تھی۔

ارشاد: لیکن ہم نے تو کم از کم بی اے کو ایلی کیشن مانگی تھی۔ آپ کا بائوڈیٹا پلیز!

مومنہ: سر میں ---- بانیوڈینا تو نہیں لاسکی (گھبرا کر) وہ سر اس سے پہلے میں ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں بطور ماڈل کام کرتی تھی۔ یہ۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔
(جلدی سے گھبرا کر پرس کھولتی ہے اور کچھ تصویریں ارشاد کو دیتی ہے۔ وہ تصویریں پکڑتا ہے۔)

ارشاد: ان تصویروں کا میں کیا کروں؟

مومنہ: سر میں بڑی کامیاب ماڈل تھی۔ آپ دیکھیں تو سہی تصویروں کو۔ پورے آٹھ سال میں نے کام کیا ہے۔ پھر سر ایک لڑکی میرے ساتھ جیلز ہو گئی۔ (وقف) سر ہم لوگ اتنی جیلز کیوں ہوتی ہیں؟

ارشاد: (ذرا ریلیکس ہو کر) تو آپ نے کبھی Secretarial Job نہیں کیا؟

مومنہ: (سر جھکا کر) نہیں سر! لیکن آپ میری تصویریں دیکھ لیں پلیز۔ ان میں سب کچھ موجود ہے۔ ساری کوالیفی کیشن۔۔۔۔۔

ارشاد: بی بی۔۔۔۔۔ کیا نام ہے آپ کا؟

(کمرہ تصویروں پر آتا ہے۔ مومنہ ماڈل گرل کے مختلف پوزوں میں نظر آتی ہے۔)

مومنہ: مومنہ۔۔۔۔۔ مومنہ عدیل!

ارشاد: ہمارا یہ کام کچھ آسان نہیں مومنہ! اس میں کئی قسم کی Skills آنا ضروری ہیں۔

مومنہ: میں سیکھ لوں گی سر!

ارشاد: ٹائپنگ میں کتنی سپیڈ ہے؟

مومنہ: ٹائپنگ سر۔۔۔۔۔ مجھے ٹائپ کرنا نہیں آتا سر۔

ارشاد: کبھی کمپیوٹر چنڈل کیا ہے؟

(مومنہ گھبرا کر نفی میں سر ہلاتی ہے۔)

ارشاد: Any experience with account?

مومنہ: سر میں سیکھ لوں گی بہت جلدی۔ لوگ مجھے بڑا اٹھلی جنٹ سمجھتے ہیں۔

ارشاد: آپ ضرور اٹھلی جنٹ ہوں گی لیکن آئی ایم سوری مومنہ!

مومنہ: سر ایسے نہیں کہیں 'میرے تین بچے ہیں' اور وہ گدھا مجھے چھوڑ گیا ہے 'مجھے جاب کی

سخت ضرورت ہے۔

ارشاد: گدھا؟

مومنہ: مائی ہرینڈ سر! وہ ٹیلی فون ڈی پارٹمنٹ میں تھا سر اور ایک آپریٹر کے ساتھ دوہنی چلا گیا۔
 بڑا احمق تھا سر! دوہنی میں وہ کیا کرے گا بھلا!۔۔۔۔۔ وہ تو پھر بھی آپریٹر کر لے گی۔
 ارشاد: آپ نروس ہو کر اتنی باتیں کر رہی ہیں کہ ویسے بھی۔۔۔۔۔ آپ باتیں کرنے کی شوقین ہیں؟

مومنہ: وہ سر پہلے تو میں بالکل نارمل تھی۔۔۔۔۔ نارمل باتیں کیا کرتی تھی لیکن جب سے عدیل چلا گیا ہے میری زبان ہی نہیں رکتی۔۔۔۔۔ سر ایک تو اس کی یہ گندی عادت تھی۔۔۔۔۔ چلے جانے دیجئے۔ وہ دوہنی میں کیا کر لے گا بھلا! زیادہ سے زیادہ ریاض چلا جائے گا۔
 ارشاد: آپ باتیں کریں بلا تکلف۔۔۔۔۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جاب آفر نہیں کر سکتا۔

مومنہ: وہ سر جب سے عدیل گیا ہے ایک تو میں کھانے بہت لگ گئی ہوں۔۔۔۔۔ بھوک ختم ہی نہیں ہوتی اور دوسرے جی چاہتا ہے کہ میں بولتی رہوں ہر وقت لیکن میں روتی بالکل نہیں سر کیونکہ مجھے رونا آتا ہی نہیں۔

ارشاد: کوئی بات نہیں! جب آپ ذرا ذہنی طور پر سیٹل ہوں گی تو پھر سے سب کچھ نارمل ہو جائے گا۔ اچھا جی شکریہ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جاب آفر نہ کر سکا۔

مومنہ: (اٹھتے ہوئے) اچھا جی شکریہ! ویسے تھوڑی دیر کے لیے آپ کا چہرہ دیکھ کر مجھے لگا جیسے۔۔۔۔۔ جیسے آپ مجھے رکھ لیں گے۔ شکریہ سر! میرے تین بچے ہیں سر۔۔۔۔۔ سارے سکول ایج کے ہیں۔۔۔۔۔

(چلی جاتی ہے۔ چند ثانیے کمرے میں خاموشی رہتی ہے۔ ارشاد فائلیں دیکھتا رہتا ہے۔ چند لمحوں گزر جانے کے بعد دروازہ تھوڑا سا کھلتا ہے اور مومنہ سر نکال کر پوچھتی ہے)

مومنہ: سر میں دو منٹ کے لیے آسکتی ہوں اندر؟

(ارشاد سر کے اشارے سے اجازت دیتا ہے۔ مومنہ اندر آتی ہے۔)

ارشاد: بیٹھو معصومہ!

مومنہ: مومنہ سر! یہ نام میری مائی نے رکھا تھا سر۔ مجھے پسند تو نہیں۔۔۔۔۔ لیکن ہم جیسوں کا کوئی بھی نام ہو ٹھیک ہے۔

ارشاد: (مسکرا کر) ویسے تو ہر انسان کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے۔

مومنہ: سر! یہ نہیں کیا بات ہے! اسب کہتے ہیں میری قسمت خراب ہے۔ سر آپ قسمت میں

Believe کرتے ہیں؟

ارشاد: (سر اثبات میں ہلا کر) ہاں کرتا ہوں۔

مومنہ: میں قسمت میں Believe تو نہیں کرتی، لیکن میری فرینڈز کہتی ہیں۔۔۔ میری امی کہتی ہیں مومنہ جب کام بنے لگتے ہیں تو پھر یکدم بگڑ جاتے ہیں، یہی قسمت ہے کیا واقعی فیصلے اوپر ہوتے ہیں سر؟

ارشاد: مومنہ! انسان دو پاؤں کا جانور ہے۔ اس کا ایک پاؤں تدبیر سے اٹھتا ہے اور دوسرے قدم کو اس کی قسمت اٹھاتی ہے۔ تمہارے ڈی این اے نے یہ بات طے کر دی تھی کہ تمہاری آنکھوں کا اور بالوں کا کیا رنگ ہوگا۔۔۔ یہ بات بھی طے ہے کہ تمہارا قد اتنا ہی ہوگا۔۔۔ یہ تمہاری قسمت ہے۔ اور ان بالوں کو اس رنگ کو اور قد کو جو چار چاند میک اپ اور ہیل والی جوتیاں لگاتی ہیں وہ تدبیر ہے۔

مومنہ: سر! ہمارے ہاں ایک لڑکی آئی تھی، بالکل آرڈینری لیکن جو اس نے ہمیں سائل نکالے۔۔۔ جو اس کو لباس سوچتے تھے وہ سب سے بازی لے گئی۔ اس کی جلیسی نے تو مجھے مرو دیا۔

ارشاد: قسمت گندھی ہوئی مٹی ہے۔ کوئی اس سے انٹیں بناتا ہے۔۔۔ کوئی کوزہ تیار کرتا ہے۔۔۔ کوئی اس مٹی میں پھول اگاتا ہے، نیوب روز کے۔۔۔

مومنہ: لیکن سر میں اسے کیا کہوں؟ بڑے گھر میں شادی ہوئی، قسمت بن گئی۔ لیکن پھر شوہر چھوڑ گیا، یہ بھی قسمت۔ سر نو کری ملی، نڈل گرل میں ایسی تھی کہ جس پروڈکٹ کا میں اشتہار بناتی، وہ پروڈکٹ ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی۔ پھر ایک معمولی لڑکی جلیس ہو گئی سر، بالکل معمولی۔ نو کری سے نکلو ادیا۔ یہ کیسی قسمت ہے جو مجھے کبھی ایک رنگ میں غوطہ دیتی ہے، کبھی دوسرے رنگ میں۔۔۔ اور تھی بھی بالکل معمولی لڑکی۔

ارشاد: میں بھی اس سوال کا جواب تلاش کر رہا ہوں۔ میرے دل میں بھی ایک بڑا سا "کیوں" ہے لیکن میں تمہاری طرح نہیں پوچھتا مومنہ۔

مومنہ: آپ کے دل میں سوال ہے سر! آپ کے دل میں بھی۔۔۔ اتنا سب کچھ ہوتے ہوئے آپ کے دل میں بھی سوال ہے!!

ارشاد: جب سب کچھ مل جاتا ہے۔۔۔ دولت، عزت، محبت۔۔۔ جب ہر رنگ کی خوشی ہر رنگ کی آسائش مل جاتی ہے پھر اصل۔۔۔ "کیوں" جانتا ہے۔۔۔ بڑا سا چن لھاتا ہے اور پوچھتا ہے میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ میں کیوں زندہ ہوں؟ اس کیوں نے مہلتا ہوا کو

ستیا۔۔۔۔۔ راجہ بھرتی ہری کے دل میں جاگا۔۔۔۔۔ لیکن آئی ایم سوری میں آپ سے
ابراہیم ادم کی بات تو نہیں کرنا چاہتا۔

(دراز کھولتا ہے اور کچھ سو سو کے نوٹ نکالتا ہے۔)

اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو۔۔۔۔۔ پلیزیہ۔۔۔۔۔ تھوڑی سی مدد۔۔۔۔۔

مومنہ: (اٹھتے ہوئے) سر ضرورت تو مجھے بڑی ہے لیکن پتہ نہیں کیوں ابھی مجھے شرم آتی
ہے۔ اگر کسی روز حالات بہت ہی خراب ہو گئے تو میں سب سے پہلے آپ کے پاس
آؤں گی۔۔۔۔۔ مجھے آپ کو دیکھ کر اعتماد سا آ گیا ہے۔

(مومنہ اٹھ کر جاتی ہے۔ ارشاد اس کے جانے پر اٹھ کر سرو قد کھڑا ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 13 ان ڈور چند لمحے بعد

(ارشاد کے بیڈ روم میں اس کی ماں آتی ہے۔ وہ تلاشی لینے کے انداز میں پہلے
اس کے سرہانے تلے دیکھتی ہے۔ پھر ڈرینک ٹیبل کے دراز کھولتی ہے۔ پھر
کپڑوں والی الماری کی کنسوئیاں لیتی ہے۔ آخر میں تپائی پر پڑی کتابوں کو الٹ
پلٹ کر دیکھتی ہے۔ اس کے بعد رانگ چیئر پر بیٹھ کر فون ملاتی ہے۔)

ماں: ہیلو! ہاں ذرا شجاع صاحب کو بلانا (وقفہ) ہیلو۔۔۔۔۔ وعلیکم السلام۔۔۔۔۔ ارشاد تمہاری طرف تو
نہیں آیا؟ لو میں نے کیا کھلی چھٹی دینی ہے؟ یہ تم دوست ہی کسی کام کے نہیں۔ (وقفہ) بیٹا
میری عمر ہے کہ میں اسے باندھتی پھروں۔ تم لوگ پکڑدھکڑ کر شادی کروادو نا اس کی۔۔۔۔۔
میں کب تدارخ ہوں گی بھائی۔ میں تو اللہ عا میں دوں گی تم لوگوں کو۔ اس کی میم نہیں
آئے گی لندن سے۔۔۔۔۔ کبھی نہیں شجاع۔۔۔۔۔ بھئی طلاق ہی سمجھو۔۔۔۔۔ ہاں بھئی پھنسا دو
کہیں۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے میں گھر پر ہی ہوتی ہوں کسی وقت بھی آجاتا۔

کٹ

سین 14 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ارشاد اپنے دفتری کمرے کے ساتھ لگا کھڑا ہے۔ گیت بجاتا ہے۔)

تیرے من چلے کا سودا ہے۔۔۔۔

وہ اپنے دائیں ہاتھ کو کھولتا ہے۔ اسی ہاتھ کے انگوٹھے سے پوروں پر کچھ گنتا ہے۔ پھر وہ گھومنے والی چیز پر بیٹھ کر انٹرکام ملاتا ہے۔)

ارشاد: ذکی صاحب پلیز! (فون کا چونکا کان سے لگائے وہ کچھ سوچنے کے انداز میں پنل سے کچھ تصویریں سی بناتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے) ذکی صاحب! ابھی آپ کے آفس کے سامنے سے ایک خاتون گزرے گی۔۔۔۔ ہاں بہت سی عورتیں گزرتی ہیں۔ اس نے غالباً زرد رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔ خاتون۔۔۔۔ لڑکی نہیں۔۔۔۔ خاتون۔۔۔۔ اس کا نام مومنہ عدیل ہے۔ اسے اپنے ستور آفس میں ایڈجسٹ کر لیں۔ پھر وہی بات۔۔۔۔ کوئی کوالیفی کیشن نہیں ہے۔ آپ اسے کوئی مناسب جاب دیں۔۔۔۔

This is not my headache

(فون کو منج کر رکھتا ہے۔ قوالی کی آواز پیرامپوز کیجئے:

میں ہاں کچی تے میں رڑ جانا۔۔۔۔

سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔)

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور رات

(ماں کار میں جارہی ہے۔ ایک جگہ وہ ڈرائیور کی پچھلی سیٹ کو تھپتھا کر روکنے کے لیے کہتی ہے۔ یہ جگہ ریڈ لائٹ ایریا سالگتا ہے۔ ماں اترتی ہے۔ اس نے چادر اوڑھ رکھی ہے اور اپنے آپ کو اس میں لپیٹ رکھا ہے۔ وہ بازار میں چلتی ہے۔ اس وقت نسوانی آواز میں کوئی گیت بجاتا ہے اور اسی پر گھنگھروؤں کی آواز اور طبلے کی تھاپ اسے بازار کا رنگ دیتے ہیں۔)

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ماں بیڑیاں چڑھتی ہے۔ بیڑیوں پر اسے ایک قماش بین ملتا ہے جس نے

بو سکی کا سوٹ اور گلے میں موٹے کا ہار پہن رکھا ہے۔ تماشا بین ماں کو سلام کرتا ہے۔ وہ ہلکا سا سر ہلکا کر جواب دیتی ہے۔ اور اوپر پہنچتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ اب آخری سیر میسج تک اس کا ماتھا پہنچتا ہے۔ اسے ایک ناچنے والی کے پاؤں کی چلت پھرت نظر آتی ہے 'باقی کمرے کا کچھ نظر نہیں آتا۔ جس وقت ماں آواز دیتی ہے 'کوٹھے پر ناچنے والی کے پاؤں ساکت ہو جاتے ہیں اور گانا بند ہو جاتا ہے۔)

ماں: نو بہار! بتا کیا ارشاد تیرے کوٹھے پر آتا ہے؟
آواز نو بہار: (ایکو میں رک رک کر جواب آتا ہے) تو نے غلط سنا ہے ماں۔۔۔۔ (طلبے کی تھاپ کے ساتھ)

میں پر کارکنی ہوں 'پتر مولا میرا نام ہے۔ میں پانی میں آگ لگا دیتی ہوں 'یہ میرا کام ہے۔ جس راستے میرا ایک بار گزر ہو جائے وہاں سے محبت یوں اڑ جاتی ہے جیسے پارا آگ پر رکھنے سے اڑ جاتا ہے لیکن ارشاد مجھ سے یوں گزر گیا 'جیسے پانی چھلنی سے گزرتا ہے۔۔۔۔ دیکھ ماں۔۔۔۔ اسے تلاش نہ کر۔۔۔۔ تو بھی میری طرح تھک جائے گی اور گھومتی رہے گی جیسے چاک پر مٹی تھک کر گرتی ہے پر گھومتی ہے۔
(یکدم طلبے پر تہائی بجتی ہے۔ ساتھ ہی گیت رواں ہوتا ہے:

تیرے من چلے کا سودا۔۔۔۔

ناچتے ہوئے دو قدم سکرین پر آتے ہیں۔)

ڈزالو

دن

آؤٹ ڈور

سین 17

(ڈاک خانے کی افرا تفری۔۔۔۔ مختلف کلرک لفافوں پر مہریں لگا رہے ہیں۔ کیمرہ بار بار لفافوں پر مہریں لگاتے دکھاتا ہے۔ مہریں کلوز اپ میں دکھائی جاتی ہیں۔ اب ایک دروازے سے ارشاد داخل ہوتا ہے۔ وہ ایک کھڑکی کے پاس جا کر رکتا ہے۔ یہاں محمد حسین ڈاک پر مہریں لگا رہا ہے۔ ارشاد جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

ارشاد: حضور مجھ پر بھی مہر لگادی۔۔۔۔

محمد حسین: جس لفافے پر تیرا پتہ ہی درج نہیں اس پر کیا مہر لگائیں کہاں سمجھیں اسے؟

ارشاد: پتہ بھی آپ خود لکھ دیجئے آقا!
 محمد حسین: دیکھو ارشاد! کہنا آسان کرنا مشکل۔۔۔۔ پہلے طریقے سے واقفیت حاصل کر 'پھر قدم رکھ۔ غصہ چھوڑ۔۔۔۔ تکبر ختم کر۔۔۔۔ حکم حکومت پر قلم پھیر۔۔۔۔ پھر پتہ لکھ دوں گا' مہر بھی لگا دوں گا۔۔۔۔ تصدیق کروں گا خود۔

ارشاد: لیکن کیسے۔۔۔۔ کیسے؟ طریقہ بھی تو بتائیں حضور!
 محمد حسین: دور استوں پر قدم نہ رکھ۔۔۔۔ دوئی چھوڑ دے۔۔۔۔ راستہ ایک ہی بھلا بھائی۔ بدگمانی چھوڑ۔۔۔۔ بدھما سے نکل۔

ارشاد: آپ نکال دیجئے سرکار!
 محمد حسین: ناں بھائی ناں۔۔۔۔ فیصلہ تیرا اپنا ہوگا۔۔۔۔ پتہ ہم لکھ دیں گے۔۔۔۔ تو نے تو اپنے لفافے پر اتنا کچھ لکھ رکھا ہے کہ کوئی جگہ ہی نہیں۔ ہم سرناواں کہاں لکھیں۔ مہر کہاں لگانویں۔ (یکدم جیب سے رومال نکال کر ارشاد اپنا چہرہ ڈھانپ لیتا ہے۔ سارے میں مہر لگانے کی آواز غالب رہتی ہے۔)
 کٹ

سین 18 ان ڈور رات

(ماں پنگ پر لیٹی ہے۔ ارشاد ایک چھوٹی پلیٹ میں کچھ گولیاں اور پانی کا گلاس لے کر آتا ہے۔ دو اماں کو پلاتا ہے۔ اس دوران باتیں ہوتی ہیں 'پھر ارشاد پنگ کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ کر کہانی سناتا ہے۔)

ماں: ارشاد!

ارشاد: جی ماں جی!!

ماں: تو کہاں رہتا ہے بیٹا؟

ارشاد: یہیں آپ کے قدموں میں۔۔۔۔

ماں: قدموں میں تو رہتا ہے لیکن دیے کہاں رہتا ہے؟

ارشاد: یہیں آپ کے پاس ماں!

ماں: کوئی نہیں میرے پاس۔۔۔۔ میرے پاس ہو تو مرادول کو اسی نہ دے!

ارشاد: ایک راجہ گولی چند تھاں۔۔۔۔ اس کی سولہ سوراخیاں تھیں۔۔۔۔ اس کے چند بدن کو

دیکھ کر اس کی ماں رانی میناوتی کہتی تھی 'میرے سندر بدن بیٹے جوگ لے لے۔۔۔۔۔
فقیری اختیار کر لے کہ اس بدن کا چندن سدا نہیں رہے گا۔

(یکدم اٹھ کر تڑپ جانے کے انداز میں) نہیں نہیں! ماں ایسے نہیں کہہ سکتی۔ وہ اس کی
ماں نہیں ہوگی۔ ارشاد۔۔۔۔۔ بھلا ماں کب فقیر ہونے کی اجازت دے سکتی ہے۔ نہیں
ارشاد۔۔۔۔۔ وہاں نہیں ہوگی 'ماں نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ کوئی سوتیلی ہوگی۔

ارشاد: بس وہی تو ماں تھی جس نے راستہ نہیں روکا 'دعا دے کر رخصت کر دیا۔

ماں: نہیں 'وہاں نہیں تھی۔۔۔۔۔ ماں نہیں تھی۔۔۔۔۔ نہیں ارشاد نہیں۔

(ارشاد جاتا ہے۔ ماں سر ہانے تلے سے کتاب نکال کر پڑھتی ہے۔)

ڈزالو

سین 19 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کار میں سوار ہے۔ گیت کی دھن چل رہی ہے: تیرے من چلے کا سودا
۔۔۔۔۔ کار فیکٹری میں داخل ہوتی ہے۔ ارشاد اترتا ہے۔)
کٹ

سین 20 ان ڈور دن

(ارشاد بڑے تذبذب میں بیٹھا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ پھر مومنہ
تھوڑا سا دروازہ کھول کر پوچھنے کے انداز میں سر اندر کرتی ہے۔)

مومنہ: سرے آئی کم ان؟

ارشاد: آئیے!

(مومنہ کچھ ڈری سی 'کچھ چرائی کے ساتھ اندر آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں

کیک کا ڈبہ ہے۔)

مومنہ: سر میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔

ارشاد: بھلا؟ وہ کس لیے؟

مومنہ: جی مجھے نوکری مل گئی 'میری بھی 'سنور میں۔۔۔۔۔ آپ کے سنور میں۔

- ارشاد: (تجامل عارفانہ کے ساتھ) اچھا۔۔۔ کب؟
- مومنہ: آپ کو پتہ ہے سر! آپ ہی نے تو نوکری دلوائی ہے مجھے۔
- ارشاد: میں نے؟ اچھا ایسے ہی سکی۔
- مومنہ: میں یہ ایک لائی تھی جی آپ کے لیے 'بلیک فورسٹ'!
- ارشاد: آپ کا بہت بہت شکریہ 'لیکن میں ایک کھانا نہیں ڈاکٹروں نے منع کر رکھا ہے۔
- مومنہ: تھوڑا سا کھالیں سر۔ بالکل تازہ ہے۔ باقی آپ اپنے سروئس کو بانٹ دیں۔
- ارشاد: معصومہ! یہ ایک تم گھر لے جانا اپنے بچوں کے لیے۔۔۔
- مومنہ: سر میں نے اس دن آپ سے جھوٹ کہا تھا۔۔۔
- ارشاد: کیسا جھوٹ۔۔۔؟
- مومنہ: سر میرا صرف ایک بچہ ہے۔۔۔ میرا خیال تھا کہ اگر میں تین بچے کہوں گی تو آپ مجھے نوکری دے دیں گے۔
- ارشاد: سوچ لیں ایک بچہ بھی ہے کہ نہیں؟
- مومنہ: (مسکرا کر) نہیں جی ایک تو ہے اور جو نیر کیمرج کی تیاری کر رہا ہے۔
(اٹھ کر جانے لگتی ہے)
- ارشاد: بھائی یہ ایک لے جائیے۔
- مومنہ: آپ اسے اپنے پی اے کو دے دیجئے سر! وہ بانٹ دے گا۔
- ارشاد: تھینک یو!
- مومنہ: یو آر ویلکم سر!!
- (جاتی ہے اور دروازے سے لوٹتی ہے)
- ارشاد: میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں سر مجھے قسمت کی سمجھ آگئی ہے۔
- مومنہ: اچھا!
- ارشاد: جب آدمی اللہ سے جھگڑنے لگتا ہے ناسر بہت زور کے ساتھ تو پھر اس کی قسمت سنوڑ جاتی ہے۔ اور جب وہ ہر جھکا دیتا ہے تو میگز نے لگتی ہے۔ ایم آئی رات؟
- ارشاد: نسخہ تو اچھا ہے لیکن بار بار نہ آزمائے۔ اس کی رسی لمبی ضرور ہے لیکن کبھی کبھی جھگڑے کے خطرناک نتائج بھی نکل آتے ہیں معصومہ۔
- مومنہ: پلیز سر 'مومنہ'!
- (مومنہ دروازہ کھول کر جاتی ہے پھر لوٹتی ہے)

سر کیا آپ اس دن کی طرح میری ایک اور مدد کر سکتے ہیں؟
(دراز کھلتا ہے) کس قدر؟

ارشاد:

دو ہزار دے دیجئے سر! میں تنخواہ ملتے ہی آپ کو لوٹا دوں گی۔ سارے کے سارے۔
دیکھیں گے۔۔۔۔!

ارشاد:

(دراز سے نوٹ نکال کر سامنے پھینکتا ہے)

تھینک یو سر۔

مومنہ:

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(سوئمنگ پول میں ارشاد تیر رہا ہے۔ پھر وہ باہر نکلتا ہے اور ہاتھ روپ پہن کر ایک خوبصورت چھتری تلے بیٹھتا ہے۔ یہاں اس کا دوست کبیر خان بیٹھا ہے۔ دونوں جو س پینے لگتے ہیں۔)

کبیر: یوں زندگی بسر کرتے رہو ارشاد! لڑنا چھوڑ دو، انجوائے لائف۔۔۔۔ اٹ اڑاے گفٹ!

ارشاد: لیکن میں انجوائے نہیں کرتا۔۔۔۔ نہیں کر سکتا۔۔۔۔ نہیں کرنا چاہتا۔

کبیر: اسی لیے تم۔۔۔۔ کیا نام بتایا تم نے ابھی؟

ارشاد:

مومنہ۔

کبیر:

ہاں مومنہ۔۔۔۔ اسی لیے تم لمبی لمبی باتیں کرتے رہے مومنہ سے۔ تمہاری پوزیشن کا آدمی یوں باتیں کرتا ہے کسی سیکرٹری سے۔۔۔۔ ایک آرڈینری ملازمہ سے!

ارشاد: مجھے ترس آگیا تھا اس پر۔۔۔۔

کبیر:

نہیں، تم اس سے باتیں کر کے انجوائے کر رہے تھے۔۔۔۔

You were having a good time گدھے آدمی۔ فلرٹ کرنے میں جولدت ہے وہ کسی سیریس Love affair میں ہو سکتی ہے!

ارشاد:

Who on earth was flirting کمال ہے۔ میں نے تمہیں صرف یہ بتایا ہے کہ خواہ مخواہ باتیں کرنا میری طبیعت پر بوجھ ڈالتا ہے۔

کبیر:

طبیعت کو ہلکا کرتا ہے۔۔۔۔

ارشاد:

تم یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنی عمرانی کر رہا ہوں۔ میں اپنے کنڈکٹ کو درست

رکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ تاک سیدھ چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

کبیر: کس لیے؟ کیوں؟ اس کی کیا ضرورت ہے بھلا؟ کس نے کہا ہے تم سے؟

ارشاد: کسی نے نہیں کہا یہ میرے اپنے من کا سودا ہے۔۔۔۔۔ میں اپنے لفافے پر مہر لگوانا چاہتا ہوں۔

کبیر: اپنے لفافے پر!

ارشاد: جس طرح تم یہ سمجھ نہیں پائے کہ مجھے مومنہ سے باتیں کر کے افسوس ہوا اسی طرح

تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ لفافے پر مہر لگوانا کیا ہوتا ہے۔

کبیر: اٹھو۔۔۔۔۔ شادرو اور میرے ساتھ چلو۔

ارشاد: کہاں؟

کبیر: کہیں۔۔۔۔۔ میں تمہیں قتل تو نہیں کروں گا۔

ارشاد: (ہنس کر) کاش کرو کبیر اور جلدی کرو!

کبیر: کروں گا ایک دن!

کٹ

سین 22 ان ڈور رات

(کبیر خان ارشاد اور عذرا ایک عالی شان مکان میں موجود ہیں۔ عقب میں فوارہ

نظر آتا ہے اندر یہ تینوں بیٹھے کافی پی رہے ہیں۔)

عذرا: کبیر بھائی! آپ تو سب کی زندگی کو تماشا سمجھتے ہیں۔ ہر انسان کو کوئی نہ کوئی پرابلم تو ہوتا

ہی ہے۔

کبیر: تمہیں کیا پرابلم ہے؟ روپیہ پیسہ بے تماشا ہے۔۔۔۔۔

عذرا: بس؟

کبیر: ایک کما شوہر تھا۔۔۔۔۔ وہ مر گیا ہے۔

عذرا: تو پھر کبیر بھائی! آپ کتنے شکدل ہیں۔

کبیر: تمہیں اپنے شوہر سے محبت تو نہیں تھی عذرا۔۔۔۔۔

عذرا: محبت نہ کسی وہ میرا شوہر تو تھا۔

کبیر: خیر اس فیوڈل لارڈ کے جانے سے مسئلے کم ہوئے ہیں زیادہ نہیں ہوئے۔

عذرا: (لمبی آہ بھر کر) ارشاد صاحب! آپ گفتگو میں Participate نہیں کر رہے۔
 ارشاد: (یکدم) ہاں جی کر تو رہا ہوں بلکہ۔۔۔۔۔
 عذرا: کیوں جی؟ کیا مجھ جیسی عورت کو جس کا شوہر چھ ماہ ہوئے فوت ہوا ہو کوئی مسئلہ نہیں؟
 کوئی پر اہلم نہیں۔۔۔۔۔؟
 کبیر: ہاں بہت مسئلے ہیں۔۔۔۔۔ بڑے پر اہلم ہیں، لیکن سب خود ساختہ۔
 عذرا: اور ایسے مسائل حل کرنے سب سے زیادہ مشکل ہوتے ہیں جو خود ساختہ ہوں۔
 کبیر: (اٹھتا ہے) ایک تو تمہارا شاف اتنا سلو ہے! ایک ٹو تھ پک مانگی تھی 'عائب ہی ہو گیا تمہارا بیر'۔

(اندر کی طرف جاتا ہے)

عذرا: آپ جب بھی آتے ہیں ارشاد صاحب، چپ چپ بیٹھے رہتے ہیں۔
 ارشاد: میں آپ کی باتیں سننا پسند کرتا ہوں۔
 عذرا: لیکن دیوار سے کوئی کب تک بولتا جائے۔
 ارشاد: آئی ایم سوری!
 عذرا: ہمارے ایک پرانے اٹالین دوست ہیں۔۔۔۔۔ بڑے رومانٹک! وہ جب بھی پاکستان آتے ہیں، مجھ سے ایک لفظ بولتے ہیں Bonjorno Signora۔۔۔۔۔ اور جاتے وقت کہتے ہیں چاؤ سینورا۔ ان کی وائف کا خیال کچھ اور ہے۔
 ارشاد: (مسکرا کر) شبہ کرتی ہے اپنے شوہر پر!
 عذرا: بوجھ لیا آپ نے۔ بڑی جلیس ہے مجھ سے۔
 ارشاد: جی۔

عذرا: کیا مطلب! کچھ کمونٹ کریں۔
 ارشاد: دیکھئے نہ تو میں ان لوگوں کو جانتا ہوں نہ آپ سے میری اس قدر بے تکلفی ہے۔
 عذرا: آپ بھی۔۔۔۔۔ بس کیا کہوں ارشاد صاحب۔۔۔۔۔!
 ارشاد: کیسے کیسے۔۔۔۔۔!
 عذرا: آپ بھی دوسرے سینور Bonjorno ہیں۔

(دونوں خوش دلی سے ہنستے ہیں۔ کبیر خان آماد کھائی دیتا ہے۔)

کبیر: کیوں بھی کیا ہوا! میں نے مس کیا۔۔۔۔۔ جلدی بتاؤ۔
 ارشاد: تم نے صرف ایک ٹو تھ پک مس کیا تھا، سول کیا ہوگا۔

کبیر: ٹو تھ پک!

(ارشاد اور عذرا ہنستے ہیں۔ کبیر خان حیرانی سے دیکھتا ہے۔)
کت

سین 23 ان ڈور صبح کا وقت

(ارشاد اور ماں بیٹھے ہیں، ماں چپ ہے۔)

ارشاد: آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آپ کو کتنا دکھ ہوگا؟

ماں: سنو ارشاد! جو تمہارے دل میں ہوتا ہے، وہ میرے ناخنوں میں ہوتا ہے۔ تم پر راجہ گوپی چند کی کہانی کا اثر ہو گیا ہے۔ انسان کو سوچ سمجھ کر مطالعہ کرنا چاہیے۔

ارشاد: سوچ سمجھ کر ہی رخ متعین کیا ہے ماں!

ماں: سنو ارشاد! میں راجہ ماما میناوتی نہیں ہوں۔ وہ بڑی عورت تھی۔ میں نے اس کی کہانی پڑھی ہے، تمہارے سر ہانے تلے سے نکال کر۔ وہ یقیناً بہت بڑی عورت تھی، جس نے خود اپنے بیٹے کو فقیری کا راستہ دکھایا لیکن میں۔۔۔ میں ایسے نہیں سوچ سکتی (رونے لگتی ہے اور وفور جذبات سے بھیگی اٹھ کر چلی جاتی ہے۔) کبھی نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔

(ارشاد ہوا میں دیکھتا ہے۔ رانی میناوتی کا سین سپراپوز ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین 24 ان ڈور دن

(ارشاد اپنے دفتر میں پشت کرسی سے لگائے پریشان بیٹھا ہے۔ سامنے ایک بزنس

مین بڑے اشتیاق سے ایک بلڈنگ کا نقشہ پھیلا کر سمجھانے میں مشغول ہے۔)

شجاع: رائے دے دو۔۔۔ بالکل لب سڑک۔۔۔ یہ زمین میں خرید چکا ہوں۔ فیکٹری تمہارے نام میں بنے گی۔۔۔ میں لگاؤں گا۔

ارشاد: کیوں؟

شجاع: یار تم بزنس کے معاملے میں بہت کچھ ہو۔ میں سب کچھ تمہارے نام پر کرنا چاہتا ہوں۔

- ارشاد: اگر میں مکر جاؤں اور یہ پچاس کنال کی بنی بنائی فیکٹری ہتھیالوں۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔؟
- شجاع: بھائی تمہیں ہتھیانے کی کیا ضرورت ہے۔ ادھر یہ رجسٹری پڑی ہے 'سنبھالو اسے'۔ میں شجاع نہیں جو تم سے ایک مرتبہ بھی پوچھوں کہ وہ رجسٹری کہاں ہے۔
- ارشاد: جناب بھائی شجاع صاحب! میں اور فیکٹری لگانا نہیں چاہتا۔
- شجاع: میری خاطر ارشاد۔۔۔۔۔ پلیز پارٹنرشپ ڈیڈ سائن کر دو۔ چلو ففٹی ففٹی نہ سہی 'تم ستر فیصد لے لینا۔
- ارشاد: او گدھے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے۔ نہ مجھے پیسہ لگانے کو کہہ رہے ہوں نہ مجھے کام کرنے کو کہہ رہے ہو۔ یہ کیا چکر ہے۔ مجھے اتنی بڑی آفر کیوں دے رہے ہو شجاع؟
- شجاع: میں نہیں جانتا کیوں۔۔۔۔۔ لیکن کوئی آواز مجھے اکسارہی ہے۔ میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ اگر ارشاد مان گیا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ کوئی کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔
- ارشاد: (چھت کی طرف دیکھ کر) محمد حسین پوسٹ مین صاحب! بس ہو جائے سر۔۔۔۔۔ بس کر دیجئے۔۔۔۔۔ سر ناواں لکھیں نہ لکھیں 'مہر لگائیں نہ لگائیں' بس ہو جائیں۔ میں انسان ہوں آخر کوئی پتھر تو نہیں ہوں۔
- کٹ

سین 25 ان ڈور دن

- (ڈاک خانے میں ایک لمبا چوڑا سین۔ اس کا ماحول بنائیے۔ پھر بڑھتے بڑھتے کیمرہ اس کھڑکی پر آتا ہے جہاں محمد حسین ٹکٹوں پر مہریں لگا رہا ہے۔ کھڑکی کے ساتھ ارشاد کھڑا ہے۔ اس نے ہاتھ نہیں جوڑے لیکن اس کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مکمل بنتی ہے۔)
- ارشاد: حضور میں چلنا چاہتا ہوں اس راستے پر۔۔۔۔۔ لیکن مجھ سے فیصلہ نہیں ہو پاتا۔
- محمد حسین: لیکن یہ فیصلہ تو تم ہی کو کرنا ہو گا ارشاد۔۔۔۔۔!
- ارشاد: جس قدر میرا جھکاؤ ادھر کا ہو رہا ہے حضرت اتنی ہی چگاڑیں مجھ پر گری ہیں۔
- محمد حسین: گریں گی گریں۔۔۔۔۔ یہ تو معمولی ہے بھائی! اس راستے میں چگاڑیں تو اڑ کر چٹیں گی۔
- ارشاد: فیکٹریاں زمینیں دولت 'عورتیں'۔۔۔۔۔ سب میری طرف بھاگ رہی ہیں آقا۔
- محمد حسین: (جستے ہوئے) ابھی سے پھونک نکل گئی کا کا جی 'ابھی سے'۔ ابھی تو کام شارٹ بھی نہیں

قسط نمبر 2

کردار

ارشاد	:	ہیرو
سجاد	:	ریسرچ لیبارٹری میں کام کرنے والا ذہین نوجوان
نائیلہ	:	خوبصورت حساس لڑکی 'لیبارٹری اسٹنٹ'
سلمیٰ	:	ریسرچ لیبارٹری میں کام کرنے والی متجسس ذہن کی مالک
عامر	:	خوبصورت نوجوان۔ اپنے حالات سے پریشان
مومنہ	:	ہیروئن
ماں	:	ارشاد کی والدہ
موجی رمضان	:	ایک ہی روشنی کی تین کرنیں
خاکروب لبھا	:	
ڈاکٹر محمد حسین	:	
شجاع	:	ارشاد کا دوست
عذر اسلمان	:	شجاع کی سہیلی 'فیوڈل لارڈ کی بیوہ'
سکندر	:	نوجوان آدمی۔ زندگی میں ہر حال ترقی کرنے کرنے کا خواہاں
غشی	:	عیار شکل 'خوشامدی' درمیانی عمر کا دبلا پتلا آدمی
	:	اور ارشاد کا پی اے 'شجاع کا ملازم' عذر اکاڈرا نیور

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنی فیکٹری کی لمبی گیلری میں دور سے چلا آرہا ہے۔ کمرہ سامنے ہے۔ وہ کافی فاصلے سے آکر مڑتا ہے۔ کمرہ اس کی بیک پر ہو جاتا ہے۔ وہ مڑ کر سامنے دیکھتا ہے۔ پہلے بورڈ پر "ریسرچ ڈیپارٹمنٹ" لکھا ہے۔ ارشاد اندر جاتا ہے۔ اس دوران گیت جاری رہتا ہے:)

جے رب ملدا نہایتا دھوتیا ملدا ڈڈوال ٹھمیاں
کٹ

سین 2 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ریسرچ لیبارٹری کے اندر دو لڑکیاں اور ایک نوجوان ریسرچ میں مشغول ہیں۔ ان سب سے ہٹ کر ایک شیخ پر ایک نوجوان بیٹھا ہے۔ اس نے سینٹ اور قمیص پہن رکھی ہے۔ سب کی طرح اس نے بھی سفید کوٹ زیب تن کر رکھا ہے۔ کمرہ کام کرتے ریسرچ آفیسرز کو چھوڑ کر اس پر جاتا ہے۔ وہ سب سے روٹھا ہوا الگ رہا ہے اور تسبیح پھیر رہا ہے۔ پہلے ارشاد دونوں لڑکیوں اور نوجوان ریسرچ آفیسر سے باتیں کرتا ہے۔ پھر اس کی نگاہ اس نوجوان پر پڑتی ہے جو آنکھیں موندے تسبیح پھیرنے میں مگن ہے۔ ارشاد قدم قدم چلا اس کے پاس جاتا ہے اور کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتا ہے اور سلام کرتا ہے۔)

سجلا: سر ہم ضرور ریسرچ کریں گے کہ وہ کون سا دائرہ ہے جو اس قدر احتیاط کے باوجود

Localized ہو جاتا ہے اور ہمارے کیمیکل کی ساری آئیٹم نائزیشن پر اثر انداز ہوتا ہے۔

نائیلہ: سجاد اتم ہے Zest سے کام کر رہے ہو لیکن ان کیمیکلز کے ڈی جزیٹ ہونے کا پروس

معلوم کرنا آسان بھی تو نہیں۔ دعویٰ نہ کرو ہم گے ضرور دیں گے سر۔

سجلا: میں کب کہتا ہوں نائیلہ یہ آسان کام ہے۔ مشکل مسئلہ حل ہو جائے تبھی تو خوشی ملتی

ہے۔ تبھی تو محسوس ہوتا ہے۔

ارشاد: آپ کچھ دلچسپی نہیں لے رہیں سلی! پہلے تو آپ سب سے زیادہ کربخوشی سے اپنے

پلان سمجھایا کرتی تھیں۔

سجاد: ان کو سر آفات ملوی ہو گئی ہیں۔

(سلمی بر لمانتی ہے۔)

ارشاد: کیا مطلب؟

سجاد: سر انہیں ریسرچ سے ڈر لایا گیا ہے کہ یہی چیز آفات کا باعث ہے۔

سلمی: نہیں سر! یہ سجاد اور تائیلہ کا خیال ہے کہ میں ڈر گئی ہوں۔ دراصل سر ہم لوگوں کی ایسی

پوزیشن نہیں کہ ہم آپ سے کھل کر بات کر سکیں۔ میرا مسئلہ اور ہے۔

ارشاد: نہیں بھئی ہم نے تو جن جن کر ریسرچ سئل میں نڈر لوگ لیے ہیں۔۔۔ رسک لینے

والے بے خوف۔۔۔ سوال پوچھنے والے۔۔۔ حل نکالنے والے۔۔۔ جرح کرنے

والے۔۔۔

تائیلہ: سر یہ ایک بڑی الجھن میں پھنس گئی ہے۔

سلمی: نہیں سر! الجھن نہیں ہے۔ میں سچ سچ یقین رکھنے لگی ہوں کہ سائنس اور اس کی ایجادات

اور یہ سب کچھ جو ریسرچ کا نتیجہ ہے، یہ سائنسی ترقی دراصل مذہب کے خلاف ہے اور

ہمیں اس طرف زیادہ حیاں نہیں دینا چاہیے۔

ارشاد: سلمی! کیا مجھے بتا سکتی ہو کہ مذہب سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کون سا مذہب تمہارے

ذہن میں ہے؟

سلمی: کوئی سا بھی مذہب۔۔۔ ہر ایک مذہب سر! **Religion!**

ارشاد: تمہیں پتہ ہے اسلام کا گولڈن جیڈ کون سا تھا؟

سلمی: (منہ اٹھا کر نہ جاننے کے انداز میں دیکھتی ہے)

ارشاد: جب تنگ کی علات تھی مسلمانوں کو۔۔۔ تدبیر کار جہان رہا۔۔۔ جب مسلمان سائنس

دان سوچتا تھا۔۔۔ نماز بھی پڑھتا تھا۔۔۔ رات کو تاروں کو بھی دیکھتا تھا۔۔۔ ہندوؤں کی

علاش بھی کرتا تھا اور زکوٰۃ بھی دیتا تھا۔۔۔ ناپ تول کر۔۔۔ جب **Aqua Regia** ایجاد

کرنا ضروری ہو گیا تھا۔۔۔ تین تیزایوں کا مخلول!

سجاد: سر یہ الجھائی گئی ہیں بڑی محنت کے ساتھ۔

سلمی: نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے سر! واقعی میں سمجھتی ہوں کہ سائنس کا مذہب سے کوئی جوڑ

نہیں۔ جب جب مذہب اوپر اٹھنے لگتا ہے، یہ سائنس اس کی ٹانگ کھینچتی ہے۔ آئی ایم

سوری سر!

ارشاد: ٹوٹو! This is a research laboratory and here ideas are a living thing.

No apologies please کھل کر بات کرو۔

سر آپ مان لیں اس کی برین واشنگ کی گئی ہے۔

تائیلہ: سلمیٰ! مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔ یہ بات پرانے زمانے کے

پادریوں نے خوفزدہ ہو کر چلا دی تھی۔ یہ دونوں ---- مذہب اور سائنس اپنے اپنے

مقام پر انسانوں کی فلاح چاہتے ہیں۔ سائنس انسان کے جسم اور اس کے ماحول کو بہتر

بناتی ہے اور مذہب اندر کی فضا اور اس کی روح کی بالیدگی کرتا ہے۔ بد نصیبی یہ ہے کہ

کچھ ٹیکنالوجسٹ ماسٹریو سائنس دان نہیں ---- سائنس کے ترکان کبھی کبھی متقی سوچ

رکھ کر متقی ایجادات بھی کرتے ہیں ----

سلمیٰ: لیکن سر میں تو ---- میرا تو خیال ہے ---- بڑا لٹریچر میں پڑھ چکی ہوں۔ میرا خیال ہے

مذہب میں سائنس کی مطلق گنجائش نہیں۔

ارشاد: ہاں کلچر ضرور سائنس سے لڑائی کرتا ہے ---- اور اس کی مخالفت کرتا ہے، کیونکہ کلچر

تبدیلی سے گھبراتا ہے۔ لیکن مذہب تو لائف کا essence ہے ---- زندگی کا نچوڑ

ہے۔ وہ سوچ کے خلاف نہیں ہو سکتا ---- سائنس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

Religion has no fear of science. It does not tremble

before discussion but before ignorance....yes

تائیلہ: سر ایہ چیخ سربالکل recent ہے۔

(وہ مسکرا کر بہت دور بیٹھے ہوئے نوجوان کو دیکھتے ہیں۔ ارشاد بھانپ لیتا ہے اور

نوجوان کی طرف چلتا ہے۔ قریب پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے)

کٹ

سین 3 ان ڈور دن

(دفتر میں کوئی بھی موجود نہیں، صرف ایک پی اے صورت آدمی میز پر قائلیں

درختی کے ساتھ رکھ رہا ہے اور بہت ہی اہم محسوس کر رہا ہے۔ تھوڑا سا دروازہ

کھول کر مومنہ اندر جھانکتی ہے۔)

مومنہ: سے آئی کم ان پلیز؟

پی اے: آئیے! کم ان!!

(مومنہ اندر آتی ہے)

مومنہ: ادوہ۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری! سر نہیں آئے آج؟

پی اے: آئے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن نیچے ریسرچ میں ہیں۔

مومنہ: اچھا میں پھر آ جاؤں گی۔

پی اے: مجھے کام بتادیں جناب!

مومنہ: نہیں! ان سے ملنا تھا۔

پی اے: (ذو معنی انداز میں) پھر تو اور بات ہے۔

کٹ

سین 4 ان ڈور شام کا وقت

(شجاع بیٹھا اپنی بندوق صاف کر رہا ہے۔ ایک ملازم اندر آتا ہے)

ملازم: سر! ارشاد صاحب کی والدہ آئی ہیں۔

شجاع: بلاؤ۔۔۔۔۔ بلاؤ۔۔۔۔۔ لے کر آؤ جلدی۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

(اس وقت ارشاد کی ماں پیچھے پیچھے آتی ہے)

ماں: یہ شاید نیا آدمی رکھا ہے تم نے شجاع۔۔۔۔۔ مجھے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

شجاع: آئیے آئیے! آنٹی جی! تم جاؤ فتح محمد۔ آئیے! آنٹی جی! آپ کو کون روک سکتا ہے بھلا۔۔۔۔۔

کسی کی جہل ہے۔

ماں: یہ تو تم سمجھتے ہو شجاع! (لباساں لے کر بیٹھتی ہے) اب تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میں اپنے

گھر میں بھی بے روک ٹوک نہیں پھر سکتی۔

شجاع: کیوں! آنٹی جی۔۔۔۔۔ کیوں؟

ماں: مجھے لگتا ہے جیسے ارشاد میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔ (رد مال نکال کر آنکھیں پونچھتی

ہے) میرے کون سے پانچ سات بچے ہیں شجاع کہ ایک چھوڑ دے گا تو دوسرا سہارا بن

جائے گا۔ اگر۔۔۔۔۔ اگر۔۔۔۔۔ نہیں شجاع میرا دل ڈرتا ہے۔۔۔۔۔ کچھ ہونے والا ہے۔

شجاع: آپ کیوں فکر کرتی ہیں! ارشاد بالکل ٹھیک ٹھاک نارمل زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہ

ذرا ملہ تھا کہ ساتھ Divorce کا اثر ہے اس کے دل پر۔

ماں: میرا خیال تھا کہ --- مجھے پتہ چلا تھا کہ یہ نوبہار کے چکر میں ہے۔ میں وہاں گئی۔
 شجاع: آپ --- آپ کیوں گئیں۔ آپ مجھے حکم کرتیں۔

ماں: نہیں شجاع! مجھے ہی جانا چاہیے تھا۔
 شجاع: نہیں آنٹی جی! آپ کو غلط انفرمیشن ملی ہے کہیں سے --- نوبہار بے چاری کیا بگاڑ سکتی ہے ارشاد جیسے آدمی کا! ساری دنیا پھرا ہے --- برسوں لندن میں رہا ہے۔ دلا بیتی عورت کے بعد اسے نوبہار جیسی عورت Attract نہیں کر سکتی، کم از کم لمبے وقفے کے لیے۔
 یہ آپ نے ایسے ہی زحمت کی۔

ماں: شجاع!

شجاع: جی آنٹی جی!

ماں: مجھے لگتا ہے کوئی ٹائم بم پھٹنے والا ہے --- دو غلط کتابیں پڑھتا ہے۔ مجھے لگتا ہے اس کے اعتقادات میں فوراً آ رہا ہے۔ شجاع! ارشاد کی حالت ٹھیک نہیں۔ دور اتوں کو گھر پر نہیں ہوتا۔

شجاع: گھر پر نہیں ہوتا؟

ماں: تمہیں بتایا تو ہے میں نے! عجیب عجیب کتابیں پڑھتا ہے۔ عجیب عجیب لوگوں سے ملتا ہے۔ اس کا پیئرٹن آف لائف ٹھیک نہیں رہا شجاع! سوچو تو سہی۔ نوبہار کی بات تو چلو دل مانتا ہے، امیر لوگ ایسے کرتے ہی ہیں لیکن --- کسی موچی سے ملنا --- ڈاکے کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جانا --- اپنے آپ کو غلط فہم کھانوں کے حوالے سے الجھنا۔

شجاع: کیا کہہ رہی ہیں آنٹی!!

ماں: تمہیں کیا پتہ وہ ٹھیک نہیں۔ ایسے صوفیائی کہانیاں پڑھتا ہے جنہوں نے دنیا ترک کی۔

سارا دن ایسے لوگوں کے حلقے سوچتا ہے جو اللہ کی رولا پر چل کر سب کچھ بھول گئے۔

شجاع: اس میں کیا برائی ہے کہ کوئی اللہ کی رولا پر چلے۔ یہ تو اچھی بات ہے آنٹی جی۔

ماں: کون سی عورت ہے شجاع --- دنیا کی کون سی عورت ہے چاہے وہاں ہو، بیوی ہو،

محبوبہ ہو --- وہ عورت دکھلاؤ جو چاہے گی کہ مرد اللہ کا ہو جائے۔ عورت کے لیے یہ

بڑا خطرے کا مقام ہے۔ وہ سیاست میں چلا جاتا مجھے رنج نہ ہوتا۔ وہ نوبہار کا ہو جاتا میں

برداشت کر لیتی لیکن اللہ کے بندے کے نزدیک تو عورت مٹی ہے مٹی۔ میں ---

کیسے اسے جتنی مر جانے کی اجازت دوں۔ کیسے؟ کیسے شجاع! اس کے کندن سے

بدن کو بھوک، پیاس، تنہائی، ریاضت کے حوالے کروں کیسے؟ کس دل سے شجاع۔۔۔
مرنے سے پہلے مر جانے دوں۔
کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(یہ ایک تسمیہ سین ہے۔ ایک سات آٹھ برس کا بچہ ہاتھ میں چنگ لیے ریل کی
پٹری پر بھاگ رہا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی ماں آوازیں دیتی آرہی ہے۔
بھاگتی بھاگتی ماں بچے کو پکڑ لیتی ہے اور دو چار چائے رسید کر کے پٹری سے اتارتی
ہے۔ اس دوران ٹرین آتی ہے اور گزر جاتی ہے۔ ماں بچے کو دبوچ کر چومتی ہے
اور چومتی چلی جاتی ہے۔)
کٹ

سین 6 ان ڈور دن

(ارشاد دفتر میں فائلوں پر سائن کر رہا ہے۔ پیچھے تحت اللفظ میں کھٹیا دنیائے یہ
نظم پڑھی جاتی ہے:

اوکھا گھاٹ فقیری دا عی اوکھا گھاٹ فقیری دا
جب نظم کا متن ختم ہوتا ہے، دروازے پر دستک ہوتی ہے)
کم ان پلیز! ارشاد:

(ارشاد اپنے کام سے سر نہیں اٹھاتا۔ اس وقت عامر جو اسے ریسرچ سنٹر میں بیچ
پر بیٹھا نظر آیا تھا، اندر آتا ہے۔ عامر نے پینٹ قمیض پہن رکھی ہے، سر پر عرب
دلوں کا ساسرغ رومال ہے، ہاتھ میں تسبیح ہے جسے وہ اب بھی دلتہ دلتہ چلا رہا
ہے۔)

عامر: سلام علیکم سر!

ارشاد: وعلیکم سلام! آئیے بیٹھے!

عامر: آپ نے مجھے طلب فرمایا سر!

ارشاد: میں نے ریکوئسٹ کی تھی کہ آپ مجھ سے ملیں۔ تشریف رکھیے۔

عامر: (روٹھے انداز میں) میں ٹھیک ہوں سر۔

ارشاد: کری اچھی چیز ہے۔ بیٹھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ بیٹھے۔۔۔ آپ کو پسند کرے گی۔

(عامر ان مانے جی سے بیٹھتا ہے۔)

ارشاد: سگریٹ پیتے ہیں آپ؟

عامر: پیتا تو ہوں سر لیکن آپ کے سامنے نہیں۔

ارشاد: آئی سی! تھینک یو فار دس مارک آف ریسپیکٹ۔

عامر: عامر خان۔

ارشاد: آپ باقاعدگی سے فیکٹری آتے ہیں؟

عامر: جی۔۔۔ پورے پورے فوجی میں گیٹ پر ہوتا ہوں۔

ارشاد: اور سارا دن آپ شیخ پر بیٹھ کر صبح پھرتے ہیں اور ریسرچ میں حصہ نہیں لیتے۔

عامر: اس کا نام لینا ہر کام سے افضل ہے سر۔

ارشاد: یقیناً۔۔۔ یقیناً! اس میں کیا شک ہے لیکن اس میں ایک بڑا سا لیکن ہے۔

عامر: جی سر!

ارشاد: کہیں اندر سے۔۔۔ خیر چھوڑ دیجئے یہ حق تو نہیں پہنچتا کہ میں تمہیں کسی قسم کا مشورہ

دوں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں اس وقت کس قسم کی ایڈوائس درکار ہے کیونکہ

میں خود الجھا ہوا ہوں لیکن اگر تم مجھے اپنے پرائیویٹ مسئلے میں تھوڑی سی انٹرفیرنس کی

اجازت دو تو۔۔۔

عامر: جی ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔

ارشاد: کیا تم اللہ کو تلاش کر رہے ہو اس کی رضا کو ڈھونڈ رہے ہو کہ تمہارا کوئی اور مقصد ہے؟

عامر: (غصے سے) اور کیا مقصد ہو سکتا ہے سر!

ارشاد: Relax—Relax کبھی کبھی اصلی مقصد اپنی نگاہوں سے بھی چھپ جاتا ہے۔ نمائش کی

خاطر۔۔۔ دوسروں پر برتری جتانے کے لیے۔۔۔ اصلاح کا ارادہ لے کر کسی راہ پر چلنے

سے بھی اصل مقصد پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

عامر: اصلاح میں کیا برائی ہے سر؟

ارشاد: میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ اصلاح میں برائی ہے لیکن اس کے لیے خاص آدمی ہوتے

ہیں۔ ان کو اوپر سے توفیق ملتی ہے۔ وہ برسوں اپنی اصلاح کر چکنے کے بعد یہ راستہ اختیار

کرتے ہیں۔

Are you one of them?

عامر: پتہ نہیں سر!

ارشاد: جو آدمی خود اصلاح یافتہ نہیں، وہ دوسروں کو کیا تعلیم دے گا۔۔۔۔۔ جو خود Sure نہیں، وہ دوسروں میں تیقن کیسے پیدا کر سکتا ہے!

عامر: میں نے سوچا نہیں سر۔

ارشاد: دیکھو عامر! جس کے پاس دولت نہ ہو وہ سخی نہیں ہو سکتا۔ سخاوت کے لیے اچھے دل کی نہیں، بھرے خزانے کی بھی شرط ہے۔ جو آدمی تعلیم یافتہ نہیں، وہ کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ علموں بس کریں اور یار۔۔۔۔۔ جب علم ہے ہی نہیں تو بس کس بات کی۔۔۔۔۔؟

عامر: سر میں بڑا ہی پریشان تھا پچھلے دنوں۔۔۔۔۔

(یک دم منظر ڈزالو کر کے ہم ان دونوں کو لان میں چلتا دکھاتے ہیں۔ دونوں کے مکالمے سہرا مپوز کیجئے)

ارشاد: آئی سی!

عامر: جی میری بڑی بہن کو Divorce ہو گئی۔ وہ چار بچے لے کر گھر آ گئی۔ ابا میرے کو ہارٹ ٹریل ہو گئی اس واقعے کے بعد۔۔۔۔۔ اب میں آپ کو کیا بتاؤں سر ایک سیریز ہے ناکامیوں اور بد نصیبیوں کی۔

ارشاد: اور اگر چند لمحوں کے لیے سوچیں کہ یہ تکلیفیں رفع ہو جائیں۔۔۔۔۔ ہر طرف راوی چین ہی چین لکھے تو پھر۔۔۔۔۔ پھر اللہ کا پلا چھوڑ دو گے؟

عامر: (گھبرا کر) پتہ نہیں سر!

ارشاد: اللہ کا نام تکلیف میں لینا بڑی اچھی بات ہے، سب سے بڑی Solace ہے لیکن۔۔۔۔۔ پھر ایک بڑا لیکن ہے عامر خان!

عامر: کیا سر؟

ارشاد: اللہ کے نام کو آپ سکون کے لیے تو استعمال کر سکتے ہیں لیکن Evasion کے طور پر اسے نہیں برت سکتے۔

عامر: لیکن میں تو سر۔۔۔۔۔ ایسا نہیں کر رہا۔

ارشاد: جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، جب تم نے ریسرچ میل جو آن کیا تھا تمہارے ایم ایس سی کے امتحان مکمل نہیں ہوئے تھے۔

عامر: جی سر۔۔۔۔ ایک پرچہ رہتا ہے۔

ارشاد: ادھورے کاموں سے ادھورے نتیجے نکلا کرتے ہیں عامر! زندگی کا مقصد ذمہ داری ہے

۔۔۔۔ اور سب سے بڑی ذمہ داری اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے۔ Are you ready for it?

عامر: ہو جاؤں گا سر! میں لگا ہوا ہوں، کوشش کر رہا ہوں۔

ارشاد: دیکھو عامر! میں قطعیت سے بات نہیں کر رہا۔ میرے مرشد کہا کرتے ہیں کہ عام طور پر اگر دل میں کوئی چور نہ ہو تو آدمی جلدی منزل طے کرتا ہے، اسی لیے امیر آدمی اگر تہیہ کر لے تو وہ بڑے دربار میں بہت کم عرصے میں پہنچ جاتا ہے۔

عامر: میں سمجھا نہیں سر!

ارشاد: بھائی غریب آدمی کے دل کے کسی کونے کھدے میں دولت کی محبت۔۔۔۔ آسائش کی

محبت۔۔۔۔ روشن مستقبل کی خواہش چھپی ہوتی ہے۔ وہ اس کے اوپر غلاف چڑھاتا ہے لیکن یہ چور نکلتا نہیں، کہیں دل میں بھیس بدل کر بیٹھ جاتا ہے۔ غریب عموماً ذہن پیر بن کر بیٹھ جاتا ہے، آگے نہیں بڑھ سکتا، یوانڈر شینڈ مائی پوائنٹ؟

عامر: ٹو سر!

ارشاد: اصلی بات دل سے آرزو نکالنا ہے۔ امیر کا امیری سے دل پُر ہو چکتا ہے، غریب کے دل

میں ابھی ہوس ہوتی ہے حاصل کرنے کی۔۔۔۔ خواہش کے بت آستخوں میں چھپائے رکھے ہیں تم نے کہیں۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کہیں فرسٹریشن تو نہیں تمہیں؟

عامر: کیا پتہ سر!

ارشاد: کوئی عورت؟ لڑکی؟ یہ بھی بڑا بت ہے۔ شام کو پاش پاش کر دو، صبح شیو کے وقت

سالم۔۔۔۔ آئینے میں پھر موجود ہوتا ہے۔

عامر: شاید سر!

ارشاد: بھائی کل سے رزق حلال کھاؤ، ایم ایس سی کے پرچے کی تیاری کرو اور دل میں جھگڑو

پھیر کر دیکھا کرو کہ دل میں کتنا گند اکٹھا ہو گیا ہے جو نظر نہیں آتا۔ عورت مرد کو کہیں

پہننے نہیں دیتی اور بچہ عورت کی راہ روکتا ہے۔۔۔۔ مرد عورت دونوں مارے جاتے ہیں۔

سوچو لو۔۔۔۔ سگریٹ بیچ گئے؟

عامر: جینک بچہ سر!

(سگریٹ لے کر ملتا ہے۔ اس سین کو دو عین حصوں میں تقسیم کرنا چاہے گا۔)

کبھی یہ دونوں لان پر کرسیاں ڈالے باتیں کر رہے ہیں، کبھی دونوں باغ میں ٹہل رہے ہیں اور ہر مرتبہ یہ دفتر میں ہی ڈالو کر کے واپس آ جاتے ہیں۔ اس کے لیے پر ڈیو سر بہتر جانتا ہے کہ وہ سین کو کیسے یکسانیت کا شکار ہونے سے بچائے گا)

کٹ

سین 7 ان ڈور دن

(ماں صوفے پر بیٹھی ہے۔ سکندر جینز اور چیک کی قمیص پہنے سامنے کھڑا ہے)

سکندر: جی میں سمجھ گیا ہوں جی!

ماں: کیا سمجھا بھلا؟

سکندر: میں نے ارشاد صاحب پر نگاہ رکھتی ہے۔ جہاں کہیں وہ جائیں انہیں فولو کرنا ہے۔ جس کسی شخص سے بات کریں ٹوٹ کرنا ہے۔

لیکن کیوں میں جی؟

ماں: اس سے تجھے مطلب؟ یہ لے پانچ ہزار روپیہ! بس مجھے پوری خبر لا کر دیا کر۔ اور غفلت نہ کرنا۔

سکندر: (روپے پکڑ کر) لیجئے پہلے تو غفلت ہو سکتی تھی اب ہرگز نہیں ہوگی میں جی۔ آپ بے فکر رہیں۔ وہاں جی ایک بات ہے۔

ماں: ہاں

سکندر: میری ماں یہاں ہے جی۔ ڈاکٹر بچے کا آپریشن بتاتے ہیں۔ غریب آدمی کیا کر سکتا ہے۔

ماں: اچھا بچاؤ بھی ہو جائے گا۔

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اپنی لمبی سیل کا ہاربا ہے۔ پیچھے سے ایک موٹر سائیکل اے فلو کر رہی ہے۔ پھر سکندر بیوی سے اس کے آگے آتا ہے ایک دور ہے پر کٹ کر موٹر سائیکل روکتا ہے اور ان میں کسی غریبی کو بچانے کی غرض سے آتا ہے۔

پاؤں کے بل بیٹھ کر موٹر سائیکل میں مصروف ہوتا ہے لیکن اس کا دھیان پیچھے آنے والی کار پر ہے۔ اب کار موڑ کاٹ کر ایک بائی لین میں جاتی ہے۔ کچھ لمبے بعد موٹر سائیکل اسے فلو کر تا ہے)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(جسٹ پنے کا وقت ہے۔ موچی رمضان اپنا سلمان پیک کرنے میں مشغول ہے۔ موچی کے پاس ہی نیچے ہو کر ارشاد بیٹھا ہے۔ اس کی ساری نشست میں عاجزی ہے۔ وہ دونوں باتیں کر رہے ہیں۔ کچھ لمحوں بعد سکندر جو ارشاد کی کار کو فلو کرتا ہے 'موچی کے لڑے پر آتا ہے اور اپنا پاؤں موچی کے لڑے پر رکھ کر پالش کرنے کو کہتا ہے۔ موچی اپنی صندوقچی کھولتا ہے 'پالش برش نکالتا ہے اور پالش کرنا شروع کرتا ہے۔ اب کمرہ ایسے زاویہ پر جاتا ہے کہ سکندر کے کھٹنے اور زانو سے ارشاد کا چہرہ اور موچی کا ہاتھ اور چہرہ نظر آتا ہے لیکن سکندر کے دھڑ کے اوپر کا حصہ نظر نہیں آتا)

موچی رمضان: اب بھائی جان دنیاوی تعلیم اور روحانی تعلیم کے درجات ہیں۔ جیسے دنیاوی تعلیم میں طالب علم پرائمری 'میٹرک' 'بی اے' 'ایم اے' کرتا ہے ایسے ہی سالک بھی پہلے طفل کعب ہوتا ہے 'پھر کئی امتحانات پاس کرتا ہے اور قدم قدم بڑھتا ہے' لیکن یاد رکھنا بھائی جان دنیا کی تعلیم میں کچھ کچھ تکمیل کی صورت ہے 'لیکن دین میں سب مسافر ہیں۔ سارے ہی فٹ پاتھ رلو گیر ہیں اور راستہ ختم نہیں ہوتا۔ جو ترک سیکھتا ہے اس کے لیے ترک ترک کی منزل کھڑی ہے۔ یہاں منزلیں ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ یہاں ثابت قدمی سے چلتے رہنا اور آگے بڑھنے کی توفیق مانگتے رہنا ہی تعلیم ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو بھائی جان دنیاوی تعلیم اور دینی تعلیم میں ایک واضح فرق اور بھی ہے۔ دینی تعلیم Snakes & Ladder کا کھیل ہے۔ آدمی بھی کبھی آخری سیرمی سے بھی پھسل جاتا ہے 'مگر پھسل والے حضرت جیسے علیہ السلام اور ہدایہ کی دعاؤں کے سہارے ستر پہلی منزل سے بھر شروع کرتا ہے۔ لیکن اگر میت جی ہو تو۔۔۔ میت پر انحصار ہے سارا

ساتھ ساتھ باپے پیغمبروں کی مانگی ہوئی دعاؤں کی کند ڈال کر پھر سیر می چڑھ جاتا ہے۔

(اب کیمروہ موجی اور ارشاد کو چھوڑ کر صرف سکندر کے چہرے پر مرکوز ہوتا ہے جس نے ٹھانا باندھ رکھا ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور رات

(ماں سوئی ہوئی ہے۔ اچانک اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ پتنگ سے اٹھتی ہے اور آہستہ آہستہ جیسے نیم خوابی کی حالت میں چلتی ہے۔ کیمروہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ ایسے میں گھر کا سارا گلیر نظر آتا ہے۔ آخر میں وہ سیر حیاں چڑھ کر اوپر والی منزل کا ایک دروازہ آہستہ سے کھولتی ہے۔ اندر کیمروہ زوم کر کے پتنگ پر جاتا ہے۔ بستر اتھل پتھل ہے اور اس پر ارشاد موجود نہیں۔ ماں اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی ہے اور زار و زار روتی ہے۔ اسی دوران ہیر کا یہ بند سپر امپوز کیجئے)

جس دا جن پتر سولہ لا بیضا دتا رب دا ماں سہہ گئی جے نی
جس دے سوہنے یار دے کن پائے اوہ تاں نڈھڑی چوڑ ہو گئی جے نی

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(عذر او بیہات میں ایک چارپائی پر بیٹھی ہے۔ اس نے سر پر چادر اوڑھ رکھی ہے اور بہت فیشن ایبل عینک لگا رکھی ہے۔ اس کے ارد گرد کچھ دیہاتی بچے اور عورتیں کھڑی ہیں۔ ایک فنی قسم کا عیار آدمی نہایت خوشامدی انداز میں کھڑا ہے)

ماں مائی باپ! جس وقت نبوب ویل ٹوتا ہے اسی وقت میں نے بی بی صاحب کو ٹیلی فون کڑ کایا ہے۔

خاک ٹیلی فون کڑ کایا ہے۔

آپ سرکہ ڈنر پر گئے ہوئے تھے۔

فنی

عذر او

فنی

عذرا: تو آپ کو خود آنا چاہیے تھا۔ ایوب کو بھیج دیتے — مجھے تار دیتے — دس دن سے
ثوب ویل بند ہے۔ آپ کو پتہ ہے فشی جی فصلوں کا کتنا ہرج ہو جاتا ہے اس طرح۔

فشی: ہاں جی۔

عذرا: ہاں جی کا کیا مطلب ہے!

فشی: غلطی ہو گئی سرکار!

عذرا: ابھی اسی وقت موٹر رکھوائیں جیب میں اور ساتھ چلیں۔

فشی: سرکار میں صبح تڑکے پہنچ جاؤں گا۔ میری بچی شہدی سخت بیمار ہے۔

عذرا: پھر صبح تڑکے کا وعدہ یاد رکھنا۔

فشی: لوجی بی بی صاحب 'میری اپنی فصلیں پیاسی کھڑی ہیں۔

عذرا: چلے رکھو ایسے موٹر پلیز! (گھڑی دیکھ کر) مجھے خود دیر ہو رہی ہے۔

فشی: کچھ راشن پانی کے لیے دے جاتے بی بی صیب!

عذرا: جب آئیں آپ کی طرف کچھ دینا ہی نکلتا ہے، کبھی آپ مجھے بھی رقم وقت پر پکڑا دیا
کریں ٹھیکے کی۔

فشی: ٹو سرکار! بادشاہوں کو کیا ضرورت ہے!!

عذرا: بادشاہوں کو تو بھلا کوئی خرچے ہی نہیں ہوتے۔ لیجئے پانچ ہزار ہیں۔

فشی: اللہ بی بی صیب کے خزانے بھرے رکھے۔ دنیا و دین کا بھلا — اللہ مولا کرم کرے —
فضل کرے —

کٹ

سین 12 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنی کار میں جا رہا ہے۔ دور اسے لہجا محمد ارجمند پھر تا نظر آتا ہے۔ وہ
لیجے کے قریب جا کر کار روکتا ہے۔ اس میں سے اترتا ہے اور لیجے کی طرف جاتا
ہے۔ اس وقت سکندر موٹر سائیکل پر پاس سے گزرتا ہے۔ تھوڑی دور جا کر مڑتا
ہے۔ جس وقت لہجا اور ارشاد باتیں کر رہے ہیں قریب سے گزر جاتا ہے۔ گیت
جاری ہوتا ہے۔

تمہارے من چلے کا سودا ہے یہ کھانا اور میٹھا

لبھا خاکروب کی اٹھائی ہوئی دھول میں دونوں کھڑے باتیں کر رہے ہیں)

ارشاد: آپ کو کچھ ملا بھاجی؟

لبھا: ملاجی، ضرور ملا (سینے پر ہاتھ مار کر) میں کوئی مکر تا ہوں۔

ارشاد: کیسے ملا سرکار۔۔۔۔۔ کس طرح؟

لبھا: جیسے آپ ملے بھاجی! اپنی مرضی سے، اپنی طلب سے، موثر کار سے اتر کر۔۔۔۔۔ چابیاں

گھماتے آئے، میں نے کہا او آیادو لبھا۔۔۔۔۔ درشن دینے۔۔۔۔۔

ارشاد: اور اس کے درشن بھی ہوئے؟

لبھا: اس کے بھی ہوئے۔ سوہنے نے آپ بلا کر کہا۔۔۔۔۔ آج سے تیرا نام لبھا۔۔۔۔۔ لبھا موجاں

کر۔۔۔۔۔ جندرے توڑتے دالاں وچ وڑجا۔

ارشاد: اب آپ موجیں کر رہے ہیں۔۔۔۔۔!

لبھا: بالکل موجاں! بارہ سال کی ٹھک گئی تھی۔ دس سال پورے ہو گئے، دو سال باقی رہ گئے۔

موجاں ای موجاں۔ لکھے خاکروب کیاں موجاں ای موجاں۔

ارشاد: بارہ سال کی سزا کیوں ہو گئی؟

لبھا: غلطی ہو گئی تھی۔

ارشاد: کیسی غلطی؟

لبھا: وجود کی غلطی! سائیں نے فیصلہ دے کے لبھا خاکروب نام رکھ دیا۔ سرکاری جھاڑو مل گیا۔

مٹی دھوڑ مقامفت! رونا اٹھ پہر دا جمونگے وچ (نعرہ مار کر) آہا بابا لبھا خاکروب!

ارشاد: اس سے پہلے حضور کا کیا نام تھا؟

لبھا: (آنکھیں ڈبڈبا کر) کس سے پہلے؟

ارشاد: دس سال پہلے؟

لبھا: دس سال پہلے۔۔۔۔۔ دس سال پہلے؟ (آنسو جاری ہو جاتے ہیں) دس سال پہلے تو میں

کچھ بھی نہیں تھا، راولپنڈی کا سنیارا۔ بالکل بے حیثیت معمولی آدمی! وجود کی غلطی

ہو گئی۔ مرشد نے بارہاں سال کی سزا بول دی۔ سرکاری جھاڑو مل گیا (جھاڑو چومتا ہے)

مٹی گھٹا مقامفت! آٹھ پہر دارو نامرنا جمونگے میں (جھک کر جھاڑو دینا شروع کر دیتا ہے اور

ساتھ ہی میاں محمد صاحب کا مصرعہ گاتا ہے)

میں گلیاں دا کوڑا روڑا تے میل چڑھایا سائیاں

(ارشاد دیکھتے کا دیکھتا رہ جاتا ہے)

میں جو آپ کے ہنگامے پر آتا۔۔۔ کوئی دربان اندر جانے دیتا، کوئی چہرہ اسی اندر اطلاع دیتا
حضور کو۔۔۔ کھڑے کھڑے نکال دیتا (ہنستا ہے) سرکار دے دربار پہنچنا آسان ہے؟
آپ کے پیدا ہو گئی۔۔۔ آپ خود آگئے کار کی چابیاں گھماتے۔۔۔ ایسے دولہا ملا۔۔۔
ارشاد: تو پھر آپ کہتے ہیں خدا آپ کو ملا۔

لبھا: ہاں جی ملا۔۔۔ خوب ملا۔ ہک سے آکر لگا یہاں سینے سے جیسے آپ ملے سرکار۔

ارشاد: لبھا صاحب! میں سمجھا نہیں اب بھی۔

لبھا: جیسے کتے کو مالک ملتا ہے صاحب جی! مالک کی مرضی سے، کتے کی مرضی سے نہیں۔ اوپر
والے کو میلے لمبے پر ترس آ گیا۔ پالنے ہارنے سوچا لبھا کو چل کر ملیں، اس کی مرضی سے
سرکار۔ میری کیا مجال اسے ملوں۔ میں کون ہوتا ہوں اس کو ملنے والا۔۔۔ گندی جوتی،
میلے کپڑے، سر سے پاؤں تک کو جا، گند میں لتھڑا ہوا۔ لو سرکار اس کا جوتی چاہے کرے،
بے پرواہ ہے۔ بے حساب سرکار۔ (ہنستا ہے) لوجی پوچھتے ہیں لبھا تجھے رب کیسے لبھا۔
(ہنسے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور دن

(ایک مجسمہ میں عذرا سفر کر رہی ہے۔ مجسمہ میں کوئی خرابی ہوتی ہے۔ ڈرائیور
اتر کر انجن دیکھتا ہے۔ پھر آکر بیگم سے کہتا ہے:)

عذرا: کیا ہوا؟

ڈرائیور: پمپ نوٹ کیا ہے۔

عذرا: کیا مطلب؟

ڈرائیور: جی اے ایئر کر ویلڈ کرتا ہے گا، پھر گاڑی آگے جاسکے گی۔

عذرا: کتنی دفعہ جہیں کہا ہے اسلم کہ تیل پانی چیک کر کے شہر سے باہر نکلا کرو۔
اسلم: جی سارے کچھ چیک کر کے نکلا تھا۔

عذرا: ایچ بی اے نہیں جہیں کس نے لائسنس دے دیا ہے۔ اتنی بڑی محفلہ لیتے ہو ایچ
ٹا سے پادروں کی گلی کی ٹور یہ کر تو ت ہیں تمہارے۔ پھر سے جا کر دیکھو۔ کچھ ہو سکتا
ہے تو کرو۔ آجاتے ہیں وہاں سے ڈرائیور ہٹے۔ کچھ نہیں بن سکتا پاکستان کا، جب تک

لیبر کلاس کا یہ حال ہے۔

(ڈرائیور جاتا ہے۔ اب عذرا بڑے غصے کے ساتھ موبائل ٹیلی فون پر نمبر ملاتی ہے۔ دو تین نمبر ملانے کے بعد مطلوبہ نمبر ملتا ہے۔)

عذرا: ہیلو۔۔۔۔۔ جی میں عذرا سلمان بول رہی ہوں۔ شکر ہے آپ کی ڈائریکٹ لائن مل گئی۔۔۔۔۔ جی جی ایمرجنسی سی ایمرجنسی۔۔۔۔۔ میں تو پھنس گئی ہوں۔ میں تو کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتی ارشاد صاحب لیکن شجاع کا نمبر نہیں مل رہا۔ جی ہاں۔۔۔۔۔ میں ملتان روڈ پر لاہور سے قریب اڈس میل دور۔۔۔۔۔ اس ایڈیٹ ڈرائیور نے۔۔۔۔۔ بالکل اوپر سے شام پڑ رہی ہے بالکل۔۔۔۔۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ تھینک یو۔۔۔۔۔ ذرا جلدی آجائیں بڑی گرمی ہے۔
کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور کچھ لمحے بعد

(ارشاد کے ہاتھ میں فون ہے۔ سامنے مومنہ عدیل کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفید لفافہ ہے۔ وہ کچھ سچی کچھ جھوٹی سی نظر آ رہی ہے۔)

ارشاد: نہیں نہیں۔ میں خود آ جاتا ہوں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں۔ آپ ڈرائیور کے ساتھ آنا نہیں چاہتیں؟ نہیں نہیں فکر نہ کریں آئی ایم کمنگ۔۔۔۔۔ (فون رکھتا ہے) ہاں

بھئی اب تمہارا کیا پروہلم ہے؟

مومنہ: سر پروہلم نہیں ہے۔

ارشاد: کیا ہے!

مومنہ: سر یہ رقم ہے۔

ارشاد: (جیسے سب کچھ بھول چکا ہے) رقم؟ کون سی رقم۔۔۔۔۔

مومنہ: سر وہ آپ نے میری مدد کی تھی دو ہزار روپے دیئے تھے مجھے۔

ارشاد: بیٹھے بھلا آپ کھڑی کیوں ہیں۔ میں نے آپ کی مدد کی تھی؟ نہیں بھائی آپ کو غلطی

لگی ہے۔ جو آدمی اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ کسی اور کی کیا مدد کرے گا معصومہ۔

مومنہ: مومنہ سر!

ارشاد: سوری!

مومنہ: یہ سر وہ ہزار نہیں ہیں آدمی رقم ہے۔۔۔۔۔ آدمی میں اگلے مہینے دے دوں گی۔

ارشاد: بات یہ ہے مومنہ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ As a matter of fact مجھے کسی بھی رقم کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے۔ یہ رقم میرے کام کی نہیں اور دوسری رقم کا کھاتہ نہیں کھلتا۔

مومنہ: یہ کیسے ہو سکتا ہے سر کسی کو Money کی ضرورت نہ ہو!

ارشاد: ہوتا ہے کبھی کبھی۔۔۔۔۔ Not often۔ جب کسی چیز کی زیادتی ہوتی ہے تو پھر اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ ہوتا ہے کبھی کبھی۔ لیکن یہ پیسے میں نہیں لے سکتا واپس۔

مومنہ: سر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ رقم واپس لے لیں گے۔

ارشاد: آئی ایم سوری میں یہ رقم نہیں لے سکتا۔

مومنہ: اچھا سر آپ اس طرح کریں یہ ہزار واپس لے لیں اور مجھے ایک ہزار اپنے پاس سے اور قرض دے دیں۔ ایسے میں آنر ایبل محسوس کروں گی۔

(ارشاد لفافہ پکڑتا ہے اور دراز سے پرس نکال کر ایک ہزار کا نوٹ دیتا ہے۔)

ارشاد: آئی ایم سوری مسز مومنہ۔۔۔۔۔ مومنہ؟

مومنہ: مومنہ عدیل سر!

ارشاد: ہاں مومنہ عدیل مجھے ضروری جانتا ہے۔ ایکس کیوز می!

مومنہ: سر۔۔۔۔۔؟

ارشاد: فرمائیے۔

مومنہ: وہ جی بات یہ ہے کہ میں ماڈل گرل نہیں تھی۔ سٹور میں یہ میرا پہلا جوب ہے۔ زندگی میں پہلا جوب!

ارشاد: تو آپ نے مجھے غلط انفرمیشن کیوں دی۔۔۔۔۔؟

مومنہ: وہ سر میری ایک فرینڈ ماڈل گرل ہے۔ وہ کہتی تھی کہ ماڈل گرل کا جوب گلیمرس ہوتا ہے جلدی نوکری مل جاتی ہے۔ لوگ سارٹ لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔

ارشاد: آپ کا اصلی نام مومنہ عدیل تو ٹھیک ہے ناں۔۔۔۔۔؟

مومنہ: کیوں نہیں سر۔۔۔۔۔ پہلے میرا نام مومنہ ابراہیم تھامی۔

ارشاد: مومنہ ابراہیم۔۔۔۔۔ You were married twice?

مومنہ: نہیں سر! میرے الہامی کا نام ابراہیم تھا۔

ارشاد: (سر ہلکا کر) پتہ نہیں مومنہ آپ کا کئی کئی بار سے شروع ہوتا ہے اور جھوٹ کہاں ختم ہوتا ہے۔

مومنہ: سر کبھی کا یہ حال ہے۔

ارشاد: اچھا بھی مجھے ذرا جلدی ہے۔۔۔۔!

(پاس سے گزرتا ہے۔ مومنہ اسے مسکرا کر دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کینال ویو کے قریب نہر پر کار میں جا رہا ہے۔ اچانک موٹر سائیکل پر ایک ڈاکو اسے فلو کر نے لگتا ہے۔ یہ ڈاکو چہرے پر رومال باندھے ہوئے ہے۔ وہ کبھی کار کے آگے موٹر سائیکل لے جاتا ہے، کبھی پیچھے سے فلو کرتا ہے۔ یہ بھرپور Chase Scene ہے۔ کچھ فاصلے پر جا کر وہ عین سڑک کے وسط میں موٹر سائیکل روک کر پستول نکالتا ہے اور ارشاد کی گاڑی کو روکتا ہے۔ ارشاد کار روکتا ہے۔ ڈاکو قریب جاتا ہے اور ارشاد کو نکلنے کا اشارہ کرتا ہے۔ ارشاد دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر نکلتا ہے۔ ڈاکو کار کی چابی نکال کر اپنی جیب میں ڈالتا ہے۔ پھر پرس ارشاد کی جیب سے نکال کر اپنی ہپ پاکٹ میں ڈالتا ہے۔ اس وقت ایک ریزھا پہنچتا ہے۔ اس پر ریزھا چلانے والے کے علاوہ موچی بھی سوار ہے۔ وہ ریزھے پر سے چھلانگ لگا کر ڈاکو پر حملہ کرتا ہے۔ اب ڈاکو اور موچی میں لڑائی ہوتی ہے۔ ساتھ ارشاد بھی شامل ہوتا ہے۔ آخر میں موچی ڈاکو کو پسپا کر کے چت کرتا ہے۔ اس وقت اس کار رومال چہرے سے اترتا اور نظر آتا ہے کہ وہ بالکل موچی کا ہم شکل ہے۔ جس وقت ڈاکو چت لینا ہے اور موچی کا پاؤں اس کے سینے پر ہے، ارشاد اس کی جیب سے چابیاں اور پرس نکالتا ہے۔ ارشاد حیرانی سے کبھی ڈاکو اور کبھی موچی کو دیکھتا ہے۔ پھر وہ حیران ہو کر سر جھٹکتا ہے۔ اب تصویر سنبل ہوتی ہے اور چند ٹائپے ایسے ہی رہتی ہے۔ پھر ارشاد دیکھتا ہے کہ ڈاکو تیز بھاگا جا رہا ہے اور ریزھا بھی کافی دور ہے جس پر اس کا موچی استاد جا رہا ہے۔ ارشاد اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اس کے سارے کپڑے لمبو میں لت پت ہیں اور جا بجا قمیص پھٹ چکی ہے۔ ارشاد حیرت میں ہے کہ بھاگنے والا ڈاکو اور موچی دونوں ایک ہی شخص نظر آتے ہیں۔ موچی اور ڈاکو کا رول ایک ہی شخص ادا

کرے گا اور ساری فائٹ اور منظر کی تشکیل بڑے سلیقے سے ایسے کی جائے گی جیسے یہ سب کچھ خواب میں ہو رہا ہے۔ یہ منظر دو تین منٹ سے ہرگز کم نہ ہوگا۔ پروڈیوسر صاحب کسی فائٹ ماسٹر سے رجوع فرمائیں اور بڑی تکنیک سے اسے فلما لیں۔ (شکریہ)

کٹ

سین 16 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ڈرائنگ روم میں ماں تسبیح لیے صوفے پر بیٹھی ہے اور آنکھیں بند کر کے تسبیح پھرنے میں مشغول ہے۔ یکدم دروازہ کھلتا ہے اور ارشاد خونی لباس میں اندر داخل ہو کر بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتا ہے۔ ماں چونک کر گھبراتی ہے اور ارشاد کے پیچھے چلاتی ہوئی جاتی ہے۔ کیا ہوا ارشاد۔۔۔۔۔ ارشاد بیٹے یہ خون کیسا ہے۔۔۔۔۔ ارشاد ارشاد۔۔۔۔۔ دونوں سیڑھیاں چڑھ جاتے ہیں۔)

کٹ

سین 17 ان ڈور وہی وقت

(ارشاد اپنے بیدروم میں بھاگ کر داخل ہوتا ہے اور اندر جا کر غسل خانے میں منہ دھو رہا ہے۔ اس کے پیچھے اس کی ماں آتی ہے۔ منہ دھونے کے بعد ارشاد باہر نکلتا ہے۔ وہ بڑی جلدی میں قیص بدلتا ہے اور پھر تیزی سے باہر نکل جاتا ہے۔ وہاں کی باتوں کا گھبرا کر کچھ جواب دیتا ہے کچھ نظر انداز کرتا ہے۔)

ماں: کیا ہوا میرے بیٹے۔۔۔۔۔؟

ارشاد: کچھ نہیں ماں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوا۔

ماں: لیکن تیرا یہ حال۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہوا؟

ارشاد: حملہ ہو گیا کارپ۔۔۔۔۔ شکر ہے جان بچی گئی۔

ماں: تجھے چوٹ تو نہیں آئی۔۔۔۔۔؟

ارشاد: شکر ہے وہ آپہنچے ورنہ کار بھی جاتی پرس بھی۔۔۔۔۔ اور شاید آپ کا بیٹا بھی۔۔۔۔۔!

- ماں: کون آپہنچے؟ ارشاد تو مجھے بتاتا کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ۔۔۔۔۔؟
- ارشاد: بدو گاراماں۔۔۔۔۔ ہادی۔۔۔۔۔ رہنا آپہنچے۔
- ماں: کس نے حملہ کیا تجھ پر ارشاد؟ کون تھا وہ۔۔۔۔۔؟
- ارشاد: یہ مجھے کیا پتہ اماں کون تھا وہ! چہرے پر رومال بندھا تھا اور۔۔۔۔۔ موٹر سائیکل پر سوار تھا۔۔۔۔۔!
- ماں: موٹر سائیکل پر سوار تھا۔۔۔۔۔!
- ارشاد: ہاں ماں۔۔۔۔۔ کئی دن سے مجھے لگ رہا تھا کوئی مجھے فولو کر رہا ہے۔
- ماں: موٹر سائیکل پر تھا وہ۔۔۔۔۔!
- ارشاد: مجھے جلدی ہے ماں۔۔۔۔۔ پھر کسی وقت باتیں کریں گے۔ شکر کریں ارشاد بچ گیا۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔
- ماں: (اپنے آپ سے) موٹر سائیکل پر تھا وہ! موٹر سائیکل پر۔۔۔۔۔
- کٹ

دن

آؤٹ ڈور

سین 18

- (ارشاد کار چلاتا ہوا وہاں پہنچتا ہے جہاں بکیر و کھڑی ہے۔ ڈرائیور باہر کھڑا ہے اور عذرا اندر بیٹھی ہے۔ ارشاد پاس پہنچ کر کار سے اترتا ہے۔ عذرا بھی اترتی ہے۔)
- عذرا: (اترتے ہوئے) بھئی کمال کر دی آپ نے ارشاد صاحب! سو کتنے ہی ڈال دیا۔ لگتا ہے آج سارے شہر کے ٹیلی فون خراب ہیں۔
- ارشاد: شکر کیجئے میں آگیا۔۔۔۔۔!
- عذرا: (پلٹ کر ڈرائیور سے) تم اسلم! بچن کا پرزہ ٹھیک کروا کے آ جانا۔
- ارشاد: اسے ساتھ لے چلیں۔ میں کوئی مسٹری بھیج دوں گا۔
- عذرا: نہیں نہیں 'He will manage'۔ جلدی آ جانا اسلم!
- (کار میں فرٹ سیٹ پر بیٹھی ہے۔ ارشاد کار روانہ کرتا ہے۔)
- کٹ

سین 19 ان ڈور شام کا وقت

(ماں بہت پریشان کھڑی ہے۔ اس کے سامنے شجاع بیٹھا ہے۔ ماں پریشانی کے عالم میں بول رہی ہے۔)

ماں: اب میں کیا بتاؤں شجاع۔۔۔۔!

شجاع: نہیں آنٹی جی آپ کو تو کچھ پتہ ہو گا کہ وہ اس وقت ہے کہاں۔۔۔۔؟

ماں: کبھی مجھے کچھ بتاتا ہو تب ناں۔۔۔۔

شجاع: اگر کوئی سیریس بات ہوتی تو وہ مجھے اطلاع کرتا۔

ماں: اب پتہ نہیں تم کس بات کو سیریس سمجھتے ہو۔ اس کی ساری قمیض لہو سے لت پت تھی۔

شجاع: عجیب آدمی ہے۔ ایک تو آنٹی جی اس راہن ہڈ کو ایڈونچر کا اتنا شوق ہے۔۔۔۔

(جلدی جلدی فون ملاتا ہے۔)

ماں: جانے کہاں گیا ہے!

شجاع: یہ کوئی اچانک حادثہ نہیں ہے۔ جب وہ کہتا ہے ایک آدمی اسے کئی دنوں سے فلو کر رہا تھا

تو یقیناً یہ Planned کھیل ہے۔ جانے اس کے پیچھے کیا سیکم ہے۔۔۔۔!

ماں: (یکدم صوفے میں دھنس جاتی ہے) موٹر سائیکل پر سوار آدمی۔۔۔۔ کئی دن سے۔۔۔۔ اوہ مائی گاڈ!

شجاع: (فون پر) ہیلو۔۔۔۔ کون۔۔۔۔ بھائی پی اے صاحب کو بلائیں۔ نہیں ہیں؟ ڈائریکٹ لائن

پر بھی کوئی نہیں۔ ارشاد صاحب کہاں ہیں؟ میں کوئی بھی بول رہا ہوں، دیکھ کر بتاؤ

ارشاد صاحب دفتر میں ہیں کیا؟ ارشاد صاحب۔۔۔۔ میں فراہمی تو نہیں بول رہا۔۔۔۔

ارشاد صاحب۔۔۔۔

کٹ

سین 20 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اور عذرا گارے جا رہے ہیں۔ عذرا فلٹ کرنے کے موسم میں نظر آتی ہے۔)

ارشاد: تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ڈاکو اور میرے رہنما کی ایک شکل تھی جیسے وہ دونوں جڑواں

بھائی ہوں۔ ایک ہی شکل، ایک ہی قد، ایک ناک نقشہ۔۔۔۔

عذرا: پتہ ہے ارشاد صاحب، یا تو آپ دیر سے آنے کے لیے مجھے یہ کاک اینڈ بل سنوری سنا رہے ہیں یا پھر آپ کو Hallucination ہوئی ہے۔ آج کل ویسے بھی پولیوشن کی وجہ سے Hallucination عام ہے۔

ارشاد: تو آپ سمجھتی ہیں کہ نہ مجھ پر حملہ ہوا نہ مجھے کوئی بچانے آیا۔ یعنی سب کچھ نظر کا دھوکا ہے۔ یہ سارا واقعہ۔۔۔۔

عذرا: میں نے عجیب بات نوٹ کی ہے ارشاد صاحب! آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو بہت وقت ضائع کر دیتے ہیں غلط باتوں میں، اصل بات Cue نہیں پکڑتے۔

ارشاد: وہ بھی یہی کہتے ہیں!

عذرا: وہ۔۔۔۔ وہ کون۔۔۔۔!

ارشاد: حضرت محمد حسین صاحب پوسٹ مین!

عذرا: آریو آل رایتھ ارشاد؟

ارشاد: ہاں بالکل!

عذرا: ذرا کارروائیاں گے (ارشاد کارروکتا ہے) بڑا اچھا موسم ہے۔ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ کچھ دیر یہاں سسٹائیں، ٹینیسیں، باتیں کریں!

ارشاد: (نروس ہو کر) میں ضرور اترتا عذرا۔۔۔۔ لیکن آج مجھے مارتھا کا فون آنے والا ہے۔ میں گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔

عذرا: (ناراض ہو جاتی ہے) میں نے تو سنا تھا کہ آپ نے مارتھا کو طلاق دے دی ہے۔۔۔۔

ارشاد: بلکہ اس نے مجھے طلاق دے دی ہے۔

عذرا: تو پھر آپ کیوں اس کے فون کا انتظار کر رہے ہیں؟

ارشاد: اس نے طلاق دی تھی، یہ نہیں کہا تھا کہ وہ فون نہیں کرے گی۔ نہ ہی میں نے عہد کیا تھا کہ میں اس کا فون نہیں سنوں گا۔

عذرا: ارشاد صاحب!

ارشاد: جی ارشاد!!

عذرا: آپ بڑے Elusive ہیں۔ یہی بات آپ میں بڑی بڑی بھی ہے اور یہی Attract بھی کرتی ہے۔ پتہ ہے اسے کلو میٹر کا ساتھ رہا آپ نے ایک بار بھی مجھے نہیں بتایا کہ میں کتنی غور و خوض ہوں۔

ارشاد: کیا مجھے بتانا چاہیے تھا؟ کیا آپ کو معلوم نہیں۔۔۔؟
 عذرا: شاید معلوم تو ہے۔۔۔ لیکن میں آپ کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔
 کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(ڈاکہ محمد حسین لفافوں پر مہر لگا رہا ہے۔ کھڑکی کے سامنے ارشاد ساجت کے انداز میں کھڑا ہے۔)

ارشاد: حضور اس کی شکل بالکل آپ جیسی تھی۔
 محمد حسین: ہاں تو پھر؟

ارشاد: تو۔۔۔ میں سمجھ نہیں پارہا حضرت! ڈاکہ کو بھی وہی۔۔۔ اور بچانے والا بھی وہی۔
 محمد حسین: پھر کہتے ہو سرتاواں لکھ دوں۔۔۔ مہر بھی لگا دوں۔۔۔ رجسٹری بھی کر دوں۔ اوہ بھائی مارنے والا بھی وہی ہے جو زندگی بخشے والا ہے۔ وہی رحیم و کریم ہے اور وہی قہار و جبار ہے۔۔۔ وہی کشتی ہے اور وہی بھنور ہے۔ تم سے اسحق ساری عمر کانٹے چننے میں بسر کرتے ہیں اور کانٹے ہی کو زندگی سمجھتے ہیں گلاب تک پہنچ نہیں پاتے۔ کبھی گلاب بھی کانٹوں سے جدا ہوا؟ کبھی رات بھی دن سے پچھڑی ہے۔۔۔؟
 ارشاد: سمجھ گیا سرکار! سمجھ گیا۔

محمد حسین: کچھ نہیں سمجھ نہ ہی سمجھ سکو گے ساری عمر۔۔۔ تم رنگ دیکھتے ہو ابھی حالانکہ جلی کا کوئی رنگ نہیں۔۔۔ سارے رنگوں کے مجموعے کا نام جلی ہے۔
 ارشاد: میرا دعوت نامہ لکھ بھیجے سرکار!۔۔۔

محمد حسین: تیار! دعوت نامہ۔۔۔ ارے بے وقوف! مہمان۔۔۔ اور وہ بھی شان والا۔۔۔ معمولی مہمان کے لیے سو صفائی ستھرائی ہوتی ہے، علیحدہ کمرہ تیار کیا جاتا ہے۔۔۔ پھر وہ سارا گھر خالی کر دیا کرتا ہے۔ وہ کب کسی اور کے ساتھ رہتا ہے مکان میں۔ کر لیا گھر خالی۔۔۔ ہو گئی سفیدی پالش۔۔۔ تیار ہو گئی ساری؟

ارشاد: جیسی کیسی حضرت کی تو ہے۔۔۔ کچھ کچھ۔۔۔
 محمد حسین: لے آئے دعوت نامے توڑے۔۔۔ کہتا ہے دعوت نامہ بھیج دو سرتاواں لکھ دو مہر لگا دو ایسے کیسے بچ۔۔۔ ایسے کیسے؟ گھر خالی نہیں اور مہمان رکھے گا۔۔۔ ہٹ تیری کی۔۔۔

جا میرا وقت ضائع نہ کر۔۔۔۔ دنیا کے کتے جا چلا جا۔۔۔۔
کٹ

سین 22 ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت شاندار ڈرائنگ روم میں ماں پورے جلال میں کھڑی ہے۔ اس کے سامنے سکندر ہے جو ارشاد کو کار پر فلو کر رہا ہے۔ سکندر بالکل پسا حالت میں ہے اور ماں چڑھتی چلی جاتی ہے۔)

ماں: نمک حرام! اب میں سمجھی ہر روز تو مجھے آکر نت نئی کہانی سنا تھا۔ کبھی موچی کے پاس کھڑے تھے ارشاد صاحب۔۔۔۔ جی آج وہ خاکروب سے باتیں کرتے رہے۔ احمق گدھے کیا ارشاد جیسار نکس ابن رنکس ایسے لوگوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔۔۔۔!

سکندر: سرکار میں نے خود ان آنکھوں سے دیکھا۔
ماں: میں نے تیری ماں کا علاج کرایا۔ تجھے مکان خرید کر دیا۔ احسان فراموش اور تو نے حملہ کیا میرے بیٹے پر! تیری یہ مجال!!

سکندر: ماں جی میں نے حملہ نہیں کیا وہ کوئی اور چکر ہو گا ارشاد صاحب کا۔ آپ میری کھال کھنچو ادیں۔

ماں: وہ تو پولیس کھینچے گی۔ ہزاروں روپیہ میں نے تجھے دیا، کس لیے؟ اس لیے کہ تو ارشاد کو اکیلا پا کر اس سے پرس چھینے۔ دغا باز، فریبی!

سکندر: اگر میں ہی ڈاکو ہوں تو مجھے گولی سے اڑادیں ماں جی۔۔۔۔ لیکن میں وہ نہیں۔۔۔۔ وہ نہیں جو آپ سمجھتی ہیں۔ وہ کوئی اور تھا۔ میں پیچھے سے آ رہا تھا میں نے خود دیکھا ڈاکو کی شکل بھی وہی تھی اور ریزے والے کی بھی وہی۔ پتہ نہیں ارشاد صاحب کیا کر رہے ہیں ماں جی۔
ماں: (زبردست تمپڑ مارتی ہے) خبردار جو اب کبھی مجھے ماں جی کہا!

(بکدم تصویر مٹل ہوتی ہے۔)

قسط نمبر 3

pdf by *****M Jawad Ali

کردار

ارشاد :	ہیرو
موچی رمضان [رہبر۔ معرفت کی راہ میں ارشاد کی رہنمائی کرنے والے
چرواہا عبداللہ :	
ماں :	ارشاد کی والدہ
شجاع :	ارشاد کا دوست
بابا تحسین :	ساٹھ برس کا دبلا پتلا متقی پرہیزگار کارگر
جہاں آرا :	خوبصورت۔ بیس برس کی ہنس مکھ پھرتیلی لڑکی
جیون :	جوان بھولا اور خوبصورت
جیون کی ماں :	اماں وڈی۔ دوہرے بدن کی تیز زبان
چوہدری :	عمر پچاس سال، دراز قد، احمق کھلے دل کا مالک
چوہدرائیں :	عمر چالیس سال کے لگ بھگ۔ اجڑ شوقین مزاج
افسر (1)	
افسر (2)	

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(رمضان مہینے اپنے اڈے پر بیٹھا ہے اور گندی سی ڈبی سے پرانی رنگ آلود چورس برنجیاں نکال نکال کر ایک پرانی چپلی میں ہتھوڑی کے ساتھ ٹھونکے جاتا ہے۔ یہ چپلی کوئی اسے مرمت کے لیے دے گیا تھا۔ ڈائلاگ پر وقت زیادہ لگے تو وہ اپنی لکڑی کی صندوقچی سے ایک پرانا پتادہ نکال کر بھی اس چپلی میں ڈالے پھر اس کو لٹی لگا کر اندر جمائے اور پتادہ بڑا ہونے کی وجہ سے اس کو قینچی سے ارد گرد کاٹے لیکن توجہ ساری مکالمے پر رہے۔ ارشاد عقیدت مندی سے اس کے سامنے بیٹھا ہے اور اس کی بات غور سے سن رہا ہے۔)

رمضان: دیکھو بھائی جان! راستہ ایک ہی ہے اور راہ وہی راست اور سچی ہے جو سیدھی ہے۔ راہ کو غور سے دیکھو جیسے درخت پر بیٹھا کٹ بڑھتی گھاس میں کیڑے کو دیکھتا ہے۔ پھر اس راہ کو پرکھو۔۔۔۔۔ جانچو۔۔۔۔۔ آنکو۔۔۔۔۔ اس کو آزماؤ۔۔۔۔۔ چلو گزرو۔۔۔۔۔ پر تیاؤ۔ پھر اپنے آپ سے پوچھو۔۔۔۔۔ صرف اپنے آپ سے 'کسی اور سے نہیں۔ کسی اخبار' رسالے 'کالم یا ایڈیٹوریل سے نہ پوچھو۔۔۔۔۔ اپنے آپ سے پوچھو۔ اپنے آپ سے سوال کرو کہ آیا اس راستے کا کوئی دل بھی ہے یا نہیں۔

ارشاد: راستے کا دل؟

رمضان: اس راستے کا قلب ہے کہ نہیں۔

ارشاد: قلب؟

رمضان: اور قلب بھی چالو ہے کہ نہیں۔

ارشاد: چالو قلب۔۔۔۔۔؟

رمضان: دیکھو بھائی جان! راستہ تو چالو ہے ہی۔ لوگ آ رہے ہیں 'جار ہے ہیں۔ رک رہے ہیں' جھک رہے ہیں۔ راستہ تو چالو ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس راستے کا قلب بھی چالو ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو سبحان اللہ اس کو فوراً اختیار کر لو۔۔۔۔۔ مسافت طے کرنے لگ جاؤ اور اگر اس راستے کا کوئی دل نہیں ہے 'کوئی قلب نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو۔ اس سے الگ ہو جاؤ۔

ارشاد: حضور میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ گزرا۔

رمضان: وہ بھائی جان عجیب واقعات بھی گزرنے کے لیے ہوتے ہیں، گزر گیا ہو گا۔
 ارشاد: اس واقعے میں آپ ہی مجھے گھیرتے ہیں اور آپ ہی مجھے بچاتے ہیں۔ آپ ہی حملہ آور ہیں اور آپ ہی محافظ ہیں۔ آپ ہی سب کچھ ہیں۔
 رمضان: خود کوزہ و خود کوزہ کرو خود گل کوزہ۔

ارشاد: نہیں سر آپ کے دور وپ ہیں۔ آپ ہی مارنے کے لیے یورش کرتے ہیں اور آپ ہی لپک کر میری مدافعت کرتے ہیں۔ آپ میری زندگی اور سلامتی کی حفاظت فرماتے ہیں۔

رمضان: وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الہا!

ارشاد: کیا ایسے ممکن ہو سکتا ہے سر کہ یہ میری نظر کا دھوکا تھا۔۔۔۔۔ میرا وہم تھا۔

رمضان: دیکھو بھائی جان، نیوٹن کی فزکس تک تو اسے نظر کا دھوکا یا وہم انسانی سمجھا جاتا رہا، لیکن کو انٹیم مکینکس کے بعد ذرا مشکل ہو گیا ہے۔ میں تم سے تین مرتبہ کہہ چکا ہوں بھائی جان کہ اگر اپنے بابوں کی راہ پر چلنے کا شوق ہے تو تم کو سائنس سے گہرا لگاؤ پیدا کرنا پڑے گا۔

ارشاد: سائنس سے؟

رمضان: ساری سائنس سے نہیں تو کم از کم فزکس سے ہی۔ فزکس جب لطیف ہوتی ہے تو مینا فزکس بن جاتی ہے۔

ارشاد: کیا ہمارے بابوں کو فزکس آتی تھی سر؟

رمضان: ہمارے Mystics کے پاس بھائی جان اپنے تجرباتی اور آزمائشی عمل کا ایسا وسیع فریم ورک تھا جس میں آج کے دور کی ترقی یافتہ ترین طبیعیاتی تھیوری کو آسانی سے سمیٹا جاسکتا ہے۔

ارشاد: لیکن حضور کیا ان کو معلوم تھا کہ وہ جس رخ۔۔۔۔۔

رمضان: دنیا میں صرف دو صاحبان علم ایسے ہیں جو عمل کے اکھاڑے میں اتر کر علم حاصل کرتے ہیں بھائی جان۔۔۔۔۔ ایک سائینس دانوں کو اپنی اپنی لیبارٹری میں قلم بند ہو کے علم حاصل کرتا پڑتا ہے کتاب پڑھ کے نہیں۔۔۔۔۔ رسالہ پڑھ کے یا کالم لکھ کے نہیں۔ بات لیبارٹری میں منکشف ہوتی ہے اور علم حاصل ہوتا ہے تو الفاظ ان کا ساتھ نہیں دیتے اور ان کا بیان رک جاتا ہے۔ وہ کچھ بتا نہیں سکتے۔

ارشاد: ان کا بیان رک جاتا ہے حضور

رمضان: سائنس دانوں پر اللہ کا کرم یہ ہوا بھائی جان کہ انہوں نے الفاظ چھوڑ کر ہند سے پکڑ لیے اور Mathematical Equations میں اپنے کشف کا اظہار کرنے لگے۔ ہند سے لفظوں سے بازی لے گئے۔ سبحان اللہ! ہند سے لفظ سے محترم ہو گیا۔۔۔۔۔ معتبر ہو گیا۔۔۔۔۔

ارشاد: حضور آپ کون ہیں؟

رمضان: میں موچی ہوں بھائی جان۔۔۔۔۔ خاندانی موچی! میرے والد غلہ منڈی کے موچی تھے۔ میرے دادا قصور کے موچی تھیں۔۔۔۔۔ پڑدادا الج شریف میں جوتے کاٹنے کا کام کرتے تھے۔

ارشاد: سر کہیں آپ۔۔۔۔۔ وہ موچی تو نہیں؟

رمضان: نہیں بھائی جان! نہیں نہیں نہیں۔۔۔۔۔ میں وہ موچی نہیں بغداد کا موچی۔۔۔۔۔ یا جنگ کا موچی۔۔۔۔۔ یا وہ دوسرا یمنان کا موچی۔۔۔۔۔ وہ اور لوگ تھے۔ انہوں نے اپنا بھید چھپایا ہوا تھا بھائی جان۔۔۔۔۔ میرا تو کوئی بھید ہی نہیں۔ میں تو بلکہ موچی گیری چھوڑ کر زیادہ تر پالش کرتا ہوں۔

ارشاد: تو پھر اس دن آپ ہی مجھ پر حملہ آور ہوئے اور آپ نے ہی مجھے پھپھایا تھا اور وہ آپ ہی کا وجود تھا جس نے۔۔۔۔۔

رمضان: نہیں بھائی جان، نہیں! میں تو کہیں بھی نہیں تھا۔ Sub-Atomic لیول پر مادہ اپنے وجود کے ساتھ کسی خاص مقام پر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہوتا نہیں بھائی جان، بس ہونے کا ایک میلان سا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ رجحان سا ہوتا ہے۔ بس ایک احتمال کی سی صورت ہوتی ہے بھائی جان۔۔۔۔۔ یہ احتمال ایک موج بن جاتا ہے۔۔۔۔۔ اصل موج نہیں، آواز کی لہر یا پانی کی لہر جیسی۔۔۔۔۔ بس ایسی ہی خیالی سی موج اور پھر ایک بات کا خیال رہے۔۔۔۔۔ ایسے واقعات ماننے کے لیے نہیں ہوتے، سجانے کے لیے نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ اندر سمجھانے کے لیے ہوتے ہیں۔

(اچانک ایک لڑکا بیڑوں کا تھا لے موچی کے آگے بھاگتا گزرتا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا ہے: چھاپ، چھاپ۔ اس کے پیچھے اگزم بگزم دوسرے خوانچہ فروش بھی چھاپ، چھاپ، چھاپ پکارتے بھاگتے ہیں۔ رمضان موچی بھی خوفزدہ ہو کر اپنی صندوق میں جلدی جلدی چیزیں ڈال کر اس کی نوازا کا پتہ پکڑ کر بھاگتا ہے۔ کارپوریشن کے وردی والے کارندے ہیڈ لے کر اس کے پیچھے بھاگتے ہیں اور اس کے کندھوں پر اور کمر پر ہیڈ برساتے دیکھا کرتے ہیں۔ ارشاد اپنی جگہ پر بہت

بنا حیران و ششدر اس عمل کو دکھ بھرے انداز میں دیکھتا ہے۔)
فیڈ آؤٹ

سین 2 ان ڈور رات

(شجاع' ماں اور ارشاد تینوں لیونگ روم میں بیٹھے ہیں۔ ایک دم ارشاد کھڑا ہوتا ہے۔ سارے ہی بہت Tense ہیں۔)

ارشاد: زندگی کسی مقصد کے بغیر ایسی ہے ماں۔۔۔۔ اس بونگ جہاز جیسی ہے جو تیز رفتاری سے اڑا چلا جا رہا ہے لیکن اسے لینڈنگ گراؤنڈ کا علم نہیں۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ اسے کہاں اترنا ہے اور اس کی منزل کون سی ہے۔

شجاع: یا یہ تمہاری زندگی کے لیے کم ہے کہ تم تین فیکٹریاں چلا رہے ہو۔ اپنی بوڑھی ماں کو لک آفٹر کر رہے ہو۔ یہ مقصد حیات کم ہے کہ اپنے بچوں کو پیسہ بھجوا رہے ہو لندن میں۔۔۔۔ چھوڑی ہوئی مارتھا کو پال رہے ہو۔۔۔۔ سینکڑوں مزدوروں کو روٹی کھا رہے ہیں۔

ارشاد: عام انسان کے لیے بچپن میں کھیلنا کودنا، کھانا پینا کافی ہوتا ہے۔ جوانی میں محنت اور محبت کا سفر اسے بھرا رکھتا ہے لیکن کچھ لوگ ہم میں سے 'ہمارے ارد گرد Greater Meaning of Life کے لیے بھی ترستے ہیں۔ وہ خود اپنے تجربے سے جاننا چاہتے ہیں کہ زندگی کیا ہے اور انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔

ماں: ارشاد!

ارشاد: (ایک دم مودب ہو کر) جی ماں جی۔

ماں: کیا تو لندن واپس جانا چاہتا ہے؟

ارشاد: نہیں ماں!

ماں: کیا تو میرا بوجھ محسوس کرتا ہے؟

ارشاد: نہیں۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔

ماں: کیا تو سفر پر جانا چاہتا ہے۔۔۔۔ دور دراز کے ملکوں کی سیر کے لیے؟

ارشاد: نہیں ماں جی۔۔۔۔ یہ آپ سے کس نے کہا؟

ماں: پھر یہ راتوں کو غائب رہتا۔۔۔۔۔ بھگتے پھرنا۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟

ارشاد: یہی تو مشکل ہے ماں! اس دنیا میں جانور 'چرند پرند' اپنا اپنا مقصد حیات ساتھ لے کر

آتے ہیں۔۔۔۔۔ بنا بنایا اور گھڑا گھڑایا مقصد حیات! وہ اسی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ انسان زیادہ تر جانور کی سطح اپنے لیے قبول کر لیتا ہے اور ویسی ہی زندگی بسر کرتا ہے۔

شجاع: تمہیں پتہ ہے تمہارا دماغی توازن ٹھیک نہیں۔ تم بیمار ہوؤ نہ ہی بیمار۔

ماں: شجاع!

شجاع: آپ چپ رہیں آنٹی جی۔۔۔۔۔ پتہ ہے ارشاد تمہیں ابھی کسی سائیکی ایٹ رسٹ کی ضرورت ہے۔ مار تھانے تمہیں اس حال کو پہنچا دیا ہے۔

ارشاد: میں مار تھا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اتنا سمجھوڑا۔ اس قدر چکر پھیریاں دیں۔ میں شکر گزار ہوں اس کا ورنہ میرا قلب نہ کھلتا۔

شجاع: گدھے یہ سب راج کھانے کی مستیاں ہیں۔ دولت کی زیادتی نے تمہارے دماغ کے بیج ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ تم شکر گزاری کے فن سے نا آشنا ہو گئے ہو۔

ماں: آہستہ شجاع آہستہ۔۔۔۔۔

شجاع: اگر پانچ منٹ اور یہ راہ راست پر نہ آیا تو میں اسے فزیکل Beating دوں گا ماں جی۔۔۔۔۔ کوئی بات ہے آپ کی جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔

ارشاد: ادبھائی! انسان کا سب سے بڑا المیہ نہ تو بھوک ہے نہ بیماری نہ غربت نہ جہالت نہ ہی دلی جذبات کو نہیں لگتا نہ ہی موت اس کا بنیادی المیہ ہے۔ اس کا سب سے گہرا دکھ صرف اس حقیقت سے آشنا ہو جانا ہے کہ وہ کیوں پیدا ہوا۔۔۔۔۔ کیوں Suffer کر رہا ہے۔۔۔۔۔ اور اتنا کچھ سینے کے بعد کس لیے مر جاتا ہے۔ کیا کوئی اس کا حساب کر کے انصاف کرنے والا ہے؟ کیا کوئی اس کو جاننے والا ہے؟ چل اچھا جانے دے تو نہیں سمجھ سکتا۔

ماں: کیا میں بھی تجھے نہیں سمجھتی۔

ارشاد: نہیں ماں! آخر آخر مجھ جیسا مسافر تنہا ہی چلتا ہے۔

شجاع: ایک بار صرف ایک بار۔۔۔۔۔ تو میرے ساتھ چل۔۔۔۔۔ ڈاکٹر اختر بڑا قابل سائیکی ایٹ رسٹ ہے۔ وہ تیری گتیاں سلجھا سکے گا۔

ارشاد: مشکل یہ ہے کہ اس کے پاس میرے سوالوں کے جواب نہیں ہیں۔ اگر میں اس کے ساتھ

Sittings کروں گا تو وہ بھی نفسیاتی علاج کرنا چھوڑ دے گا۔ اس کی تلاش بھی بدل جائے گی۔

ماں: تو چاہتا کیا ہے ارشاد۔۔۔۔۔ پھر بھی کیا چاہتا ہے تو؟

ارشاد: بقدر ضرورت دنیا کو ہاتھ میں رکھوں اور باقی سارا اچھا اپنے اوپر سے اتار دوں۔

ماں: مجھے بھی! میں بھی بوجھ ہوں تیرے لیے؟
 ارشاد: ہاں ماں! بد قسمتی سے اس سفر میں تجھے میں ساتھ نہیں لے جاسکتا۔
 (فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ ارشاد جا کر اٹھاتا ہے۔ شجاع اور ماں دیکھتے ہیں۔)
 ارشاد: ہیلو۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ (چونگے پر ہاتھ رکھ کر) لانگ ڈسٹنس کال! ہاں ہیلو مار تھا۔

How is Ibrahim? How are you my dear? Good.... How is
 Isac?..... Fine?..... I don't mind.... well.... Both are doing well. But
 Martha you can't come.... You can't live here.... maji lives with
 me.... this is not England.... There is no living together in my
 country. For Heavens sake, understand. Life patterns are
 different not the same. Bye!

(فون چونگے پر رکھ کر بے دھیان بیٹھ جاتا ہے۔)

ماں: کیا ہوا؟ کیا کہتی ہے مار تھا؟

ارشاد: پاکستان آنا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ اور میرے پاس رہنا چاہتی ہے کچھ دیر کے لیے۔

ماں: کیا کہا؟

ارشاد: ان کے ملک میں یہ عام بات ہے ماں۔۔۔۔۔ لوگ بغیر شادی کے ساتھ رہتے ہیں وہاں۔

ماں: اسی لیے تو تیرا دماغ پھر گیا ہے۔

ارشاد: ناں ماں۔۔۔۔۔ دوسروں کی مہربانیوں کا یہ جواب نہیں ہونا چاہیے۔ شاید اس کی نامہربانی
 نے آنکھوں سے پٹی اتار دی!

شجاع: سیدھی طرح سے بتا تو میرے ساتھ ڈاکٹر اختر کے پاس جائے گا کہ نہیں؟

ارشاد: (ہنستا ہے) تو بھی بھولا آدمی ہے شجاع! منزل کی تلاش کو تو بیماری سمجھتا ہے۔ یہی سیکھا
 ہے تو نے زندگی سے؟ بس اتنا ہی؟

(ماں رونے لگتی ہے)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(شہر سے دور گاؤں کے رستوں پر کار چلاتے ہوئے ارشاد ایک کھنڈر کے قریب

سے گزر رہا ہے جہاں کھولے کی دیوار کے ساتھ عبد اللہ گڈ ریا ٹھوڑی کے نیچے ایک درخت کی شاخ والی ڈانگ رکھ کر کھڑا ہے۔ آگے کو نکل جانے والا ارشاد اپنی کاربیک کرتا ہے اور جلدی سے کار سے برآمد ہو کر سیدھا گڈ رے کے پاس جاتا ہے پھر جھک کر اس کے قدم چھوتا ہے۔ عبد اللہ اسی طرح کھڑا رہتا ہے۔

عبد اللہ: بڑے دنوں کے بعد آیا بابو لوکا!

ارشاد: بس حضور! اس دنیا کے دھندے کچھ ایسے لمبے ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا۔ اچھا کام تو ایک طرف رہا بد کاموں کے لیے بھی وقت نہیں ملتا۔

عبد اللہ: شاباش۔۔۔ شاباش! پھر تو تو بازی لے گیا بابو لوکا! جھنڈی جیت گیا۔

ارشاد: وہ کیسے حضور!

عبد اللہ: بابو لوکا! اللہ فرماتا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا اور سبھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ارشاد: سبھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔۔۔!

عبد اللہ: لے ہے کسی کی مجال جو اللہ کی مرضی کے خلاف کر سکے۔ اس کے حکم سے نکل جائے۔ یعنی خدا نے عبادت کے واسطے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے۔ مرنے لگتا ہے۔۔۔

ارشاد: میں سمجھا نہیں حضور!

عبد اللہ: او میرا سوہنا! سیدھی بات کہ جو شخص جس کام میں ہے وہی اس کی عبادت ہے۔ لکڑہارے کی عبادت لکڑی کاٹنا اور میری عبادت بکریاں چراتا ہے۔ تیرا کام قلم چلانا ہے اور تیری گھر والی کا روٹی پانڈی کرتا ہے۔ یہی ہماری عبادت ہے اور اسی میں ہم خوش ہیں۔ لیکن جس نے اپنے پیشے میں خیانت کی اس نے اپنی عبادت میں ڈنڈی ماری۔ بس وہ مارا گیا اور وہ تباہ ہو گیا۔

ارشاد: اب میرے لیے کیا ارشاد ہے؟

عبد اللہ: تمہارے لیے کیا ارشاد ہوتا ہے بابو لوکا۔۔۔ تم خوش رہو، آباد رہو۔ یہی کام جو تم کرتے ہو یہی تمہارے لیے ٹھیک ہے۔

ارشاد: میرے کام میں ایمانداری نہیں۔۔۔ پاکہازی نہیں۔۔۔ منافقت اور شرک بہت ہے۔

عبد اللہ: دیکھ بابو لوکا! صرف وحدانیت شرک سے پاک ہے۔ وحدانیت کو سنے خیراں۔۔۔ ایمان جو چلتا ہے بابو لوکا تو شرک کی بھیڑ بھاڑ میں چلتا ہے۔ شرک کی منڈی اور شرک کے بھرے بازار میں چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر بے شرک کے اندر میرے

کے 'اس کا نور نظر نہیں آتا۔ اس کو اس بھیڑ سے گزرتا ہی پڑے گا۔ ڈرانہ کر! اپنے بڑوں کا نام لے کر اس بھیڑ سے گزرتا جا۔

ارشاد: چھٹی کے روز آپ کے ساتھ بکریاں چرانے آجایا کروں۔۔۔۔۔ نشتے میں ایک دن؟
عبداللہ: نہیں۔

ارشاد: مہینے میں ایک روز؟

عبداللہ: بالکل نہیں!

ارشاد: آپ ہی نے تو فرمایا تھا بکریاں چرانے والے کو نہ ماننے والے کے ساتھ رہنے کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ میں یہ علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپوزیشن کے ساتھ خوش دلی سے رہنا چاہتا ہوں۔ مخالف کے ساتھ خوش خلقی سے بات کرنے کا راز اپنانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔

(ارشاد کے اس ڈائیلاگ پر عبداللہ ہو ہو، چھہ چھہ، اور تیرا بھلا ہو جائے، چیلے، رائے، سوھنے، بکریوں کو پکارتا جاتا ہے۔ ارشاد ساتھ چلتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 4 آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(ہلکی ہلکی آواز ہو رہی ہے۔ ایک دیہاتی قسم کی مسجد کے پاس بابا تحسین کوئی ذکر کرتا آرہا ہے۔ بابا تحسین یوپی کا مہاجر ہے۔ سر پر رومال باندھے، کھڑا پاجامہ اور کاروالی قمیض پہنے ہوئے وہ کچھ فاصلے سے مسجد کی طرف آرہا ہے۔ اس کی اور مسجد کی سیلوٹ (Sillouette) نظر آتی ہے۔ وہ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتارتا ہے، پھر ہاتھ باندھ کر اندر داخل ہوتا ہے۔ ابھی نماز شروع نہیں ہوئی۔ ایک چٹائی کو کھول کر سیدھا بچھاتا ہے۔ مسجد کے ایک کونے سے جیون آتا ہے۔ یہ بہت ہی بھولا خوبصورت نوجوان ہے۔ سر پر گھڑی ہے، شلوار قمیص میں لمبوس ہے۔ آکر تحسین بابا سے ہاتھ ملاتا ہے۔ تحسین اسے دیکھ کر محبت کی دعا دیتا ہے۔)

سین 5 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا تحسین دیہات کے گھروں میں سے راستہ بنانا ایک پرانے مکان میں داخل ہوتا ہے۔ کمرہ اسے فولو کرتا ہوا یہ بات رجسٹر کرتا ہے کہ بابا ایک گاؤں میں رہتا ہے۔)

کٹ

pdf by *****M Jawad Ali

سین 6 ان ڈور کچھ لمحوں بعد

(بابا اپنے چھوٹے سے مکان کے صحن میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مکان دو کمروں اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل ہے۔ آنگن میں ہی باورچی خانہ ہے۔ اس وقت جہاں آرا ایک چارپائی پر بے سدھ سو رہی ہے۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی میز پر پنجرے میں ایک طوطا ہے۔ بابا کھانسا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں آرا آنکھ کی جھری سے دیکھ کر کروٹ لیتی ہے۔ جہاں آرا نے چوڑی دار پاجامہ 'چھینٹ' کا کرتا اور سبز دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔ وہ کبھی سبز اور کبھی سیاہ دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ شو قین مزاج ہے۔ بابا قدم قدم پر آتا ہے۔)

بابا تحسین: جہاں آرا۔۔۔۔۔ اے ری نیندوں کی ماتی غافل۔۔۔۔۔ اٹھ سورج اگنے کو آیا۔

جہاں آرا: تو پھر میں کیا کروں دادا! اگنے دے 'اے تو اور کوئی کام ہی نہیں۔

بابا: اس وقت سویا نہیں کرتے بچی۔۔۔۔۔ یہ عبادت کا وقت ہے۔

جہاں آرا: اللہ! کبھی تو سمر لینے دیا کرو دادا کسی کو!

بابا: جو سوتا ہے 'وہی کھوتا ہے بچی!

جہاں آرا: چل اچھا کھولنے دے مجھے۔ جانے میرے پاس کھودینے کو کیا ہے ایسا نہیں!

(بابا صحن سے ہو کر ایک کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولتا ہے۔)

بابا: اٹھ کر دیکھ تو سہی۔۔۔۔۔ سارے عبادت گزار اٹھ گئے۔ چرند پرند اور فست 'پانی' سارے۔۔۔۔۔ میرا دادا میرا حسن اللہ کہا کرتا تھا پوتے جب لوگ دیر تک سویا کریں گے اور صبح۔۔۔۔۔ اللہ کا نام لینا چھوڑ دیں گے تو قیامت قریب ہوگی۔

جہاں آرا: (ناراضگی سے) یا میرے خدا تو آجائے قیامت! ساری قیامتیں تو دیکھ چکے 'اللہ کی

قیادت کا بھی مزہ چکیں۔

بابا: (ہنستے ہوئے) کبھی کبھی تو جہاں آرا مجھے لگتا ہے تجھ جیسے بے لحاظ اسے بہت پسند ہیں،
اوپر والے کو۔

جہاں آرا: (اٹھ کر سلپر پہنتے ہوئے) لے اب تو ناراض ہی ہو گیا۔

بابا: (اندر کمرے میں جاتے ہوئے) یہ تو نے کیسے اندازہ لگایا جہاں آرا؟

(سلپر گھسیٹتی ٹلکے کے پاس جاتی ہے اور ٹلکا کھول کر منہ دھوتی ہے۔)

جہاں آرا: جب تو ہنستا ہے دادا تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ تو ناراض ہے۔

(دادا جو آف کیمرو ہے، واپس دروازے میں آکر کھڑا ہوتا ہے۔)

جہاں آرا: دادا اسنو تو۔

دادا: ہاں جہاں آرا!

جہاں آرا: اور جو کسی کا جی نماز کو نہ چاہے اور وہ پڑھتا بھی رہے تو بھی اچھا؟

دادا: (مسکرا کر) تو تو اور بھی اچھا بیٹی۔۔۔۔۔ دادا تو ان مانے جی سے بھی پیار ہو تو آرام دیتی ہے۔

(سراسر طرح ہلاتی ہے جیسے یہ منطق اسے ناپسند آئی ہو۔ اب کیمرو جہاں آرا کو

چھوڑ کر اندر والے کمرے میں بابا تحسین کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ یہ کمرہ پیتل

کانسی کے بہت خوبصورت برتنوں سے بھرا ہے۔ یہاں پیتل کے تھال، لوٹے،

گلدان اور کانسی کے بڑے صراحی دار لوٹے، پان دان پڑے ہیں۔ ایک طرف

چٹائی بچھی ہے۔ اس کے اوپر ایک بڑا سا کانسی کا مرتبان نما برتن ایسا پڑا ہے جس

میں قیمتی پتھر جڑے ہیں۔ تحسین یہ برتن اٹھا کر چھوٹی سی چیمنی ہتھوڑی لے کر

Carve کرنے لگتا ہے۔ ہنستی رنگ کی روشنی ان برتنوں پر پڑتی ہے۔ بابا اپنی عینک

رومال سے صاف کرتا ہے۔ بابا کافی بوڑھا ہو چکا ہے، لیکن ابھی تک ان برتنوں

پر نقش و نگار بناتا رہتا ہے۔)

بابا: جہاں آرا۔

(اب جہاں آرا اپنے دوپٹے سے بازو پونچھتی اندر آتی ہے۔)

جہاں آرا: ہاں رہے دادا حضور۔۔۔۔۔ فرما!

بابا: کچھ چائے تو یاد دے، عقلی پاتی!

جہاں آرا: جی نہیں ہے دادا اور شاید تجھے علم نہ ہو، چائے جی سے بنتی ہے۔

بابا: مل نہ سکی مجھے کون سی عادت ہے۔ میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔

جہاں آرا: دادا بچے اور کوئی ڈھنگ کا کام نہیں آتا جس سے سہولت کی روٹی ملتی ہم دونوں کو۔
 بابا: اری کوڑ مغز کار گیر آج کہاں! ہمارے پرکھوں نے تاج محل بنایا۔ دلی میں نظام الدین
 اولیاء کے پچھواڑے رہتے تھے میرے دادا۔ ایسے طفرے بناتے تھے تا شقند بخارا سے
 صاحب نظر آیا کرتے تھے دیکھنے۔

جہاں آرا: چل رہے دے۔ تیرے برتنوں کو تو کوئی دیکھنے نہ آیا، غلطی سے بھی۔ کبھی لوٹا بک گیا،
 کبھی تھالی۔ دام بھی جب ملے، قسطوں میں۔۔۔۔۔ قطرہ قطرہ۔۔۔۔۔

بابا: یہاں گاؤں کے لوگ اس فن کو سمجھتے نہیں۔ صاحب نظر نہیں ہیں، سادہ لوگ ہیں۔

جہاں آرا: سارا دن جو تو اس مرتبان کو پتی پتی سجاتا ہے، دل نہیں بھرا تیرا اس مشقت سے۔۔۔۔۔؟

بابا: تیس سال میں تو دل بھرا نہیں، اب آگے کی اللہ جانے۔ پچھلوں کو یاد کرتا ہوں، اس
 برتن کو سجاتا ہوں۔۔۔۔۔ اللہ کا احسان۔۔۔۔۔ جہاں آرا۔۔۔۔۔ بڑا کرم بڑی مہربانی۔

جہاں آرا: تجھ جیسے کی قسمت کیا جاگنی ہے! تیرے ساتھ ہم بھی مارے گئے۔ جو تھوڑے پر راضی

رہے، اسے زیادہ دے کر ضائع ہی کرنا ہے ناں۔ کیے جا عبادت رات دن۔

(جہاں آرا جاتی ہے۔)

بابا: او مورکھ! عبادت دو طور کی ہوتی ہے۔ ایک عبادت قلب کرتا ہے اس کا نام لے لے کر،

دوسری عبادت ہاتھ کرتے ہیں۔ ماں بچہ پالے، عبادت۔۔۔۔۔ مزدور روڑی کوٹے،

عبادت۔۔۔۔۔ دل نام جیے، عبادت۔۔۔۔۔ ساتھ ساتھ معاملہ چلے تو بات ہے۔۔۔۔۔ چلی گئی؟

تو بہ ٹھہرتی کب ہے بابا تحسین کے پاس۔۔۔۔۔!

کٹ

دن

ان ڈور

سین 8

(گیسر صحن میں پہلے جہاں آرا پر آتا ہے۔ وہ اپنے طوطے کو امرود کاٹ کر کھلا

رہی ہے۔ آگن میں کھلنے والے باہر کے دروازے پر جیون کھڑا ہے۔ وہ

خوبصورت اور بھولا ہے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں آموں کی نوکری ہے۔)

جیون: یہ آموں نے بھجوائے ہیں۔

جہاں آرا: جھوٹ!

جیون: کیوں ملے آموں نہیں بھجوا سکتی۔۔۔۔۔!

جہاں آرا: بھگواتو سکتی ہے جیون پر مجھے نہیں۔

جیوں: کیوں؟

جہاں آرا: بس ہے ناکوئی بات۔ اس دن جب تو مگر لایا تھا میوے والا وہ بھی ماں نے نہیں بھجوایا تھا۔

چیون: کیوں؟ اسی نے تو کہا تھا بابا تحسین کو دے آ۔

جہاں آرا: تو نے اس سے پوچھا تھا کہ بابے تمہیں کون سے آؤں میوے والا گڑ تو وہ بولی تھی اچھا

جیسی تیری مرضی۔

جیون: اچھا تھے کیسے پتہ چلا جہاں آرا۔۔۔؟

جہاں آرا: (شوخی کے ساتھ) بس ہمیں پتہ چل جاتی ہیں ناں ساری باتیں۔۔۔۔۔ دل کے بھید۔۔۔۔۔

اندرو کے خیال۔۔۔۔

ہیون: اچھا بتا میرے دل میں کیا ہے۔۔۔؟

جہاں آرا: پتہ تو مجھے ہے سارا لیکن میں زباں پر نہیں لا سکتی جیون۔

جیون: چل اچھا میرے کان میں کہہ دے۔ میرے دل میں کیا ہے بھلا؟

جہاں آرا: بتادوں!—

جیون: ہاں بتا دے۔

جہاں آرا: لال گلابی نہ ہو جانا سن کر۔۔۔!

جیون: نہیں ہوتا۔ توکان میں کہہ کر تو دیکھ۔

جہاں آرا: دیکھ میاں مٹھو گواہ رہتا۔ بعد میں جیون کہیں مکر نہ جائے۔

(جیون کی طرف چلتی ہے۔ اس وقت بڑا مرتبان اٹھائے بابا تھمیں اندر سے آتا ہے۔)

بابا: جہاں آرا آج پورے بتیس سال تین مہینے کے بعد یہ مرستان ختم ہو گا۔ ہر طرف سے

دیکھ لے کہیں کوئی نقص نہیں۔ آج دادا احسن اللہ ہوتا تو کہتا واہ بھوتے جی خوش کر دو۔

(سراٹھا کر) ارے! آج تو جیون آگیا کہیں سے بھولتا ہوا۔

جیون: دادا اکام ختم ہو گیا گلہ ان کا۔۔۔!

جہاں آنا: کام تو ختم ہو گیا پر اس کا تکب کہاں سے دوا۔

۴۴ لے تو باہر کیوں کھڑا ہے بے اندر آ۔۔۔۔۔ مینی جہاں آرا ! جب صاحبِ نظر کی نگاہ پر مدھی

جب آنکھیں والے نے دیکھ لیا: جب سورج کی شعاعیں اس پر گریں، یہ چمکا اور جاننے والا

نے اس کی قدر و قیمت لگائی تو ایک ہی جست میں سارے دکھ درد ختم ہو جانے ہیں۔

جہاں آرا: تو اسی امید پر جیتا ہے شاید۔۔۔!

جیون: آسموں والی حویلی میں شہر سے بڑے چوہدری جی آئے ہیں۔ تو انہیں جا کر کیوں نہیں دکھاتا ہے۔ سنا ہے شہر والوں کو بڑا شوق ہے ایسی چیزوں کا۔

بابا: تو کہتا ہے تو لے جاؤں گا پر مجھے امید کم ہے۔ واہ! آم لے کھڑا ہے اور بتاتا نہیں۔

جیون: ماں نے بھیجے ہیں۔۔۔۔ دسہری ہیں۔

بابا: تیری ماں بڑی بھلی عورت ہے جیون۔۔۔۔ وہ گاؤں میں نہ ہوتی تو ہم قاقوں مر جاتے۔

جہاں آرا: (شوخی سے) دادا کچھ اور لوگوں کو بھی ہمارا بڑا خیال ہے، لیکن وہ منہ سے کہہ نہیں سکتے۔

بابا: کون بھلا۔۔۔۔؟

جہاں آرا: بس ہیں ناں۔۔۔۔ تو جان کر کیا لے گا!

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(ایک کھیس میں بڑا مرتبان لپیٹے بابا تحسین جا رہا ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(چوہدری اور چوہدرائٹ شیشوں جڑے پتنگ پر بیٹھے ہیں۔ چوہدری بندوق صاف

کر رہا ہے۔ چوہدرائٹ کچھ زیورات کے ڈبے لیے بیٹھی ہے۔)

چوہدرائٹ: تو ایک نظر کڑے تو دیکھ لے (ڈبہ کھول کر) میں تو لے کے ہیں۔

چوہدری: (بندوق میں گمن ہے) بڑے اچھے ہیں۔

چوہدرائٹ: نظر تو تو نے ڈالی نہیں۔

چوہدری: تیری نظر جو پڑی ہے ان پر۔

چوہدرائٹ: وہ ہار بھی دیکھ لے نذیر چوہدری! جب میں پہنوں گی تب تو تجھے نظر نہیں آتا۔ میں کچھ

بھی پہن لوں تو دیکھتا ہی نہیں۔

چوہدری: بڑا اچھا ہے، بڑا اچھا ہے۔ ایسے کئی عوائے تُو اللہ کرے۔

چوہدرائُن: تجھے کس چیز کا شوق ہے چوہدری؟
 چوہدری: زمین کا۔۔۔۔۔ گھوڑے کا۔۔۔۔۔ بدوق کا۔۔۔۔۔ اور ایک اور شوق ہے (مسکرا کر) تجھے بتا نہیں
 سکتا۔

چوہدرائُن: پھر بھی بتا تو سہی۔

چوہدری: ساگ، لسی ہو ساتھ اور ماں کے ہاتھ کی روٹی ہو مکئی کی!

چوہدرائُن: بڑھا ہو چلا ابھی تک ماں کے کپے کا شوق نہیں گیا۔

چوہدری: تو نے پوچھا کیوں!

(ملازم آتا ہے)

ملازم: چوہدری جی۔۔۔۔۔ بابا تحسین آیا ہے۔

چوہدری: آنے دے آنے دے۔ وہ کب کسی کے گھر جاتا ہے۔ میرے لیے تو اجنبی کی بات ہے۔

چوہدرائُن: بھلا بتا تو یہ زیور کتنے کا بنا ہو گا، نگن اور۔۔۔۔۔

چوہدری: جتنے کے بھی بنے ہیں فشی سے لے لیتا۔

چوہدرائُن: قریب قریب پونے دو لاکھ چوہدری۔۔۔۔۔

چوہدری: اچھا تو پھر کیا ہوا۔۔۔۔۔ حوصلہ بڑا رکھ، مری نہ جا کینوں کی طرح۔

(اس وقت تحسین کھیس میں مرتبان لپیٹے بڑا شرمندہ سا آتا ہے۔)

بابا: سلام علیکم چوہدری صاحب!

چوہدری: وعلیکم سلام! آؤ بیٹھو بزرگو! خیر سے آئے؟

چوہدرائُن: کسی دن اپنی جہاں آرا کو یہاں بھیجنا بابا جی، دبی والے کٹے بیگن پکا جائے، بڑے سوادہ
 بناتی ہے بیگن۔

بابا: آپ حکم کریں بیگم صاحبہ! وہ گھر سے پکا کر لے آئے گی۔

چوہدرائُن: ناں میں میرے سامنے پکائے۔

بابا: اچھا آجائے گی۔

چوہدری: حکم بابا جی!

حکم کیا عرض ہے۔ چوہدری جی (کھیس سے برتن نکالتے ہوئے) پورے بیس سال تین

میٹھے ہو گئے اس ہاں کو سنگھارتے سنوارتے۔ برسوں کی محنت ہے لیکن کوئی صاحب نظر
 نہیں ملا۔

(چوہدری ہاں کو دیکھتا ہے پھر مسکراتا ہے)

چوہدری: واہ خوب دل لگا کر گھڑت کی ہے بابا تحسین پر ہم لوگ ڈنکریں۔ ایسی باریکیوں کا ہم کو علم نہیں۔

چوہدرائیں: کتنے کا ہے؟ میں اس میں مکئی کے پھلے بنا کر رکھ لوں گی۔

(بابا تحسین خوفزدہ ہو کر اسے کھیس میں باندھنے لگتا ہے۔)

بابا: بکاؤ نہیں ہے بیگم صاحبہ! میں تو ایسے ہی چوہدری صاحب کو دکھانے کے لیے آیا تھا۔

چوہدرائیں: پھر بھی ہے کتنے کا۔۔۔۔؟

چوہدری: لے کان میں ڈالے گی اسے کہ ہاتھوں پر سجائے گی۔ خواہ خواہ جس گاؤں جانا نہیں اس کا

نام کیوں پوچھنا۔ دھمی کا رشتہ ہو کیا بابا تحسین؟

بابا: ابھی کہاں چوہدری جی۔۔۔۔۔ بس کچھ مال بک جائے تو پھر۔۔۔۔۔

چوہدرائیں: جب دن متھے جائیں تو مجھے ضرور بتادینا بابا جی۔ بڑی اچھی ہے تیری جہاں آرا۔

بابا: ہاں جی۔۔۔۔۔ اچھا سلام علیکم!

دونوں: وعلیکم سلام جی۔

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(جہاں آرا ایک گھنے درخت کے جمولے پر بیٹھی ہے۔ جیون اسے جمولا ڈالے کر

نیچے سے نکل جاتا ہے۔ بیک گراؤنڈ میں گیت لگتا ہے 'لیکن بہت دم: جمولا کون

جھلائے۔۔۔۔۔ ساون کے دن آئے ہو جمولا کون جھلائے۔۔۔۔۔')

کٹ

سین 12 آؤٹ ڈور دن

(مسجد میں چٹائی پر جیون اور بابا بیٹھے ہیں۔ زیادہ نمازی جا چکے ہیں۔ اکا دکا بیٹھے

ہیں۔)

بابا: ساری مردوہری عبادت کی جیون! قلب سے بھی اور ہاتھ سے بھی۔ اسی لیے تو کہتا ہوں عبادت کا علم ہر وقت ہے۔ پانچ وقت تو حاضری لگانی ہوتی ہے ہائی عبادت تو سارا

دن چلتی ہے۔

لیکن چاچا جی ہمہ وقت کیسے ہو سکتا ہے اللہ کا ذکر۔۔۔۔؟

جیون:

بابا: جب تو مل چلا تا ہے 'عبادت' کرتا ہے۔ جب میں صراحی گلہ ان تھال میں گل بوٹے بناتا ہوں 'عبادت' ہی تو ہوتی ہے۔ ہاتھوں سے رزق حلال کھانے اور کھلانے والا اور کیا کرتا ہے جیون بیٹا! جب میری جہاں آرا کشیدہ کرتی ہے۔۔۔۔ روٹی بناتی ہے 'وہ بھی تو عبادت' ہی کرتی ہے۔

جیون: چاچا تحسین! ادھر ڈاک بچھے میں ایک بڑا افسر آیا ہے کل۔ اس نے پنڈ کی عورتیں بلا کر اتنے سارے کشیدہ کیے ہوئے دوپٹے چادریں خریدیں۔ تو بھی اپنا گلہ ان لے جا اس کے پاس۔

بابا: نایار مجھے ایسی باتوں میں نہ ڈال۔

جیون: کوشش تو کر دیکھ۔ کیا حرج ہے! کون جانے۔۔۔۔ قیمت لگ جائے۔

کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک افسر نما موٹا آدمی ڈاک بچھے کے لان میں نیچی کرسی پر بیٹھا چائے پی رہا ہے۔ دور سے بابا تحسین کھیں میں مرتبان نما بڑا گلہ ان اٹھائے آتا ہے۔)

کون ہو بھی تم؟ چوکیدار۔۔۔۔ چوکیدار۔

سلام سرکار!

دو تو ٹھیک ہے لیکن کام کیا ہے۔۔۔۔؟

(لباسا نس لے کر) سنا ہے حضور کچھ دست کاری خرید فرما رہے ہیں گاؤں والوں سے۔ اچھا! چھابیٹھ جاؤ۔ میز پوش لائے ہو کہ دوپٹے؟

حضور میں تو۔۔۔۔ میں تو ایک بنجوبہ روزگار لایا ہوں۔ ہمارے پرکھوں نے تاج محل میں نیل بوٹے بنائے تھے۔ چٹائی کاری کا کام کیا تھا۔ میرے دلوا میرا حسن اللہ ایسے طفرے لکھتے تھے ایسے حرف بھاتے تھے نیل بوٹوں میں 'پلا بغداد' سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔ (مرتبان نما گلہ ان نکال کر میز پر رکھتا ہے اور شیخی بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے) ایک جوڑ نہیں سارے باسن میں۔ کہیں کوئی کسر ہو، نقص ہو تو میں دین دار۔ حضور

پورے بتیس سال تین مہینے میں اس کے نقش و نگار بنے ہیں، مسلسل محنت کے بعد۔۔۔۔!

افسر: (چند لمحے دیکھ کر) اچھا ہے! کیا لوگے۔۔۔۔؟

بابا: جو آپ کی خوشی سرکار۔

افسر: دو سو روپے کافی ہوں گے۔ وہ بھی میں تمہارا بڑھاپا دیکھ کر کہہ رہا ہوں ورنہ اس کے ساتھ کے لاہور میں ڈیڑھ سو روپے میں عام ملتے ہیں۔

بابا: دو سو روپیہ سرکار! دو سو روپیہ اس کا؟ اس کا صرف دو صد روپیہ۔۔۔۔۔ بتیس سال کی محنت کا؟ (کیمرو آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر جاتا ہے۔ ایک قطرہ آنسو اس کی گال پر گرتا ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور شام کا وقت

(بابا تحسین اپنے کمرے میں باسن کو کپڑے سے چکارہا ہے۔ کبھی کبھی عینک اتار کر اسے کسی کسی جگہ سے دیکھتا ہے جیسے کوئی نقص بھانپ رہا ہو۔ اس کے قریب جیون کی ماں بیٹھی ہے۔)

بابا: پان لادوں جیون کی ماں۔۔۔۔؟

ماں: ناں بھائی صاحب! ساری عمر کبھی پان نہیں کھایا۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں اس کا مزہ کیسا ہوتا ہے۔

بابا: تو پھر آج معلوم کر لے اس کا ذائقہ۔۔۔۔!

ماں: ناں تو رہنے ہی دے بابا تحسین! میری ماں کہا کرتی تھی پان نہ کھانا کبھی لوگ تجھے آوارہ سمجھیں گے ہاں!

بابا: اچھا جو اتنی دنیا پان کھاتی ہے 'ساری آوارہ ہے'؟

ماں: یہ میری ماں کے روکنے کا طریقہ تھا بابا! وہ ڈرتی تھی ہر نئی چیز سے 'ہر نئے خیال سے'۔۔۔۔۔ جیسی دنیا میں آئی 'ویسی چلی گئی'۔ اگلے بھر نہ کھلی نہ بڑھی۔ دنداسہ مل لیا میں

نے ایک دن مجھے سونے سے مارا۔

بابا: اچھا۔۔۔۔۔ بڑی جاہر تھی!

ماں: کہنے لگی آج دنداسہ ملا ہے، پتہ نہیں کل کیا کرے گی۔

بابا: خوفزدہ رہتی ہو گی۔۔۔۔؟

ماں: اور کیا۔۔۔۔ اب اگر آج زندہ ہوتی تو جہاں آرا کا رشتہ مانگنے دیتی مجھے۔ کہتی ناں بابا ہم

نے کیا کرنی ہے جہاں آرا جیسی لڑکی پا جامہ پہننے والی۔۔۔۔!

بابا: بولی بھی اور ہے جہاں آرا کی۔۔۔۔ پہناوا بھی اور۔۔۔۔ سوچ بھی جدا۔۔۔۔ کیا کرے گی

جہاں آرا لے جا کر۔۔۔۔

ماں: باپ کیا کرتا تھا جہاں آرا کا باپے تحسین؟ کام کاج اس کے پیو کا کیا تھا؟

بابا: باپ کا؟ پتہ نہیں۔۔۔۔!

ماں: لے بھلا تجھے پتہ نہیں جہاں آرا کا باپ کیا کام کرتا تھا۔ اپنے پتر کا علم نہیں تجھے اس کے

کاروبار کا۔

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

ماں: بابا تحسین۔۔۔۔ کب مرا تیرا بیٹا؟

بابا: بیٹا! کون سا بیٹا؟

ماں: جہاں آرا کا ابا!

بابا: یہ۔۔۔۔ یہ میری جہاں آرا؟

ماں: ہاں اور کون سی۔۔۔۔!

بابا: یہ جہاں آرا تو مجھے مسجد کے پچھواڑے ملی تھی، کوڑے کے ڈھیر پر سے۔۔۔۔ پھر میں اسے

اپنے کرتے میں لپیٹ کر گاؤں چھوڑ آیا، اپنے پرانے گاؤں۔۔۔۔ مجھے کیا پتہ اس کے ماں

باپ کون ہیں! مجھے کیا پتہ جہاں آرا کی ماں کون ہے، اس کا باپ کیا کرتا تھا۔ مجھے تو

جہاں آرا تحفے میں ملی۔ تو نے مانگی ہے تو میں تحفہ سمجھ کر تجھے دے دوں گا۔ تحفے کی

طرح رکھنا۔ اس میں میری جان ہے۔

(جیون کی ماں حیران ہو کر اٹھتی ہے۔)

ماں: خیر میں نے کیا مانگی ہے بابائی۔ پر ایک بات بتا دوں۔ پہلے جب یہ جہاں آرا تم کو مسجد

پچھواڑے ملی تھی تو اور بات تھی۔ اب اسے گاؤں سے لے کر بھاگ جا۔۔۔۔ میرے

بیٹ میں تو ابھی سے مردہ اٹھنے لگا ہے۔ میں کب تک یہ بات چھپاؤں گی بھائی

صاحب۔۔۔۔ بھاگ جا۔۔۔۔ ریڑھا منگا ابھی راتوں رات غائب ہو جا گاؤں سے ورنہ

گاؤں کے لوگ ڈس کر تیری جہاں آرا کو مار دیں گے۔ ان سب کا مزاج میری ماں

جیسا ہے۔ بھاگ جا بابا تحسین بھاگ جا۔۔۔۔۔ نکل جا۔۔۔۔۔ شاموں شام۔۔۔۔۔ بن باپ کی
 بیٹی کو کیسے لوگوں کے پتھروں سے بچائے گا۔۔۔۔۔!
 کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور دن

(ریڑھے پر بابا تحسین، جہاں آرا اور ریڑھے والا سوار ہیں۔ ریڑھے پر گھریلو
 سامان کے علاوہ بابے کے تمام پیتل کے برتن موجود ہیں۔ بابا تحسین گود میں
 مرتبان لیے بیٹھا ہے۔ جہاں آرا ایک طرف کوگی پریشان راستے کو دیکھ رہی ہے۔
 کچھ دیر ریڑھا چلتا رہتا ہے پھر ایک ہونڈا سوک پاس سے گزرتی ہے۔ برتن چمک
 رہے ہیں اور بابے کے گلہ ان پر سرخ پیلی سبز روشنیاں جھلک رہی ہیں۔ کیمروان
 چمکدار برتنوں کو کلوز اپ میں ٹریٹ کرتا ہے۔ کار کافی دور نکل جاتی ہے۔ ریڑھا
 رواں ہے۔ پھر نظر آتا ہے کہ کار تیزی سے ریورس میں آتی ہے۔ اب ایک
 نوجوان جو بہت ذہین اور فیشن ایبل ہے اشارے سے ریڑھے کو روکنے کے لیے
 کہتا ہے۔ ریڑھا رکتا ہے۔ کار والا سائیڈ پر کار کر کے باہر نکلتا ہے۔)

افسر: کون ہو تم لوگ؟

بابا: (ریڑھے سے اترتا ہے) سرکار ہم کار میکر لوگ ہیں۔ پیتل کانسی کے برتنوں پر نقش و نگار

بناتے ہیں کوئی غلط کام نہیں کرتے، خدا کے فضل سے۔

افسر: تمہارے برتنوں نے ایسا شکار مارا بابا کہ میری تو آنکھیں چند میا گئیں۔ کیا میں آپ کا

سامان دیکھ سکتا ہوں؟

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور وہی وقت

(جمعین سڑک پر بھاگا آ رہا ہے۔ انکو میں اس کی آواز سارے میں گونج رہی ہے۔)

جہاں آرا۔۔۔۔۔ جہاں آرا۔۔۔۔۔ جہاں آرا۔۔۔۔۔)

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ایک درخت کی چھاؤں میں بابا تحسین کے تمام برتن پڑے ہیں۔ جہاں آرا گھاس پر گم سم بیٹھی ہے۔ بابے کا مرتبان افسر کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسے پھرا پھرا کر دیکھ رہا ہے۔)

افسر: اودھائی گاڈاؤبٹ کرا فٹسین شپ!! What Execution باباجی! یہ جو آپ نے نقش و نگار بنائے ہیں، تیل بونا ترتیب دیا ہے یہ انمول ہے۔ ایسا کام پرانی مغل عمارتوں میں نظر آتا ہے۔ اب ایسا کارمیکر نایاب ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے آپ کی تعریف کر سکوں۔

بابا: بس بیٹا بس! محنت وصول ہو گئی۔ ہمارے پرکھوں نے ہی تاج محل سجایا تھا۔ میرے دادا میرا حسن اللہ جب طفرے کے گرد تیل بوٹے بناتے تو سارا وقت درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ میں نے بھی بتیس سال تین مہینے ایسے ہی اس کے محبوب کا ذکر کر کے یہ پاس بنایا ہے۔

(افسر بھاگ کر گاڑی تک جاتا ہے، 'Glove box' سے محراب شیشہ نکال کر لاتا ہے اور پھر مرتبان دیکھتا ہے۔)

افسر: I Can't Believe! باباجی اس وقت ایسا کوئی میوزیم موجود نہیں جو اس کی قیمت ادا کر سکے۔۔۔۔۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آج ہی آپ کا پاسپورٹ بنوا کر ویزہ لگواتا ہوں۔ ورلڈ آرٹ ایگریجیشن ہو رہی ہے 'فرانس' میں 'آپ میرے ساتھ چلیں گے۔

جہاں آرا: دلو!

افسر: اودھ بھی کون ہو تم؟ تمیز سے بات کرو۔ یہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا Engraver کھڑا ہے تمہارے سامنے۔ چلنے سر دلو!۔۔۔۔۔ واہ۔۔۔۔۔ فرانس آپ کا منتظر ہے۔
(بابا تحسین آسمان کی طرف گم سم دیکھتا ہے۔)
(ڈزالو)

سین 18 آؤٹ ڈور دن

(جہاں ارشد اور گڈریا عبداللہ بکریوں کے ساتھ جا رہے تھے، کیمرو ڈزالو کر کے

واپس اسی لوکیل آجاتا ہے۔ بابا اور ارشاد چل رہے ہیں۔)

عبداللہ: بس عبادت کی اتنی ساری حقیقت ہے بابو لوکا! عبادت کا بھانڈا تیار ہو، سائیں کے کرم کی نظر پڑ جائے تو باگو باگ ہو جاتا ہے۔ قیمت وہ ملتی ہے جو نہ گمان میں۔ پر جو بھانڈا ہی پاس نہ ہو۔۔۔۔۔ تو خالی بندے پر کیا نظر پڑتی ہے! کدھر سے عطا آتی ہے! کدھر سے نوازا جاتا ہے۔۔۔۔۔؟؟ بھانڈا تیار رکھ اور اس کی نظر کی راہ دیکھ۔۔۔۔۔!!

ارشاد: پر باباجی کبھی کبھی تو بلا توفیق بھی ملتا ہے۔ بغیر محنت کے حاصل ہوتا ہے۔ عبادت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیا ایسے نہیں ہوتا؟

عبداللہ: تو نے کب تک سوال بنے رہنا ہے بھائی لوکا؟ کب تک شاگرد رہنا ہے؟ کب ماننے والوں کے ساتھ چلنا ہے؟

ارشاد: مجھے معاف کر دیں باباجی!

عبداللہ: ساری عمر جو مرید رہا، وہ کیا جیا! ساری عمر جو پڑھتا ہی چلا گیا پڑھانے والا نہ بن سکا، اس نے کیا منہ دکھاتا ہے رب کو! کچانہ رہ چکا ہو جا۔

ارشاد: میرے اندر بڑے راستے ہیں باباجی۔ یہ بڑی پگڈنڈیاں ہیں۔ گھسن گھیریاں ہیں۔۔۔۔۔

عبداللہ: بس پھر جا بھیڑ میں گم ہو جا۔۔۔۔۔ اچھا پہن 'خوش ہو جا۔۔۔۔۔ اچھا کھا 'نہال رہ۔۔۔۔۔ ایک میٹر بھی چھوڑ دوسری پر چڑھ 'ٹھنڈا رہ۔۔۔۔۔ بازاروں میں گھومتا پھر 'حیرت میں گم ہو' سوالی بنا رہ۔۔۔۔۔ جی کو خوش رکھ۔ بڑا میلہ لگا ہے ادھر۔۔۔۔۔ پر جو جواب بنے گا تو پھر اور بات ہے۔۔۔۔۔ اب یہ تیرے من چلے کا سودا ہے۔ ادھر ہو جا یا ادھر۔۔۔۔۔ بھانڈا ہٹالے یا

بھانڈے خرید تا پھر۔۔۔۔۔ تیرا اپنا فیصلہ ہے۔ تیرے من کا سودا ہے۔۔۔۔۔

(گڈریا چلنے لگتا ہے۔ اپنی بکریوں کو جھے جھے کر کے ہنکارتا ہے۔ ارشاد مجسم

تذبذب کھڑے کا کھڑا رہتا ہے۔ عبداللہ کی آواز تادیر آتی رہتی ہے۔ اپوز

کیجئے)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھنا اور میٹھا

کٹ

قسط نمبر 4

کردار

ارشاد :	ہیرو
مومنہ :	ہیروئن
ماں :	ارشاد کی والدہ
عامر :	نوجوان ریسرچ آفیسر
سلٹی :	ریسرچ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والی لڑکی
ناٹیلہ :	خوبصورت بھولی سی لڑکی۔ ریسرچ سے منسلک
تامیا حکمریم :	سلٹی کا تایا، کلپ ٹومینیا میں مبتلا
نعمت :	عامر کی والدہ
بابا سلیمان :	عامر کا والد

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سکرپٹ میں بابا عبداللہ کے ساتھ ارشاد اس نتیجے پر پہنچ چکا ہے کہ اب فیصلے کا لمحہ آگیا ہے۔ وہ اپنے دل کی آواز پر فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد اپنی گاڑی میں بے آباد سیکموں میں سے گزر رہا ہے۔ پھر کسی ایسے مقام پر جہاں دور دور کوئی نہیں وہ اترتا ہے اور سڑک پر چلنے لگتا ہے۔ بہت دور اسے ایک کھلے میدان میں چھوٹی سی کوٹھی نظر آتی ہے۔ یہ سین کافی لمبا ہے۔ مختلف موڑ کاٹ کر لمبی ڈرائیو میں کبھی تیز کبھی آہستہ ارشاد کو مختلف زاویوں سے دکھایا جاتا ہے۔ کبھی اس کی کار نکلتے سی نظر آتی ہے، کبھی کیمرہ ساتھ ساتھ ہے اور علاقے کی ویرانی کو رجسٹر کراتا ہے۔ اس سین کے دوران پیرامپوز کیجئے:

اوہ دس دی یار دی نکلی گھڑیا گھڑیا

جو کوٹھی بہت فاصلے سے دکھائی جاتی ہے 'زیادہ شاندار نہ ہو کیونکہ یہی وہ گھر ہے جس میں ارشاد جوگ لینے کے بعد رہنا چاہتا ہے)

کٹ

سین 2 آؤٹ ڈور دن

(کہیں سے آندھی کا شاک شاٹ لیجئے۔ درخت جھول رہے ہیں۔ پانی ابل رہے ہیں۔ یہ منظر قیامت خیز ہونا چاہئے۔ اگر بگولے اڑتے دکھائے جاسکیں تو اور بھی بہتر ہے)

کٹ

سین 3 ان ڈور دن چڑھے

(ارشاد اپنے دفتر کے کمرے میں بے تاب پھر رہا ہے۔ اس پر مائیکل جیکسن کا گیت پیرامپوز کیجئے Remember۔ دو تین پکر وہ بے تاب نہ لگتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ پھر ارشاد اپنے دفتر کا فی وی لگاتا ہے 'جیسے اپنی توجہ کسی

اور طرف ہٹانا چاہتا ہو۔ اس وقت مائیکل جیکسن کا گیت وہاں پہنچتا ہے، جہاں ابھی مائیکل نے گانا شروع نہیں کیا۔ وہ بادشاہ کے حضور میں آگے بڑھتا ہے۔ اپنے بطن سے سونے کے ذرات پھینکتا ہے اور پھر ان میں غائب ہو جاتا ہے۔ اتنا حصہ ٹی وی پر نظر آتا ہے۔ لیکن جس وقت ٹی وی لگتا ہے، اس وقت امیج چھوٹے ٹی وی پر نہیں رہتا، بلکہ ناظرین کے ٹی وی پر سارا امیج آتا ہے۔ جب مائیکل جیکسن غائب ہو جاتا ہے تو پھر واپس کیمرہ ارشاد کا کمرہ دکھاتا ہے۔ اب ارشاد یکدم سر پکڑ کر قالین پر بیٹھتا ہے اور اس کے دفتر کے ٹی وی پر مائیکل جیکسن کی آواز گونجتی ہے (Remember)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اس وقت گالف کی سنک ہاتھ میں لیے چل رہا ہے۔ اس سے کچھ قدم پیچھے کیڈی چھڑیوں کا تھملا اٹھائے ہوا ہے۔ وہ گرین کے اس حصے میں ہے جب گیند ہول سے بالکل نزدیک پڑی ہے۔ وہ قریب پہنچ کر Alm لیتا ہے۔ مارنا چاہتا ہے، لیکن یکدم رُک جاتا ہے۔ کیڈی کو سنک دیتا ہے اور خالی ہاتھ لوٹے لگتا ہے۔ کیمرہ گرین پر پڑی ہوئی گیند اور ہول کو دکھاتا ہے۔ پھر دور جاتے ہوئے ارشاد پر مرکوز ہوتا ہے۔ جس وقت وہ Alm کرتا ہے ایک Crescendo کے ساتھ آواز پراپوز کیجئے)

میں وی جانا جھوک راجھن دی، نال میرے کوئی چلے

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دوپہر

(آواری یا پزل کا نئی نینٹل میں ایسے مقام پر جہاں سے سوئمنگ پول نظر آتا ہو، ارشاد ایک قاصلے سے آتا ہے اور ایک نچل پر بیٹھتا ہے۔ پھر آتا ہے۔ ارشاد کھانا آرڈر کرتا ہے۔ اس دوران نصرت فتح علی کی آواز میں یہ قوالی جاری رہتی

ہے: ”نی میں جانا جو گی دے نال“ لیکن قوالی آگے نہیں بڑھتی اور اتنا ہی حصہ بہت مدہم جاری رہتا ہے۔ جب تک بیر اکھانا نہیں لاتا، ارشاد ہوئیں گے گرد و پیش اور اس کے گلیمر کو دیکھتا ہے۔ ارشاد کے پوائنٹ آف ویو سے لوگ آتے جاتے، پول میں نہاتے، بیروں کی چلت پھرت، میزوں کا حسن، ان ڈور پلانٹس کی ٹھنڈک، فون کی مدہم گھنٹیاں، لڑکیوں کا دھیمادھیم ہنسنا، جسر کرایے۔ پھر بیر اکھانا لاتا ہے۔ ارشاد کے سامنے کھانا پڑا ہے۔ وہ اشتہا کے ساتھ کچھ کھانا ڈالتا ہے۔ پھر پلیٹ پرے کرتا ہے۔ ایک نوالہ منہ میں ڈالتا ہے۔ پھر جیسے وہ ایسے کھانوں سے ادب چکا ہے۔ اشارے سے بیر اکو بلاتا ہے۔ بل پر دستخط کرتا ہے اور روانہ ہو جاتا ہے۔ لوپ پر اب تک بہت مدہم ”میں جانا جو گی دے نال“ بج رہا تھا۔ اب ایک Crescendo میں ”کوئی کسے دے نال، کوئی کسے دے نال“ بجتا ہے، لیکن بول آگے نہیں بڑھتے)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(جس وقت فیکٹری میں چھٹی ہوتی ہے اور لوگ باہر نکلتے ہیں، کیمرہ اس رش کو رجسٹر کرتا ہے۔ بھیڑ بھاڑ میں مومنہ، عدیل، عامر اور سلٹی بھی نکلتے ہیں۔ جہاں موٹر سائیکلیں پارک ہیں، وہاں سلٹی اور عامر پہنچتے ہیں۔ عامر کی موٹر سائیکل پر سلٹی بیٹھتی ہے۔ گیٹ سے باہر نکلنے پر ایک بس میں مومنہ سوار ہے۔ وہ کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر سلٹی کو خدا حافظ کہتی ہے۔ سلٹی بھی ہاتھ اٹھا کر اسے خدا حافظ کہتی ہے۔ دونوں موٹر سائیکل پر آگے نکل جاتے ہیں)

کٹ

سین 7 ان ڈور شام کا وقت

(کسی فلیٹ کا اندرونی سیٹ لگائیے۔ اس فلیٹ کے اندر اس وقت بتایا عظیم اکیلا ہے۔ وہ ایک کیلا بھی کھا رہا ہے اور بیچ کس بھی تلاش کر رہا ہے۔ کچھ دیر کے بعد

اسے یہ بچ کس اپنے سر ہانے تلے سے ملتا ہے۔ وہ یہ بچ کس لے کر الماری میں پڑے ہوئے تالے کو کھولتا ہے۔ کچھ کپڑے پھر دلنے اور اشیاء ادھر ادھر کرنے کے بعد اسے ایک تھیلی نظر آتی ہے۔ وہ تھیلی کھول کر اس میں سے ایک سوکا نوٹ نکال کر تھیلی احتیاط سے واپس رکھ دیتا ہے اور تالا بند کرتا ہے۔ اب وہ پھر مارپلگ کو سوئچ میں فٹ کرتا ہے۔ کیمرو اس پلگ پر جاتا ہے۔

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عامر اور سلٹی ان فلیٹوں کے نیچے پہنچتے ہیں جن کا ذکر اوپر والے سین میں کیا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ دونوں اندر جانے والے راستے کی طرف چلتے ہیں۔)

کٹ

سین 9 ان ڈور کچھ دیر بعد

(تایا حکیم چارپائی پر مزے سے بیٹھا کیلا کھا رہا ہے۔ اس نے سر پر ہیڈ فون لگا رکھا ہے۔ واکي ٹاکی میں ٹیپ بھرتا ہے اور مزے سے سنتا ہے۔ اب کبھی اس کا کندھا ہلتا ہے کبھی وہ گھٹنے پر تھاپ دیتا ہے۔ یعنی وہ موسیقی کو بہت انجوائے کر رہا ہے۔ چند لمحوں بعد سلٹی اور عامر اندر آتے ہیں۔ سلٹی پرس اتارتی ہے۔ دفتر کی چادر پھینک کر دوپٹہ پہنتی ہے۔ جوتے اتار کر ننگے پاؤں پھرنے لگتی ہے۔ اس دوران عامر 'تایا حکیم کو سلام کرتا ہے۔ وہ نہیں سنتا۔ عامر سلٹی کے ساتھ باتیں کرتا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ ایک رسالہ اٹھا کر بٹمنے بھی لگتا ہے۔)

سلٹی: عامر! سلام! حکیم حکیم! تایا!

(تایا سر کے اشارے سے جواب دیتا ہے)

(لو ٹی آؤ! میں) تایا کھانا کھالیا؟

(تایا جواب نہیں دیتا اور کندھے اچھتا ہے)

عامر ادیکھا تھا تم نے آج مارکیٹ فیر کو کتنا قصہ چڑھا ہوا تھا۔ دوپہر کے کھانے پر۔

سلٹی

سلٹی

اس کا بس چلتا تو باورچی بابا کو کچا کھا جاتا (اونچی) مکرم تایا! دھوبی کے گئے تھے آپ؟
تایا: (ذرا سا ہیڈ فون اتار کر) کبھی آرام سے قوالی سن لینے دیا کرو۔ ادھر گھر میں پاؤں رکھا،
ادھر پھر تول مچا دی۔

سلمیٰ: عامر یہ کیا فضول چیز لے دی ہے تم نے تایاجی کو۔ سارے کاموں سے گئے۔ دھوبی کے
گئے تھے تایاجی دھوبی کے؟

عامر: بوڑھے آدمی کے انٹرسٹ ہی کتنے ہوتے ہیں سلمیٰ! اچھا ہے اب تمہیں انٹرٹین نہیں
کرنا پڑتا۔ سننے دو۔

سلمیٰ: پھر بھی عامر۔۔۔۔۔ اوپر سے Cells کا بھی خرچہ کرنا پڑے گا۔ ہر تیسرے دن ایک نیا
سیٹ!

عامر: کیا بات ہے! آج تمہارا موڈ ٹھیک نہیں۔
(سلمیٰ اندر والے کمرے میں جاتی ہے 'تایا ہیڈ فون اتارتا ہے')

تایا: ادجوان کیلا کھالے۔۔۔۔۔ (ادھ کھایا کیلا آفر کرتا ہے)

عامر: نہیں تایاجی 'تھینک یو!'

(تایا اٹھ کر آدھ کھایا کیلا عامر کے منہ تک لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ
ہاتھ سے پرے کرتا ہے)

تایا: تیری فیکٹری میں کوئی کھٹے ڈکاروں کی دوائی نہیں بنتی؟

عامر: بہت دوائیاں تایاجی 'حکم کریں۔۔۔۔۔ کئی دوائیاں۔۔۔۔۔

تایا: بس مجھے جب گیس ہو جاتی ہے کاکا تو پھر کوئی کام نہیں سو جھتا۔ سونف پھکتا ہوں،
پودینے کا پانی نکال کر پیتا ہوں۔ یہ دیکھ ادھرک بنا کر رکھی ہے 'پرافاقہ کوئی نہیں۔ گیس
مکتی ای نہیں۔

عامر: پرسوں سے گیس کے لیے بڑی اچھی دوائی ہے۔ پہلا Batch تیار ہوا ہے مکرم بابا!

تایا: اچھا تو کوئی دو چار بوتلیں کھسکا لانا ہیں؟

عامر: کھسکانی کیوں ہے تایاجی۔۔۔۔۔ خرید کر لے آؤں گا۔ ہمیں تو آسانی سے ڈسکاؤنٹ مل
جاتا ہے۔

تایا: ناں ناں ابویں پیسے خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس چپکے سے جھوکی جیب
میں اور موٹر سائیکل پر۔ اس چندری سلمیٰ کو کہہ نہیں سکتا۔ اس کو ایمانداری کا ہیضہ
ہو گیا ہے۔

(اب سلمیٰ اندر سے شربت کا گلاس بنا کر عامر کو دیتی ہے۔ تایا پھر چارپائی پر نیم دراز حالت میں ہیڈ فون لگا کر میوزک سننے میں مست ہوتا ہے)

(اندر آتے ہوئے) کس کو ہیضہ ہو گیا نکرمیم تایا؟ اب یہ جواب دینے جو گے تھوڑی

چھوڑے ہیں آپ نے عامر صاحب!

عامر: کسی کو خوش دیکھ کر کبھی خوش ہو جایا کر سلمیٰ!

سلمیٰ: خوشی جائز ہونا اس میں سے کچھ فائدہ بھی نکلے۔

عامر: لو خوشی بھی کبھی جائز ہوئی ہے۔ یہ تو بس ایسی ہی ہوتی ہے کرین کی سونڈ جیسی۔۔۔ ہر

قسم کا بھاری بوجھ اٹھا دیتی ہے دل سے (چٹکی بجا کر) بڑا اچھا شربت ہے! میں نے خود بنایا ہے اس جتنے کو۔ بڑے اچھے بادام مل گئے تھے۔

(اب اس کی توجہ سوچ پر جاتی ہے۔ وہاں پھر مارپلگ لگا ہے۔ وہ پاس جا کر پلگ

اتارتی ہے اور سیدھا نکرمیم تایا کے پاس جاتی ہے)

سلمیٰ: یہ کون لایا ہے تایا؟ (بہت اونچی) تایا جی 'ہیڈ فون اتاریں۔۔۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں۔۔۔

عامر: خدا کے لیے مجھے جالینے دو سلمیٰ! میرے لیے بڑا Embarrassing ہے۔

سلمیٰ: تایا نکرمیم 'سنیں میری بات۔۔۔

(تایا نکرمیم ہیڈ فون اتارتا ہے)

تایا: کیا بات ہے؟ میں کوئی بہرا ہوں! پاگل ہوں۔۔۔

سلمیٰ: یہ پھر مارپلگ کون لایا ہے؟

(عامر اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگتا ہے اور اس جھگڑے میں شمولیت نہیں کرتا۔)

تو خود لائی ہوگی۔ ایک تو تجھے کچھ یاد نہیں رہتا سلمیٰ!

سلمیٰ: میں نہیں لائی آپ لائے ہیں۔

تایا: میں؟ لے اگر میں ہی لایا ہوں تو کوئی بری بات ہے۔ رات یہ بڑا بڑا پھر تلاتا ہے۔

سلمیٰ: آپ کے پاس پیسے کہاں سے آئے؟

تایا: وہ دھار۔۔۔ دکاندار جانتے ہیں مجھے انہیں پتہ ہے میں ریٹائرڈ امیر ہوں فوڈ کے محلے کا۔

انگری ٹیگر میں بھی تھا۔۔۔

سلمیٰ: چلے میرے ساتھ۔۔۔ کس دکان سے لائے ہیں آپ یہ؟ میں ابھی پیسے لا کر دوں جا کر ان کے۔

عامر: (تنبیہ کے ساتھ) سلمیٰ! Stop it at once, please stop it
(شرپا کر تایا غصے میں آتا ہے)

تایا: لے میں چلا جاتا ہوں۔ تیری یہی منشا ہے تو لے ابھی لے۔۔۔ اس گھر میں تو کوئی بیٹھ کر
توالی بھی نہیں سن سکتا۔ گھر نہ ہوا، عقوبت خانہ ہو گیا۔ کیا ہو گیا ایک ناکارہ مچھر مارنے
والا پلگ ان سے لے آیا۔۔۔ دن میں دو ڈھائی ہزار کا سودا بیچتا ہے۔۔۔ ایک اس چھوٹی
سی چیز سے اسے کیا فرق پڑ جائے گا۔۔۔ صابری کو (غصے کے عالم میں چلا جاتا ہے)
بھگادیا تایا نکریم کو!

سلمیٰ: تم بھی مجھے ہی الزام دو عامر۔ سب مرد ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں، ہم کبخت
عورتوں کو یہ کام بھی نہیں آتا۔ کسی دکان سے چرا کر لائے ہیں۔۔۔ میں جانتی ہوں
کلپ ٹوینک ہیں اور یہ عادت راسخ ہو چکی ہے۔

عامر: (محبت سے) غصہ تھوک دو۔۔۔ درگزر کرو اور اب تیار ہو جاؤ۔

سلمیٰ: کیوں۔۔۔ میں کیوں تیار ہو جاؤں؟

عامر: وہ جو شور میں کام کرتی ہے۔۔۔ لمبی سی، خوفزدہ چہرے والی۔۔۔

سلمیٰ: مومنہ عدیل!

عامر: وہ۔۔۔ اور تائیلہ اور سجاد۔۔۔ میں اور تم ہم سب باہر جا رہے ہیں۔۔۔ Chinese!

سلمیٰ: مجھے کوئی شوق نہیں کہ پہلے میں پیسے پول کروں اور پھر ڈنر کھانے جاؤں اور شام کو بھی

وہی چہرے دیکھوں جو سارا دن بھوت بن کر ڈراتے رہے ہیں۔

عامر: فیکٹری میں کہنا تھا، وہاں تو تم پیش پیش تھیں کہ ٹھیک ہے۔

سلمیٰ: وہاں تھی اب نہیں ہوں۔ میری مرضی!

عامر: چلو آج میری خاطر سکی۔

سلمیٰ: میں کسی کی خاطر جینے کو مرنے سے بدتر سمجھتی ہوں۔ حرام موت! You may go

Amer.

عامر: تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔۔۔؟

سلمیٰ: محبت اور چیز ہے، مرضی اور شے ہے۔۔۔ خدا حافظ!

(عامر چلا جاتا ہے۔ سلمیٰ مچھر مار پلگ نکال کر پھینکتی ہے)

رات

ان ڈور

سین 10

(کھانے کا بڑا کمرہ جس میں لمبی کھانے کی میز ہے۔ یہ بڑا کمرہ ڈائننگ کم ڈرائنگ روم ہے۔ کمرے کی ڈیپانٹ اعلیٰ درجے کے سویڈش فرنیچر سے کی گئی ہے۔ خوبصورت صوفے، پردے، ان ڈور پلانٹس اور اعلیٰ قسم کی آرائشی چیزیں ہیں۔ ماں اور بیٹا لمبی میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ ماں سوپ پی رہی ہے، لیکن ارشاد نے سوپ پلیٹ دور کر رکھی ہے۔ جب کمرہ کھلتا ہے تو اس وقت ارشاد کے سامنے میز کا وہ حصہ کلوز اپ میں ہے جس پر ایک چھری اور ارشاد کا ہاتھ نظر آتے ہیں۔ وہ ہاتھ سے چھری کو گھماتا ہے۔ کمرہ اوپر اٹھتا ہے۔ اب ارشاد نظر آتا ہے۔ وہ غور سے دیکھتا ہے کہ چھری کس سمت میں ٹھہرتی ہے۔ کمرہ اٹھ کر سارا منظر دکھاتا ہے)

ارشاد: دیکھ ماں۔۔۔ میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، کم از کم تیرے ساتھ، لیکن دوبار میں بھی چوک گیا۔ ایک بار تجھے یاد ہے، جب ہم داتا دربار کے پچھواڑے رہتے تھے، اوپر کی منزل میں۔۔۔

ماں: وہ تو بڑی پرانی بات ہے ارشاد!

ارشاد: ہمارے ہمسائے میں گنجائز فروش رہتا تھا۔ میں نے اس کا کبوتر چرایا تھا۔ اور تجھ سے میں نے کہا تھا کہ میرے دوست امجد نے تجھ دیا ہے۔

ماں: (سوپ پینا چھوڑ دیتی ہے اور دل میں پورے پندرہ گننے کے بعد پوچھتی ہے) اور دوسرا؟ دوسرا جھوٹ۔۔۔؟

ارشاد: دوسرا ایف اے میں بولا تھا ماں، تیرے ساتھ نہیں کسی اور کے ساتھ۔۔۔ وہ نائب تحصیلداروں کا گھر نہ نہیں آیا تھا ہمارے پاس چوکی۔۔۔ ڈوگروں کی حویلی میں۔۔۔

ماں: ڈوگروں کی حویلی میں؟ یہ تو اور بھی پرانی بات ہے۔

ارشاد: ان کی ایک لڑکی نہیں تھی، مادرو۔۔۔

ماں: مادرو؟

ارشاد: جس کے ہاتھیں گال پر مل تھاں، مادرو، مادرو۔۔۔

ماں: علی؟

ارشاد: وہیں صبح صبح پتہ گھر میں بڑی خوبصورت عداوت کیا کرتی تھی۔

ماں: تلاوت

ارشاد: اس قل والی نادرہ کے ساتھ میں نے جھوٹ بولا تھا میں دوسرا جھوٹ۔

(دوبارہ چھری گھماتا ہے اور پھر اس کے رکنے کی طرف دیکھتا ہے۔)

ماں: کیا کہا تھا تو نے اس سے؟

ارشاد: میں نے کہا تھا کہ۔۔۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں نے بھی قرآن ختم کیا ہوا ہے

حالانکہ میں ڈیڑھ سپارہ پڑھ کر چھوڑ گیا تھا۔

ماں: تجھے کیا پڑی تھی اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی؟

ارشاد: ویسے تجھے یاد آ گیا ناں اس کا چہرہ۔۔۔ نادرہ کا؟

ماں: پتہ نہیں کس زمانے کی باتیں کر رہا ہے!

(ارشاد ذرا افس کر اٹھتا ہے۔ پھر سنک کے آگے جا کر ہاتھوں کو صابن لگانے لگتا

ہے ہاتھ دھو رہا ہے اور سنک کے اوپر گئے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔)

ارشاد: جب ہم بالکل غریب تھے ماں تو اس وقت میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں زندگی میں دس

لاکھ روپے بنالوں گا۔۔۔ ایک مرتبہ۔۔۔ تو پھر ریٹائر ہو جاؤں گا ہمیشہ ہمیش کے لیے!

ماں: ہمیشہ ہمیش کے لیے کیوں؟

ارشاد: زندہ رہنے کے لیے ماں۔۔۔ زندگی انجوائے کرنے کے لیے۔ (طنز یہ ہنسی کے ساتھ)

لیکن پچھلے سال جب میں نے اپنے اکاؤنٹس دیکھے تو مجھے پتہ چلا کہ میں دس لاکھ روپے

سے کہیں زیادہ بنارہا ہوں۔۔۔ ہر مہینے ماں۔۔۔ ماہوار۔۔۔ پھر میں نے اپنے لجر کھاتے

اکاؤنٹ بکس بند کر کے اکاؤنٹس آفیسر سے کہا، افضل صاحب اب آپ جا سکتے ہیں۔

ماں: پھر؟

ارشاد: پھر میں نے اپنی زندگی کی طرف توجہ دی اور وہیں کر سی پر بیٹھے بیٹھے اپنی زندگی کے

انداز میں ایک کر دیکھا تو میری آنکھیں بھرا گئیں۔ میں نے دیکھا کہ میں تو کب کا فوت

ہو چکا ہوں اور مجھ میں زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں۔ میں اپنے سامنے فوت ہوا ہوا

تھا اور اپنی میت کے لیے کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا۔ وہاں اسے لڑیچہ!

ماں: تیرے منہ میں خاک! کیسی باتیں کرتا ہے ارشاد!

ارشاد: ایک بار ماں نے یارک انسٹریٹ میں تلاوت پر مجھے ایک میکسکو، دہقان ملا تھا۔ وہ اپنے آپ کو

مذہبے کہا تھا۔ اس کی عمر تو کافی تھی لیکن وہ ساٹھ بیٹھ سے زیادہ کا نظر نہیں آتا تھا۔

اس مذہبے نے میرا ہاتھ اور ماتھے کی لکیریں دیکھ کر کہا تھا کہ ایک بات یاد رکھنا! اپنے

آپ کو شہرت، دولت اور ناموری کی حضوری میں دے کر اس کے غلام نہ بن جانا۔۔۔۔۔
 کیونکہ۔۔۔۔۔ کسی دن۔۔۔۔۔ کسی نہ کسی دن تم کو اپنی زندگی میں ایک ایسا آدمی ضرور ملے گا جو
 ان چیزوں میں سے کسی کی بھی پروا نہیں کرتا ہوگا۔ اس وقت تمہیں پتہ چلے گا کہ تم کتنے
 غریب اور مفلس ہو۔۔۔۔۔ خالی اور بے کار ہو۔

ماں: پھر ملا تم کو کوئی ایسا آدمی؟

ارشاد: ہاں ملا ماں۔۔۔۔۔ خوب ملا۔۔۔۔۔ اور بہت قریب ہو کر ملا۔

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(یہ سین بنانے سے پہلے آندھی یا بگولے اڑنے کا منظر لگائیے۔ پھر کوئی ایسی جگہ
 تلاش کیجئے جہاں لق و دق صحرائی کیفیت ہو۔ زمین چٹخی ہوئی ہو اور جس میں
 جا بجا راستہ گرم ہو جائے۔ اس کھلے میدان میں گھائیاں اور نشیب اتنے گہرے ہیں
 کہ قد آدم آدمی اتر کر گرم ہو جاتا ہے اور زمین کی سطح سے نظر نہیں آتا۔

ایک فاصلے سے ڈاکیہ محمد حسین آتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب ڈاکیہ کیمرے کے
 سامنے سے گزر جاتا ہے تو کیمرہ تھوڑی دیر کے لیے ڈاکیہ کو پشت سے دکھاتا
 ہے۔ کچھ دور دو تین بکریاں ایک گھائی میں اتر رہی ہیں۔ ڈاکیہ بھی ان کے ساتھ
 ہی گھائی میں اتر جاتا ہے۔ بکریاں اور ڈاکیہ دونوں کیمرے کی نظر سے اوجھل
 ہو جاتے ہیں۔ اب گھائی کی دوسری جانب کیمرہ رکھا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ
 گھائی سے بکریوں کا پورا پورا یوٹھ اوپر چڑھتا ہے اور ان کے پیچھے چڑھتا ہوا عبد اللہ
 بکریوں کو دھکارتا آتا ہے۔ وہ کیمرے کے سامنے سے گزر جاتا ہے۔ اب کیمرہ
 سارے نشیب یعنی گھائی کو دکھاتا ہے۔ جس میں ڈاکیہ اور اس کی سائیکل کہیں
 نہیں۔ اس کے بعد کیمرہ چڑھتا ہے کو فلو کرتا ہے۔ وہ کافی دور نکل گیا ہے اور
 ایک دوسری گھائی میں اتر جاتا ہے۔ ساری بکریاں اور چڑھتا ہوا گھائی میں اتر جاتے
 ہیں صرف ایک بکری باہر رہ جاتی ہے۔ کیمرہ اس بکری پر مثل ہوتا ہے۔ چند
 دیر بعد تصور بالکل مثل رہتی ہے۔ پھر کیمرہ آہستہ آہستہ اس کی طرف زوم کرتا
 ہے۔ پھر آتا ہے کہ یہ بکری نہیں ہے بلکہ موہی رمضان بیٹا جو تپا لاش کر رہا

ہے۔ یہ سین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ چرواہا، موچی اور ڈاکہ ایک ہی مرشد کے تین روپ ہیں۔ اس سین کے دوران یہ میوزک لگائے: عشق دی نویں نویں بہار)

کٹ

سین 12 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک دیہاتی راستے پر موٹر سائیکل چلاتا عامر جا رہا ہے۔ دور سے کچھ دیہاتی کچے کچے گھر نظر آرہے ہیں۔ اس رستے پر ایک بوڑھا جا رہا ہے۔ یہ عامر کا باپ ہے جو انتہائی پاکیزہ بڑھا ہے۔ عامر ابھی باپ تک نہیں پہنچا اور اونچی اونچی آوازیں دیتا ہے 'ابا..... ابا..... باپ مڑ کر دیکھتا ہے۔ عامر باپ کے پاس پہنچ کر موٹر سائیکل روکتا ہے۔ بابا موٹر سائیکل پر بیٹھتا ہے۔ دونوں پھر گاؤں کی طرف جاتے نظر آتے ہیں۔)

کٹ

سین 13 ان ڈور صبح کا وقت

(یہ فیکٹری کا وہ کمرہ ہے جہاں فیکٹری کی لڑکیاں اور عورتیں لاکروں میں اپنے پرس اور قیمتی اشیاء رکھتی ہیں۔ درمیان میں ایک لمبا میز ہے۔ کناروں میں لیڈر یا ریکسین سے مزے ہوئے صوفے ہیں۔ کھونٹیوں پر برقعے چادریں بھی لٹک رہی ہیں۔ اس وقت نائیلہ ڈاکٹروں جیسا کوٹ پہننے میں مشغول ہے۔ سلی اور مومنہ چائے پینے میں مشغول ہیں۔)

نائیلہ: (غصے سے) سارے جہاں کا خیال ہے کہ نائیلہ کو بہت شوق ہے کام کا۔۔۔ اور میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی ریسرچ پر اور ایسی نوکری پر۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی بھی نہیں ملتا ہم درنگ دو من کو۔۔۔ گھر بیٹھیں آرام سے۔

سلی: بھائی تم تو ساری دنیا پر لعنت بھیجتی ہو۔ تمہارا کام ہی لعنت بھیجنا ہے۔۔۔

مومنہ: ہائے ایسے نہ کہو سلی!

سلی: کیوں نہ کہوں۔۔۔ اس کو لاکھ دفعہ کہا ہے بھائی تمہارا اصل پر اہلم اور ہے۔ اس پر اہلم کی

وجہ سے تم سارے شہر سے لڑتی ہو۔

ناکیلہ: تمہیں پتہ نہیں ناں کہ میرے ماں باپ کیسے قصائی ہیں۔ بخار بھی ہو تو کام پر بھیجیں گے ضرور۔

سلمیٰ: چلیں آپ انصاف کریں مومنہ!

مومنہ: ناں جی میں کچھ ایسی انصاف پرست نہیں ہوں۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا انصاف والا۔ میں کبھی اپنے آپ سے بھی انصاف نہیں کر پائی۔

سلمیٰ: مومنہ! میرے پیرئس سرگودھا میں رہتے ہیں۔ اور نوکری مجھے یہاں ملی۔ اب اگر میں نوکری چھوڑ کر سرگودھا چلی جاؤں تو میرے دو چھوٹے بھائی تعلیم کیسے حاصل کریں؟ اور میرا بڑھا تایا کس کے پاس رہے؟

ناکیلہ: اب تم اپنے چالاک بڑھے کی داستان لے کر نہ بیٹھ جانا۔ وہ تمہاری غلطی تھی کہ نکرم تایا کو انگلی سے پکڑ کر ساتھ لے آئیں۔

سلمیٰ: اور میں انہیں وہیں چھوڑ آتی بازار میں۔۔۔۔۔ لوگوں میں گھرا ہوا۔ پتھر مار رہے تھے انہیں لوگ۔

مومنہ: ہائے کیا ہوا؟

سلمیٰ: کچھ نہیں مومنہ! میرے تایا جی کو گھر سے نکلے کئی سال ہو گئے تھے اور ان کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ اچانک ایک دن میں نے انہیں بازار میں دیکھا۔ بڑی بھیڑ تھی اور لوگ تایا نکرم کو گالیاں دے رہے تھے۔۔۔۔۔

ناکیلہ: پوری بات بتا۔ اب شرما کیوں رہی ہے۔

سلمیٰ: شرما تا کون ہے! میرے تایا جی کلپ ٹوینک ہیں۔ دکانوں سے چیزیں اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن ہیں تو وہ میرے تایا جی ناں! انہیں لوگوں کے تو حوالے نہیں کر سکتی تھی۔ کیوں مومنہ؟

مومنہ: کر بھی سکتی تھیں اور نہیں بھی کر سکتی تھیں۔

سلمیٰ: آپ تایا نکرم کو چھوڑ آئیں بازار میں؟ اکیلا۔۔۔۔۔؟ پتھر، تھپڑ کھانے کو!!

مومنہ: آج سے آٹھ سال پہلے ضرور چھوڑ آتی، لیکن آج شاید میں بھی انہیں ساتھ لے آتی۔

ناکیلہ: اس کا تو دماغ خراب ہے۔ اچھی بھلی حیرے میں رہتی تھی، تایا اٹھالائی۔۔۔۔۔ اسے تو شوق ہے میسجیں پالنے کا!

سلمیٰ: اور تجھے ناکیلہ۔۔۔۔۔ تجھے شوق نہیں جمیلوں کا، بھنوں کا، اوچیز ہوں کا۔

- مومنہ: اچھا بھائی آپ لڑتی کیوں ہیں۔ آئیے نائیلہ چائے پیئیں۔
- نائیلہ: لڑتی کہاں ہیں جی یہ تو ہمارا پیار ہے۔ ایسے ذرا ایگریشن نکل جاتا ہے۔
- سلمیٰ: آپ کے ہر بند کا کیا حال ہے جی؟
- مومنہ: (حیرانی سے) ہر بند؟
- سلمیٰ: عدیل صاحب کا؟ اب بخار کیسا ہے؟
- مومنہ: ٹھیک ہے اب تو ٹوٹر پر گئے ہوئے ہیں چھ دن سے۔
- نائیلہ: آپ کے تو مزے ہیں۔۔۔۔۔ دوہری تنخواہ۔۔۔۔۔ شوہر لک آفر کرنے کو۔۔۔۔۔ عیش ہی عیش ہیں۔ ہمیں جو ملتا ہے قصائی۔۔۔۔۔
- سلمیٰ: تو تمہیں کس نے منع کیا ہے شادی سے؟ تم بھی لک آفر ہو جاؤ۔
- نائیلہ: (باہر جاتے ہوئے) اللہ کرے کسی دن تو بھی پھنس جائے کسی جنجال میں۔
- (نائیلہ پٹاخ سے دروازہ بند کر کے باہر جاتی ہے)
- مومنہ: نائیلہ تو بہت پریشان ہے۔ کیا ہوا ہے اسے؟
- سلمیٰ: بس جی ایسے ہی ہے۔ آپ بات تو نہیں کریں گی کسی سے؟ میں آپ کو اس لیے بتا رہی ہوں کہ آپ اس کے لیے دعا کر دیں۔
- مومنہ: ہاں بھی ضرور دعا کروں گی دعا کیوں نہیں کرنی۔
- سلمیٰ: ایک شادی شدہ آدمی ہے۔ (قریباً سرگوشی میں) یہ اس سے شادی بھی کرنا چاہتی ہے اور اس کی بیوی پر ترس بھی کھاتی ہے۔
- مومنہ: ہائے نہیں! اسے منع کرو سلمیٰ!
- سلمیٰ: آپ کسی کو بتانا نہیں۔۔۔۔۔
- (اب وہ مومنہ کے کان میں سرگوشیاں کرتی ہے۔ مومنہ حیرانی سے سنتی ہے)
- کٹ

دن

آؤٹ ڈور

سین 14

(ایک بہت ہی اذیل جھکڑ کا شاٹ جس میں طوفان نوح کی آمد نظر آتی ہے۔ کروما کی مدد سے اس پر ارشاد کو چلتا ہوا دکھائیے۔ چمر کرنے کے شاٹس)

کٹ

سین 15 ان ڈور شام کا وقت

(عامر اپنے دیہاتی گھر میں چار پائی پر بیٹھا ہے۔ چوہے کے قریب عامر کی ماں بیٹھی روٹی پکارتی ہے۔ سامنے والی دیوار کے پاس چھوٹی سی چوکی پر بابا بیٹھا ہے۔ یہ ایک انتہائی پاکیزہ روح ہے۔ وہ چرخی پر دھاگہ لپیٹ رہا ہے)

ماں: لے پکڑ۔۔۔ کھا!

(عامر ان مانے جی سے چھابہ اور پیالہ پکڑتا ہے۔)

عامر: بچہ ماں میرا جی نہیں چاہتا۔

ماں: کھالے عامر اگریلوں کا بور پکایا ہے میں نے آج تیری پسند کا۔

بابا سلیمان: نہ زور دینی جانتے۔۔۔ اب وہ آدھا شہری ہو گیا ہے۔ تجھے کیا پتہ اسے کیا اچھا لگتا ہے کیا برا!

ماں: میں ماں ہوں اس کی۔۔۔ مجھے پتہ نہیں اسے کیا پسند ہے کیا پسند نہیں۔

بابا: اوئے بھلی لوک! پسند بدلتی بھی تو رہتی ہے۔ آدمی کوئی پتھر تو نہیں ہوتا ناں۔

(عامر ان مانے جی سے کھانا کھاتا ہے۔)

عامر: دودھ اصل ماں میں نے کھانا کھالیا تھا شہر میں۔۔۔

ماں: سود فہ تجھے کہا ہے ہونٹوں میں پتہ نہیں کیا گند مند پکادیتے ہیں گھر کا کھانا کھایا کرو۔

بابا: کمال ہے نیتے تیرا بھی! تو تورب کو بھی دو چار مشورے دن میں دے آیا کرے جو بس

چلے تیرا۔ آج ہوا چلا دے آج بارش روک رکھ اتنی گرمی کی کیا ضرورت ہے۔ عامر کی

زندگی ہے اسے گزارنے دے بھیلے لوکے! اس کی زندگی نہ گزارے جا۔۔۔

ماں: اور شادی بھی اس کی مرضی کی کروں۔۔۔! ہیں ناں؟

بابا: ہاں اور کیا۔۔۔ اس نے رہتا ہے ساتھ کہ تو نے؟

ماں: سارا دن تو میں نے ہی رہتا ہے سلیمان!

بابا: کون جانے یہ دونوں ہی شہر چلے جائیں ایہ دونوں ہی پاس نہ رہیں ہمارے۔۔۔؟

ماں: لے بھی ایسے ہو سکتا ہے بھلا۔ میرا بیٹا میری آنکھوں کے سامنے رہے گا ساری عمر۔

بابا: سوچ سمجھ کر بات منہ سے نکالا کر۔۔۔ رضیہ آگئی ناں چار بچے لے کر تیری آنکھوں کے

سامنے۔ اب خوش ہے؟ ادھر آ عامر میرے پاس۔

(عامر باپ کے پاس جا کر بیٹھتا ہے۔ باپ محبت سے اس کی گال پر ہاتھ پھیرتا ہے۔)

بابا: کچھ لسا ہو گیا ہے تو۔ بڑی کچھاوٹ ہے تجھے فیکٹری میں؟

عامر: کوئی کچھاوٹ نہیں ابا۔ میں تو سارا دن بیٹھا تسبیح پڑھتا رہتا تھا۔ پھر ارشاد صاحب نے کام پر لگا دیا کچھ ایسی باتیں کیں۔۔۔۔

بابا: اوئے کم عقلا! ہاتھ اور قلب کا بڑا جوڑ ہے۔ ہاتھ کام میں رہیں تو دل آپلی آپ اس کا نام چنے لگتا ہے۔

عامر: ہاں ابا۔۔۔۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں ارشاد صاحب!

بابا: رزق حلال کمایا جائے تو کبھی کبھی تسبیح پھیرنے کی ضرورت بھی نہیں رہتی کا کا۔

عامر: ہاں جی۔

بابا: (عامر کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے) کا کا کوئی لڑکی نظر میں ہے تیرے؟

عامر: (قدرے گھبرا کر) ہیں جی (وقفہ) ہے تو کسی ابا!

بابا: تو جلدی کر۔۔۔۔ ملا ہم سے کسی دن۔۔۔۔ پر ملا کر بھی کیا کرتا ہے۔ لا اے گھر۔ رونق ہو جائے بڑھے بڑھی کے لیے۔

(اب ماں قریب آتی ہے۔)

ماں: (غصے کے ساتھ) اب پڑھا پٹیاں۔۔۔۔ ڈال اس کے دل میں میرے خلاف

دشمنی۔۔۔۔ پٹ لے بابا سلیمان پٹ لے ماں سے۔۔۔۔ تو بہ کیسا لاٹھی بڑھا ہے۔ بیٹا

بھی رہنے نہیں دیتا میرے لیے۔ اس کو بھی سانہ کر ڈور بنالے اپنی۔۔۔۔ چڑھالے

چڑخی پر۔۔۔۔

بابا: (خس کر) او تیرا بھلا ہو جائے۔

کٹ

شام کا وقت

ان ڈور

سین 16

(محرم تایا الماری کھول کر تھیلے میں سے پانچ سوکانوٹ نکالتا ہے۔ پھر اسے چوم کر

آنکھوں سے نکالتا ہے۔)

تایا: اے میرے پیارے پانچ سو کے نوٹ اس سے پہلے کہ تو مجھ سے جدا ہو لے گھٹ کے

جھمی ڈال لیں (سننے سے لگتا ہے) دیکھ سارا سال میں نے تجھے سنبھال کے رکھا۔ تیری

حفاظت کی۔ تجھے گرمی سردی سے بچایا۔ چوراچکے ڈاکوؤں سے بچایا۔ تیری ہر بات مانی۔

لیکن اب ہم دونوں میں جدائی ہونے والی ہے۔ ہم دونوں مری جا رہے ہیں۔ قدرت کے نظارے دیکھنے جا رہے ہیں۔ میں تو آجاؤں گا واپس لیکن تو وہیں رہ جائے گا۔۔۔ اکیلا مجھے یاد کرتا۔۔۔

(آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ الماری میں قہیلی رکھتا ہے۔ منج کر کے تالا لگاتا ہے)

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(فلٹ کے قریب جہاں بیک گراؤنڈ میں فلیٹوں کی پوری عمارت نظر آرہی ہے 'سلمیٰ اور عامر منج پر بیٹھے ہیں۔)

پتہ نہیں کیوں پر ایسے ہے۔ تمہیں یہ بات Accept کرنی پڑے گی عامر!

لیکن یہ تو بڑی ان ریزن اسٹیل بات ہے سلمیٰ۔

بس ہے! جب کوئی مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے اپنی مرضی کرانا چاہتا ہے تو پھر مجھے بڑا غصہ چڑھتا ہے۔۔۔ اندھا حند۔۔۔

جو تم سے محبت کرتا ہو اس کی بات بھی بوجھ ڈالتی ہے؟

سب سے زیادہ تو امی کی بات کا دباؤ پڑتا ہے اور وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں۔۔۔ اتنی

محبت کرتی ہیں۔۔۔ اتنی اتنی۔۔۔ اچھا۔۔۔ عامر چھوڑو اس بات کو۔۔۔

چھوڑ دیا!

چلو میں تمہیں آج نکلے کھلاؤں۔

کس خوشی میں؟

آج بونس ملا ہے۔

نہیں آج نہیں۔ آج مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ اے کوڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔

کل رات وہ بیٹھا رہا ہے ساری رات۔

تم کبھی میری خوشی میں شامل نہیں ہوتے۔ ہمیشہ تمہیں اپنے بابا بابی کی پڑی رہتی ہے۔

مجھوری ہے!

کوئی مجھوری نہیں۔ تم ہمیشہ ایسے کرتے ہو۔ ہمیشہ اپنی منوائے ہو کبھی میری نہیں

مانتے۔ یہ تمہاری پرانی عادت ہے۔

کل سہی!

عامر:
سلمیٰ:

کل کیا پتہ میرا موڈ نہ ہو۔۔۔۔۔ میرے پاس پیسے نہ ہوں۔۔۔۔۔

(اس وقت ایک دس بارہ سال کا بچہ بھاگا آتا ہے۔)

لڑکا:

بابی جی۔۔۔۔۔ بابی جی تایا نکرم کو کچھ لوگ گھیرے کھڑے ہیں۔ وہ مون مارکیٹ کے پیچھے

جی۔۔۔۔۔ بڑے لوگ جمع ہیں۔۔۔۔۔

(دونوں بھاگ کر نموڑ سائیکل پر چڑھتے ہیں۔)

کٹ

سین 18 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(مارکیٹ کے پچھوڑے ایک مجمع جمع ہے۔ نکرم تایا اونچی اونچی ہیر گارہا ہے اور

ظاہر یہ کر رہا ہے جیسے وہ پاگل ہے۔)

دکاندار 1: باباجی! یہ سویٹر آپ کے پاس کیسے پہنچا؟

تایا نکرم: ڈولی چڑھدیاں ماریاں ہیر چیکاں۔

دکاندار 2: یار بابے کا دماغ خراب ہے۔ چھوڑ دے۔ تیرا سویٹر مل گیا بات ختم ہو گئی۔

دکاندار 1: کوئی پہلی بار ہے، کوئی پہلی بار ہے۔ اب تو میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ پتہ لگ جانا

ہے اسے۔۔۔۔۔ سمجھ آ جاتی ہے۔ سویٹر چراتے کیسے ہیں۔

(اب دور سے عامر اور سلمیٰ بھاگتے آتے ہیں۔)

سلمیٰ: کیا ہوا۔۔۔۔۔ کیا ہوا جی؟

دکاندار 1: اس بابے نے میری دکان سے سویٹر چرایا ہے پوری آستینوں والا۔

سلمیٰ: کیوں تایا کیا بات ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ میرے تایا جی ہیں۔ میں پیسے ادا کر دوں گی۔

آپ پلیز انہیں چھوڑ دیں۔

(تایا ہیر گاتا مجمع میں سے نکل جاتا ہے۔ کیمرا اسی کو فلو کرتا ہے۔)

کٹ

سین 19 ان ڈور دن

(ارشاد دفتر میں بہت مصروف ہے۔ وہ فائلیں دیکھتا ہے۔ اٹھ کر الماریوں میں سے سامان نکال کر صوفے پر رکھتا ہے جیسے وہ کہیں جانے کی تیاری میں ہو۔ سامنے مومنہ عدیل کھڑی ہے)

مومنہ: سر سوری میں اپنے چھوٹے چھوٹے پروہلم کے لیے آپ کو تنگ کرتی ہوں، وقت بے وقت۔

ارشاد: اب کیا ہوا؟

مومنہ: مجھے آپ کے وقت کا خیال رہتا ہے سر، آپ کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہوگا۔ آپ کا وقت ضائع کرتی ہوں سر۔

ارشاد: بوجھ ہرگز نہیں مومنہ۔۔۔ مومنہ عدیل! میں جو تم کو سب سے عمدہ تحفہ دے سکتا ہوں، وہ میرا وقت ہی تو ہے۔ بلکہ یہ واحد تحفہ ہے جو میں کسی کو بھی دے سکتا ہوں۔ قیمتی ترین تحفہ!

مومنہ: قیمتی تحفہ سر!

ارشاد: اگر میں تم کو کچھ رقم تحفے کے طور پر دوں تو یقین رکھنا۔۔۔

مومنہ: میں آپ کی ساری رقم لوٹا دوں گی سر، ایک ایک پیسہ۔۔۔ ان دنوں میرا ہاتھ تنگ ہے ذرا۔

ارشاد: میں نے لوٹانے کی بابت کب کہا۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ اگر میں تم کو کچھ رقم تحفے کے طور پر دوں تو اصل میں تمہیں میں اپنا وقت ہی دے رہا ہوں۔۔۔ وہ وقت جس میں لگ پٹ کر میں نے یہ رقم بنائی۔

مومنہ: وقت ایسی ہی قیمتی چیز ہے سر؟

ارشاد: وقت قیمتی؟ وقت ہی تو زندگی ہے۔ جب کوئی کسی کو قتل کرتا ہے تو اس سے اس کا وقت ہی تو چھینا ہے اور تو کچھ نہیں لیتا۔ وہ سال، وہ مہینے، وہ گھنٹیاں چھین لیتا ہے جو اس نے بسر کرنے تھے۔ دس میں سال، تیس سال، پچاس سال جو اس نے گزارنے تھے، وہی نوٹ کھوٹ لیتا ہے قاتل۔ اور تو کچھ نہیں لیتا۔

مومنہ: یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں سر!

ارشاد: تو جب میں تم کو اپنا وقت دیتا ہوں تو گویا اپنی زندگی تم کو دیتا ہوں، اپنی جان تم پر بھاری

کر تا ہوں۔۔۔۔

مومنہ: (گھبرا کر) سچ سر؟ سچ۔۔۔۔!

ارشاد: میرا وقت تمہارے ساتھ ایک انویسٹمنٹ ہے۔ تمہیں اس کا دھیان کرنا چاہئے۔

مومنہ: کروں گی سر! دل سے دھیان رکھوں گی ساری عمر۔۔۔۔ ساری زندگی۔

ارشاد: Anything Else?

مومنہ: سر آپ سے ریکورٹ تھی ایک۔۔۔۔

(ارشاد ہپ پاٹ سے پرس نکالتا ہے۔)

ارشاد: کتنے؟

مومنہ: نہیں سر! پہلے میں نے آپ کا ہزار روپیہ دینا ہے۔ مجھے پیسے نہیں چاہئیں۔

ارشاد: تو پھر؟

مومنہ: وہ جی دفتر میں کسی کو علم نہیں کہ عدیل مجھے چھوڑ کر جا چکا ہے میں نے سب کو بتایا ہے کہ وہ اور میں اکٹھے رہتے ہیں۔

ارشاد: لیکن کیوں؟ آپ لوگوں سے سچ کیوں نہیں بول سکتیں؟

مومنہ: وہ جی بڑا مشکل ہے سر! بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر ہر بند موجود نہ ہو۔۔۔۔ لوگ خواہ مخواہ باتیں بناتے ہیں۔ (فون کی گھنٹی بجتی ہے) آپ کسی سے ذکر نہ کرنا پلیز!

ارشاد: (فون پر) ٹھیک ہے۔ سارے لیگل ڈاکو منٹس تیار ہیں۔ فائن۔۔۔۔ فائن۔۔۔۔ فائن۔ آپ میرا انتظار کریں۔ میں گھر ہی جا رہا ہوں! ابھی کلکٹ کر لوں گا۔

(فون رکھ کر پھر مومنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

ارشاد: جب میں تم کو اپنا وقت دیتا ہوں مومنہ تو ہر لمحہ ہر ثانیہ تمہارا ہو جاتا ہے۔ وہ لمحہ واپس نہیں آتا۔ نہ ہی تم واپس کر سکتی ہو اور نہ ہی وہ لمحہ کسی اور کو دیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی اور کے نام Endorse کیا جاسکتا ہے۔

مومنہ: میں تو آپ کا تحفہ کسی اور کو دکھاؤں تک نہیں سر۔۔۔۔!

ارشاد: بس جس نے اپنا وقت دیا مومنہ اس نے نہ صرف اپنی زندگی مجھے دی بلکہ ایسی چیز عطا کی جو کسی اور کو دی نہیں جاسکتی۔ تم لوگ کیا ایک دوسرے کے دوپٹے بدل کیا کرتی ہو ناں لیکن یہاں ایسا ممکن نہیں۔ محمودہ کو دیا گیا ایک لمحہ جو محمودہ کے لیے ہے! وہ صاف کو نہیں دیا جاسکتا۔

مومنہ: میرے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز ہے سر کہ آپ۔۔۔۔

ارشاد: (ایک کا غذا اٹھا کر پڑھتا ہے۔ پھر اسے آہستہ آہستہ پھاڑتا ہے) تمہارا عطا کردہ ایک لمحہ میرے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے کہ جب ہم اکٹھے مل کر ایک ایک لمحے کا تبادلہ کرتے ہیں تو اس وقت ہم دونوں نے اپنا اپنا لمحہ ساری دنیا سے چرایا ہوتا ہے۔

مومنہ: ساری دنیا سے چرایا ہوتا ہے؟

ارشاد: ساری دنیا سے۔۔۔۔۔ سوری مانگ کر۔۔۔۔۔ I beg your pardon کہہ کر۔۔۔۔۔ سوری ور لڈ! اس وقت میں یہ لمحہ مومنہ کو دے رہا ہوں اور تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ تم بھی کہتی ہو سوری دنیا۔۔۔۔۔ میں اس وقت یہ منٹ اپنے سر کو دے رہی ہوں اور تمہاری طرف توجہ نہیں دے سکتی۔

مومنہ: میں تو اپنے سر کو دینے کے لیے خدا سے اتنا نائم مانگتی ہوں۔۔۔۔۔ اتنا نائم کہ اس کے حدود حساب اور گنتی شمار۔۔۔۔۔

ارشاد: (خس کر اٹھتے ہوئے) اور خدا کے ہاں نائم ہی نہیں۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ نہ ازل کو نائم کے چوکھٹے میں فٹ کر سکتے ہیں نہ ابد کو نائم سے جانچا جاسکتا ہے۔ یہ اور ہی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ اسے بگ بینگ والے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اک رب کا چہرہ رہ جائے گا۔

مومنہ: بس سر اس سے آگے میں کچھ سمجھنا بھی نہیں چاہتی۔
(فون کی گھنٹی بجتی ہے)

ارشاد: میں بھی ایک حد کے بعد کچھ نہیں سمجھتا۔ یہاں بھی ہم ساتھ ہیں 'نا سمجھ ہیں۔۔۔۔۔ (آہستہ آہستہ آ رہا ہوں) تمہیں جانا ہے۔ آگیا بھی۔ آگیا۔۔۔۔۔ لو مومنہ خدا حافظ! آل دی بیسٹ!!

(مومنہ زیر لب خدا حافظ کہتی ہے۔ ارشاد جلدی سے چلا جاتا ہے)

کٹ

سین 20 ان ڈور رات

(ارشاد کا خوبصورت شاندار کمرہ۔ ہاں بڑی شان سے صوفے پر بیٹھی ہے۔ ارشاد

کھڑکی کے سامنے کھڑا ہر دیکھ رہا ہے۔ بجلی زور سے کڑکتی ہے۔)

بجلی چمک رہی ہے۔ ارشاد

(حیران ہو کر) بجلی؟ کہاں؟

ماں: ارشاد: میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ شہر سے دور میں نے ایک چھوٹا سا گھر خرید لیا ہے۔ اس میں ایک لیبارٹری ہوگی چھوٹی سی۔ میں ریٹائر ہو گیا ہوں، صوبہ جاہ سے۔۔۔ دولت کے حصول سے۔۔۔ ناموری سے۔۔۔ اپنی اہمیت سے۔۔۔

یعنی۔۔۔ اب تو کام نہیں کرے گا، فیکٹریاں نہیں چلائے گا۔ کیوں آخر؟

ماں: ارشاد: یہ بات ہم اور کتنی بار کریں گے ماں! فیکٹری میں قدم قدم پر رشوت ہے۔ بجلی لینے میں۔۔۔ پانی دینے میں۔۔۔ ہوا کھانے میں رشوت دینی پڑتی ہے۔ پروڈکٹس شہر سے باہر جائیں، مٹھی گرم کرنی پڑتی ہے۔ افسروں کے فارن ٹور اریج کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی ایک مقام ہے۔۔۔ کوئی ایک جگہ ہے سمجھوتے کی۔ کوئی ایک مقام ہے بد اخلاقی کا۔۔۔! پہلے بھی تو تو یہ سب کچھ کرتا رہا ہے۔

ماں: ارشاد: کرتا رہا۔۔۔ کرتا رہتا۔۔۔ اگر مجھے ضرورت ہوتی۔ لیکن اب میں صرف اتنا رزق رکھنا چاہتا ہوں جو بقدر ضرورت کام آئے۔ صرف اتنا کام کرنا چاہتا ہوں جو میری ذات کو نقصان نہ پہنچائے اور رب سے غافل نہ کرے۔

ماں: تو نے مجھے بہت تنگ کیا ہے ارشاد! ساری جوانی تیرے ابا نے مجھے رلایا۔ غربی نے معذور کیے رکھا۔ اب بڑھاپے میں تو آزمائش بن گیا۔

ماں: اولاد اور مال تو ہوتے ہی آزمائش کے لیے ہیں ماں!

ماں: اب جب میری بوڑھی بیٹیاں آسائش کی عادی ہو گئی ہیں۔۔۔ مجھے گاڑیوں کی عادت پڑ گئی ہے۔۔۔ آرام میری زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔۔۔ میرا سارا دے آف لائف بدل گیا ہے ارشاد تو مجھے تبدیل ہو جانے کو کہہ رہا ہے (اماں ٹٹو کے ڈبے میں سے ٹٹو نکال کر آنسو پونچھتی ہے) میں کتنی بار بدلوں کی ارشاد کتنی بار۔۔۔

ماں: ارشاد: ماں! انسان دو پاؤں کا جانور ہے۔ اس کا ایک پاؤں استقامت میں ہوتا ہے تو دوسرا حرکت کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسی تضاد میں اس کی عمر بسر ہوتی ہے۔ میں اپنے اندر آنے والی تبدیلی کو روک نہیں سکتا ماں کیونکہ ہر بڑی تبدیلی کوئی واقعہ نہیں ہوتی، حادثہ نہیں ہوتی بلکہ ظہری ہوئی سوچ ہوتی ہے قلب میں۔۔۔ روح میں۔ پھر اس کے راستے میں جو آئے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

(اب ماں ایک اور ٹٹو نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہے۔ پھر ڈبہ اٹھا کر نیچے فرش پر پھینکتی ہے۔ یکدم اس کے آنسو ٹپکھتے ہوئے ہیں۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوتی ہے)

جیسے کوئی نئی عورت ہو۔)

ماں:

اچھا ارشاد! پھر اس لمحے میں بھی ایک تبدیلی کا شکار ہو گئی ہوں۔ میں تجھے یہ تینوں فیکٹریاں لاوارث نہیں چھوڑنے دوں گی۔ آج سے میں ان فیکٹریوں کو خود چلاؤں گی۔ وہ رونے دھونے پاؤں پکڑنے والی ملاحت بیگم مرگئی۔ تیری ماں ختم ہو گئی ارشاد۔۔۔ لیکن ابراہیم اور اسحاق کی دادی زندہ ہے۔ ان کے آنے تک میں فیکٹریاں چلاؤں گی۔ میں زندگی سے سمجھوتہ کروں گی۔ اب تو میری آنکھ میں کوئی آنسو نہیں دیکھے گا ارشاد۔ تیری۔۔۔ رونے والی ماں مر گئی۔۔۔ زندہ رہنے والی کی کایا کلب ہو گئی۔ میں زندہ رہوں گی کام کرنے کے لیے اور کام کرتی رہوں گی زندہ رہنے کے لیے۔۔۔ یہ میری زندگی کے دو آخری آنسو تھے جو ٹوٹ گئے۔۔۔ بکھر گئے۔۔۔ ڈوب گئے۔ (پاؤں کی ٹھوکر ٹٹو کے ڈبے کو مارتی ہے اور مارتی چلی جاتی ہے۔ کیمرا صرف پاؤں اور ڈبہ دکھاتا ہے۔)

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(فیکٹری میں لمبی کار آتی ہے۔ ارشاد کی والدہ ملاحت بیگم سفید کپڑوں میں ملبوس پورے طمطراق اور نفوت سے اترتی ہے۔ ڈرائیور بھاگ کر چھتری پکڑاتا ہے۔ آفس کے ملازم آفیسر اس کی طرف بھاگتے ہیں۔ سلاموں کی بارش ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 22 ان ڈور دن

(فیکٹری کے ڈائنگ ہال میں مامر، سلٹی، سجاد اور نائیلہ کھانا کھا رہے ہیں۔ پاس دم بخود مومنہ بیٹھی ہے۔ وہ کھانا نہیں کھا رہی بلکہ کبھی ایک کام نہ سمجھتی ہے کبھی دوسرے کا۔)

آپ بھئی، تمہیں مومنہ امر کو گئے تو آج پوچھا دن ہے ملک سے بھی اور آفس سے بھی۔

سلٹی

عامر: نہیں نہیں، ملک سے وہ نہیں گئے۔ انہوں نے چھوٹی سی کوٹھی لے لی ہے۔ رائے ونڈ روڈ پر چلے جائیں آگے آگے 'ناہیان پلس' سے آگے 'لاہور پارک' سے آگے 'پھر آتا ہے ایک کھلا میدان' وہاں جنوب کی طرف سڑک مڑتی ہے۔ وہاں کوٹھی ہے سر کی۔ لندن گئے ہیں سال دو سال کے لیے 'مجھے پتہ ہے۔'

نائلہ: (سر ہلاتے) نہیں نہیں۔
مومنہ: ہر طرح کی Rumour ہے۔ کچھ کہتے ہیں لندن گئے ہیں، کچھ کہتے ہیں یہیں ہیں نئی کوٹھی میں۔ پتہ نہیں۔

نائلہ: لے آفس کے کچھ لوگوں نے انہیں ایئر پورٹ پر دیکھا ہے خود۔۔۔ کیا وہ جا نہیں سکتے لندن۔ وہاں ان کے بیٹے ہیں، بیوی ہے۔۔۔
سلٹی: بیوی کو طلاق ہوئی ہے۔ ہاں بیٹوں کو ملنے جاسکتے ہیں۔

عامر: بابادہ یہیں ہیں۔ رائے ونڈ روڈ پر آگے چل کر۔۔۔ تصدیق کر لیا کرو سلٹی بات کرنے سے پہلے!

مومنہ: یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سر ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ نہیں نہیں۔

(اپنے آپ سے بولتی ہوئی اٹھتی ہے۔ دیوانہ وار بھاگتی ہے۔ سپر امپوز 'بگولا میدان میں ادھر ادھر بھاگتا ہے')

کٹ

pdf by *****M Jawad Ali

دن

ان ڈور

سین 23

(ملاحیت بیگم ارشاد کی سیٹ میں بیٹھی فائلوں پر سائن کر رہی ہے۔ پیچھے خوشامدی لپا اے کھڑا ہے۔ یکدم دروازہ کھلتا ہے۔ مومنہ اندر جھانکتی ہے۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے:)

مومنہ: نہیں نہیں یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں نہیں میں نہیں مان سکتی۔ نہیں۔۔۔

ماں: کون ہو تم؟

مومنہ: کوئی نہیں سی۔۔۔ آئی ایم سوری میڈم!

(باہر نکل جاتی ہے)

ماں: کچھ ڈسپن کا خیال رکھیں۔ مجھے لگتا ہے ارشاد نے تو سب کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ جو چاہتا ہے منہ اٹھا کر اندر چلا آتا ہے۔

بی بی: جی سر بڑے رحمدل تھے۔

ماں: رحمدل نہیں، احمق تھا (سائن کرنے لگتی ہے) میں سب کو ٹھیک کر دوں گی، ایک ہفتے کے اندر اندر!

بی بی: ایس سر!

کٹ

سین 24 آؤٹ ڈور دن

(ایک پہلی ٹیکسی جا رہی ہے۔ اس ٹیکسی کو ہم کئی مقامات پر جاتے مڑتے دکھاتے ہیں۔ مومنہ اس میں سوار ہے۔ آخر میں وہ ایک چھوٹی سی کوٹھی پر آتی ہے۔ کوٹھی کے باہر بورڈ لکھا ہے:)

Beware of Dogs

(کیمرا اس بورڈ کو کلوز میں دکھاتا ہے۔ یہاں ٹیکسی رکتی ہے، مومنہ اترتی ہے۔ وہ بورڈ کو غور سے دیکھتی ہے۔ پھر ایک جگہ سے اوپر چڑھ کر دیوار کے اندر جھانکتی ہے۔ اندر پانچ چھ کتے کھلے پھر رہے ہیں۔ وہ مومنہ کی شکل دیکھ کر بھاگنے اور بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ مومنہ خوفزدہ ہو کر سر پکڑتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 5

کردار

ارشاد	:	ہیرو
مومنہ	:	ہیروئن
موجی رمضان	:	ارشاد کے ہادی رہنما
ڈاکٹر محمد حسین	:	ارشاد کے مرشد
پروفیسر عائشہ	:	مومنہ کی والدہ
عریل	:	مومنہ کا شوہر، نئے دور کی پیداوار
رانی	:	مومنہ کی سہیلی، فیشن ایبل
بابا سلیمان	:	عمر کا والد
		اور کالج کی سات لڑکیاں

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(تھانے میں حوالات کے اندر موچی رمضان بند ہے اور سلاخوں کے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ وہ تین چار دوسرے حوالاتیوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ نیم اندھیرا ہے۔ اچانک رمضان موچی کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی ہے اور وہ ہاتھ سے سلام کرتے ہوئے کہتا ہے:)

رمضان: السلام علیکم بھائی جان! آپ نے حد کر دی جو مجھے ڈھونڈ نکالا۔ (ارشاد فیلڈ میں داخل ہوتا ہے) ورنہ ادھر تو کسی کو علم ہی نہیں تھا کہ میں یہاں ہوں۔

ارشاد: (حسرت 'بے چارگی اور شدید کرب کے ساتھ اسے دیکھتا ہے)

رمضان: وہ وہاں مولوی صاحب نے اٹھوایا بھائی جان کالے خان سے کہہ کر۔ میرا اڈہ لے لیا اور مجھے یہاں بند کر دیا۔ آپ تو ولایت جا رہے تھے؟

ارشاد: سر میں تو جا رہا ہوں (گھڑی دیکھ کر) بلکہ اس وقت تو مجھے ایئر پورٹ پر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن آپ کو اس طرح چھوڑ کر۔۔۔۔

رمضان: نہیں نہیں بھائی جان۔۔۔۔ یہ تو کیفیات ہیں۔ یہ تو آتی جاتی رہتی ہیں۔ گرمی سردی، خوشی خوشحالی، سختی نرمی، یہ کیفیتیں ہیں۔ ان پر توجہ نہیں دینی بھائی جان، کام کرنا ہے۔۔۔۔ کام! دھیان کے ساتھ۔۔۔۔ لگن کے ساتھ۔۔۔۔ ٹانگے پر ٹانگا۔۔۔۔ گانٹھ پر گانٹھ۔۔۔۔ ناٹ پر ناٹ۔۔۔۔ قالین نہیں بنانا، پھول بوٹے نہیں دیکھنے۔۔۔۔ بس ناٹ پر ناٹ لگاتے جاتا ہے۔۔۔۔ ٹانگے پہ ٹانگا۔

ارشاد: میں آپ کی ضمانت کرانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

رمضان: اس کی چنداں ضرورت نہیں بھائی جان! یہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا اپنے وقت پر۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ سرق لائٹ لے کر مخلوق خدا کی رہنمائی کریں۔

ارشاد: سرق لائٹ سر؟

رمضان: اور یہ سرق لائٹ سائنس کو اپنائے بغیر ہاتھ نہیں آئے گی۔۔۔۔ فزکس سمجھے بغیر جتنا فزکس نہیں پکڑی جائے گی۔ اس دور میں فزکس ہی جتنا فزکس میں ڈھلتی جا رہی ہے اور اس کو انجم فزکس کے اندر ہی سارا راز پوشیدہ ہے۔

ارشاد: کو انجم فزکس؟

(بڑی تیز آندھی کا شٹ)

(ڈزالو)

(وہی حوالات کا منظر)

رمضان: اوبھائی جان! کو اٹھ تھیوری کو جانے بغیر اور فوٹان کی کیفیت سمجھے بنا غوث الاعظم کا یہ اسرار کیسے سمجھ لو گے کہ مواحد جب مقام توحید پر پہنچتا ہے تو نہ مواحد رہتا ہے نہ توحید نہ واحد نہ بسیار نہ عابد نہ معبود نہ ہستی نہ نیستی نہ صفت نہ موصوف نہ ظاہر نہ باطن نہ منزل نہ مقام نہ کفر نہ اسلام نہ کافر نہ مسلمان۔۔۔۔ (چند لمحے حوالات پر دھواں پھیل جاتا ہے پھر یکدم صاف نظر آنے لگتا ہے۔) اور بھائی جان۔۔۔۔

At subatomic level, matter does not exist with certainty but rather shows tendencies to exist. This is why particles can be waves at the same time.

نہ واحد نہ بسیار نہ عابد نہ معبود نہ ہستی نہ نیستی نہ صفت نہ موصوف۔۔۔۔ نہ ظاہر نہ باطن۔۔۔۔ کھل گئی بات۔۔۔۔ کھل گئی بھائی جان؟ واضح ہوا کہ کسی بھی ایٹمی Event کو یقین کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے۔۔۔۔ صرف کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ تو پھر آگے اس کی مرضی (ہستے ہوئے) اس کی مرضی!

ارشاد: سر میں تو صرف باطن کے سفر میں انٹر سٹڈ ہوں۔

(گھڑی کو گھبراہٹ کے عالم میں دیکھتا ہے)

رمضان: (ہنس کر) باطن کا سفر! سائیں بننا ہے؟ بھائی جان تو پھر تجربے سے گزرنا ہو گا۔ سائنس دان کی طرح یک طرفہ ہونا ہو گا۔ اس کے رویے کی پیروی کرنا پڑے گی۔۔۔۔ منہ میں اترنا پڑے گا اور منہ میں اترے تو مراقبہ کرنا پڑے گا۔ اور مراقبہ لیبارٹری میں ہوتا ہے بھائی جان 'زبانی کلامی علم میں نہیں۔۔۔۔ چھپی چھپائی معلومات میں نہیں۔ سائیں بننے کا ارادہ ہے؟

ارشاد: جی سر!

رمضان: صوفی؟

ارشاد: جی سر!

رمضان: راستہ بدل گیا ہے۔ ادھر سے آنا پڑے گا سائنس کے سمندر میں۔ اب لہریں ادھر اٹھ رہی ہیں باقی سمندر ساکت ہے۔

ارشاد: بہتر سرا

رمضان: سائنس کے ٹیچر نہ بن جانا بھائی جان 'سائنس کے سادھو بننا۔ سائنس میکس پلانک کی طرح 'سائنس میلو بوہر کی طرح 'بابار و دفور ڈاور سائنس آئن سٹائن کی طرح۔ تم پر زمانے کا باطن روشن ہونے لگے گا بھائی جان۔ ٹائم سپیس دونوں گرفت میں آجائیں گے اگر تم یہ سمجھ لو بھائی جان (سپائی فیلڈ ان ہوتا ہے) کہ یہ آسانی۔۔۔۔

سپائی: اوئے تم میں رمضان موچی کون ہے؟

موچی: میں ہوں بھائی جان رمضان موچی!

سپائی: (حوالات کا تالا کھول کر) آجا باہر۔۔۔۔ شباباش۔۔۔۔

(سپائی تالا کھول کر رمضان موچی کو بے دردی سے حوالات سے باہر نکالتا ہے اور ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ارشاد بھی گھڑی دیکھتا ڈراڈرا ساتھ چلتا ہے۔ سامنے تھانیدار دونوں ٹانگیں پھیلائے آرام کرسی میں دراز اخبار دیکھ رہا ہے۔ ایک اور سپائی موچی کو اس کا نواڑ کے پٹے والا ڈبہ لا کر دیتا ہے۔ موچی ڈبہ لے کر زمین پر بیٹھتا ہے 'تھانیدار صاحب کا ایک پاؤں اٹھا کر اپنی گود میں رکھتا ہے اور کالے سیاہ بوٹ پالش کرنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 2 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ عدیل اسی جگہ کھڑی ہے جہاں پھانک پر Beware of dogs کا بورڈ آویزاں ہے۔ اندر سے بے تحاشہ کتے بھونکنے کی آواز آرہی ہے۔ کیمرو اس کے ساتھ چلتا ہے۔ وہ دیوار کی درز سے یا پھانک کی جھری سے اندر دیکھتی ہے۔ کیمرو دیوار پر رکھ کر اندر بے تحاشہ بھونکتے بھاگتے کتوں کا شاٹ لیا جاتا ہے۔ اس دوران یہ گیت سہرا پوز کیجئے:

او دیں دی یار دی کلی گھڑیا

بھئی کتوں کی آواز لوچی ہو جاتی ہے 'بھئی گیت اونچا ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر یہ منظر جاری رہتا ہے 'پھر منظر ہوتا ہے لیکن کتے بھونکنے کی آواز مسلسل رہتی ہے۔ اب پھانک کھلتا ہے اور ڈاکیہ محمد حسین ڈاک کا تھیلا لٹکائے باہر آتا ہے۔ جس

وقت ڈاکیہ باہر آتا ہے کتوں کی آواز فوراً بند ہو جاتی ہے۔)

مومنہ: معاف کیجئے جی۔۔۔۔۔ یہ ان کی کوٹھی ہے۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔ جن کو۔۔۔۔۔؟

محمد حسین: جی جی۔۔۔۔۔ جی جی۔

مومنہ: یہ ارشاد صاحب کی کوٹھی ہے؟

محمد حسین: بالکل ارشاد صاحب کی۔۔۔۔۔ ارشاد کی۔۔۔۔۔ مستقبل کے صاحب ارشاد کی!

مومنہ: وہ لندن چلے گئے ہیں یاد دہری ہیں؟

محمد حسین: ادھر ہی ہیں۔ انہوں نے خود ڈاک لی ہے مجھ سے ابھی۔

مومنہ: وہ جی کتوں نے آپ کو اندر جانے دیا؟ بہت سارے کتے کھلے ہیں اندر۔

محمد حسین: کتے؟ ہاں بھی وہ بھی موجود ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ کتے جو ہوئے۔

مومنہ: آپ سے مانوس ہوں گے۔۔۔۔۔ تبھی کچھ نہیں کہتے آپ کو۔۔۔۔۔ (کچھ دیر سنتے ہوئے)

کیسے چپ ہو گئے ہیں۔

محمد حسین: آپ بے فکر ہو کر چلی جائیں۔ وہ آپ کو بھی کچھ نہیں کہیں گے۔

مومنہ: لیکن جی۔۔۔۔۔

محمد حسین: (ہنس کر) راستے کے کتوں کی پروا نہیں کرتے بی بی! ورنہ منزل نہیں ملتی۔ کتے بھونکنے

کے لیے ہوتے ہیں روکنے کے لیے نہیں۔

مومنہ: (یہ جملہ جیسے اسے کاٹ کر جاتا ہے۔ وہ زیر لبی میں دوہراتی ہے) روکنے کے لیے نہیں!

محمد حسین: خوف انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ آپ جائیں ڈریں نہیں۔

(مومنہ کچھ ہچکچاتی ہے، پھر پھانگ کھولتی ہے)

محمد حسین: جائیے۔۔۔۔۔ جائیے میں یہیں ہوں اور اپنے پیچھے پھانگ بند کر دیں۔

(مومنہ اندر جاتی ہے۔ پھانگ بند ہوتا ہے۔ ڈاکیہ ایک ذومعنی مسکراہٹ کے

ساتھ تھیلے میں سے ڈاک نکال کر کچھ خط علیحدہ کرتا ہے، پھر تھیلا سائیکل پر لٹکاتا

ہے۔ ایک ٹانگ اٹھا کر سائیکل پر چڑھتا ہے۔ جب ٹانگ اٹھتی ہے، تصویر شل

ہوتی ہے اور کافی دیر تک شل رہتی ہے)

کٹ

کچھ دیر بعد

آؤٹ ڈور

سین 3

(کوٹھی کا اندرونی حصہ۔۔۔۔۔ بہت لمبی لان کے اندر دور ایک چھوٹی سی کالنج نظر

آتی ہے۔ مومنہ پھانک کے سامنے کھڑی ہے۔ لان میں کوئی کتا نہیں ہے۔ کبوتر پھیلے ہوئے چر چک رہے ہیں۔ مومنہ کے چہرے پر اطمینان اور حیرانی کی لہر آتی ہے۔ کبوتر مومنہ کے چلنے سے پھڑ پھڑاتے ہوئے کچھ ہوا میں اڑ جاتے ہیں کچھ وہیں چرنے چلنے میں مشغول رہتے ہیں۔ مومنہ آگے چلتی ہے۔ کیمبرہ پہلے فرٹ پر ہوتا ہے پھر بیک پر چلا جاتا ہے۔ اس دوران "کلی یاردی گھڑیا" بانسری پر صرف دھن بجتی رہتی ہے۔ مومنہ چھوٹی سی کانچ کے مین دروازے پر جا کر نکل جاتی ہے۔ ارشاد ہاتھ میں چائے کی پیالی لیے دروازہ کھولتا ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے۔ مومنہ مڑ کر دیکھتی ہے۔ لان میں کتے پھر رہے ہیں)

کٹ

سین 4 ان ڈور گہری شام

- ارشاد کی لیبارٹری سے ملحقہ چھوٹا سا لیونگ روم۔ اس وقت مومنہ اور وہ لیبارٹری کے پاس بیٹھے ہیں۔ ارشاد کے چہرے پر طمانیت اور سکون چھلکتا ہے۔
- آئی ایم سوری سر! مجھے معلوم ہے مجھے نہیں آنا چاہئے تھا۔ میں جانتی ہوں آپ عزت نشین ہو گئے ہیں۔ آپ کسی سے ملنا نہیں چاہتے لیکن مجھے آنا پڑا سر آنا پڑا۔
- ارشاد: آنا پڑا کیوں؟
- مومنہ: پتہ نہیں کیوں سر! (ذرا دیر سوچتی ہے) اب سوچتی ہوں تو پتہ نہیں کیوں سر آنا پڑا دراصل میں بڑی Impulsive ہوں سر۔ یہی میری خرابی ہے۔
- ارشاد: گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم جیسے لوگ عموماً قلب سے سوچتے ہیں دماغ سے نہیں سوچتے۔
- مومنہ: (گھبرا کر) سر آپ مانگنا کریں پلیز۔۔۔ مجھے کسی قسم کی مدد نہیں چاہیے۔ خدا جانتا ہے میں مدد کے لیے نہیں آئی۔ میرے پاس اب کافی پیسے ہیں۔
- ارشاد: انجمن بات ہے۔
- مومنہ: آپ ٹھیک ہیں سر؟ خوش ہیں؟ لوگ ایسے ہی کہہ رہے تھے کہ آپ لندن چلے گئے ہیں۔

ارشاد: شاید اتنا ٹھیک اور اتنا خوش میں کبھی نہیں تھا۔

(اٹھ کر لیڈار ٹری میں جاتا ہے۔ ایک بیکر اٹھاتا ہے۔ اس میں پڑے ہوئے کیمیکل کو دیکھتا ہے۔ پھر کاپی میں کچھ لکھتا ہے اور واپس آکر مومنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔) جب میں نیا نیا لندن گیا تھا پہلی بار 'تب' بھی کچھ عرصہ کے لیے میں اتنا ہی ٹھیک اور خوش تھا۔

مومنہ: میں کبھی نہیں سر!

ارشاد: جب انسان اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے لگتا ہے تو بہت سارے غیر ضروری کام خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ سے ملنے کا وقت مل جاتا ہے۔ اپنا Conduct درست کرنے کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

مومنہ: آپ اکیلے رہتے ہیں سر؟ کوئی چوکیدار۔۔۔۔۔ خانساں۔۔۔۔۔ مالی؟۔۔۔۔۔ اکیلے سر بالکل اکیلے؟

ارشاد: بالکل اکیلا! ملازم لوگوں سے چھٹکارا مل گیا ہے مومنہ! آہستہ آہستہ تکبر ختم ہو رہا ہے۔ اب میں اپنے آپ کو Almighty نہیں سمجھتا۔

مومنہ: آپ کا دل اچاٹ نہیں ہوتا سر۔۔۔۔۔ بالکل تنہا؟

ارشاد: بہت کام اور مصروفیت رہتی ہے مومنہ! تنہائی کیسی!!

مومنہ: کبھی آپ کا دل نہیں کرتا لوگ ہوں 'باتیں ہوں سر۔ میں تو اسے برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ اتنی تنہائی کو۔

ارشاد: ہاں تم برداشت نہیں کر سکتیں کیونکہ تمہیں سارے فیصلے کیے کرائے ملتے ہیں۔

مومنہ: سر آپ کے پاس ناٹم ہے؟

ارشاد: ناٹم ہی تو حاصل کیا ہے زندگی سے۔۔۔۔۔ ناٹم ہی تو میری کمائی ہے۔

مومنہ: سر میں 'آپ کی طرح ایک طرفہ کیوں نہیں ہو سکتی؟ میں۔۔۔۔۔ اب میں کیسے ایکس پلین کروں سر۔۔۔۔۔ میری بڑی مشکل ہے سر۔

ارشاد: ہاں ہاں بیان کرو۔ کیا مشکل ہے؟

مومنہ: شاید آپ سمجھ نہ پائیں سر۔ آپ پتہ نہیں کیا سمجھیں مجھے۔۔۔۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔

ارشاد: میں نے لوگوں کو بچ کر تباہ کر دیا ہے مومنہ! وہ وقت تو ابھی دور ہے جب لوگ ناچ کے جاتے تھے۔

مومنہ: سر پتہ نہیں میں کہاں سے شروع کروں۔۔۔۔۔ کیسے بیان کرو۔ سرا میری والدہ پر دھیر

ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان افہام و تفہیم کی ہمیشہ کمی رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو کبھی سمجھ نہیں پائے۔۔۔۔۔ ہم میں وہ محبت نہیں رہی جو۔۔۔۔۔ ماں بیٹی میں ہوتی ہے۔ ہمارا ریلیشن شپ ٹھیک نہیں۔۔۔۔۔ نیچرل نہیں۔۔۔۔۔

ارشاد: آرام سے مومنہ آرام سے!

ڈزالو

(کشتی زوم ان۔۔۔۔۔ بہت پانی دریا میں۔۔۔۔۔ بھنور کاشاٹ)

ڈزالو

سین 5 ان ڈور رات

(مومنہ چوکی پر بیٹھی نماز پڑھ رہی ہے۔ یہ ایک پروفیسر کا کمرہ ہے جو مفلوک الحال نہیں بلکہ اچھے ٹھسے سے رہ رہی ہے۔ اس کے پاس کار ہے اور دنیا کی قریباً ساری آسائشیں بھی ہیں۔ مومنہ کی ماں پینک پر لیٹی ہے اور رسالہ پڑھ رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ رسالے سے نظریں اٹھائے بغیر بڑے تحکمانہ انداز میں کہتی ہے:)

عائشہ: مومنہ!

(کمرہ رسالے پر جاتا ہے۔ سرورق پر ایک فیشن ایل لڑکی کی تصویر ہے)

عائشہ: مومنہ!

(مومنہ سلام پھیرتی ہے)

مومنہ: جی امی!

عائشہ: بس کرو اب۔۔۔۔۔ بڑی دیر ہو گئی ہے۔

مومنہ: ابھی آئی جی۔۔۔۔۔ ابھی۔

(مومنہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں مصروف ہوتی ہے۔ ماں قہر بھری نظروں سے بیٹی کو دیکھتی ہے۔ پھر فون ملا کر بات کرتی ہے۔)

عائشہ:

بیو۔۔۔۔۔ بیو۔۔۔۔۔ رانی۔۔۔۔۔ ماما کہاں ہیں؟ مہندی لگا رہی ہیں بالوں کو۔۔۔۔۔ رات کو اس وقت۔۔۔۔۔ ہاں یہ تو ہے صبح اور Hassles کم ہوتے ہیں۔ کل تم لوگ جاری ہوو بیرویل بونیک کے شو پر؟ ڈر کاؤنٹ چالیس پر سٹ مل رہا ہے۔ کہاں بھائی۔۔۔۔۔ میرے پاس

اتنے پیسے کہاں ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ بس دو تین سوٹ لوں گی زیادہ نہیں۔۔۔۔۔ ہاں
 بزنس سیکٹر کے تو مزے ہیں۔ وہ جی کھول کر خرچ کر سکتے ہیں۔ اچھا ماما سے کہنا مجھے
 ساتھ لے جائیں اگر انہیں جانا ہو تو۔۔۔۔۔ اچھا بھی خدا حافظ۔

(جس وقت وہ فون کرتی ہے 'مومنہ' آتی ہے۔ سر سے دوپٹہ اتارتی ہے۔ تہہ
 کر کے سر ہانے تلے رکھتی ہے اور لینے کی تیاری کرتی ہے۔ مومنہ اس سین میں
 بالکل سادہ نظر آتی ہے۔ سیدھی مانگ اور چوٹی بنائے ہوئے ہے۔ یوں احساس
 ہو کہ اس نے میک اپ بھی نہیں کر رکھا۔)

عائشہ: مومنہ!

مومنہ: جی امی!

عائشہ: تم میں اتنی شدت کیوں ہے؟ تم اس قدر Extremist Attitude کیوں رکھتی ہو؟

مومنہ: میں۔۔۔۔۔ میں امی جی؟

عائشہ: اب میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ میں تمہیں نماز سے منع کر رہی ہوں لیکن یہ نمازوں کو
 اتنا جنون کی حد تک غرق ہو کر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مومنہ: جی مجھے احساس ہوتا ہے امی کہ میں۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میری Priorities غلط ہیں۔
 میں۔۔۔۔۔

عائشہ: بالکل! بالکل تمہاری Priorities بالکل غلط ہیں۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے

والے ہیں اور تم 1857ء کے غدر کی ماری ہوئی شہزادی بنی رہتی ہو۔ وقت بدل گیا ہے۔

یہ کہی ٹیشن کا دور ہے۔ میں نہیں کہتی کہ نمازیں نہ پڑھو 'خدا نخواستہ' ضرور پڑھو

لیکن۔۔۔۔۔ لیکن تمہارے امتحان سر پر ہیں۔ یہ تو بالکل فرار ہے۔ تم پڑھائی کو Avoid

کرنے کے لیے یہ سارا پاکھنڈ چارہ ہو۔

مومنہ: یہ پاکھنڈ ہے ایہ دعائیں۔۔۔۔۔ نمازیں۔۔۔۔۔ پاکھنڈ ہے امی جی!!

عائشہ: سو فیصد!

مومنہ: (دکھ سے) اچھا جی۔

عائشہ: انسان کو کہیں بچ میں رہنا چاہیے۔ تم تو سب کچھ بھول بھال کر بس ایک ہی طرف کو بہنے
 لگتی ہو۔

مومنہ: آئی ایم سوری امی۔

عائشہ: ایف ایس سی تمہارے لیے پہلا بی ہوئی ہے تو ڈاکٹر کیسے ہوگی۔ ڈاکٹر نہ بن سکیں تو

Career کیا خاک ہوگا۔

(مومنہ نیکی تلے سے دوپٹہ نکال کر پھر اوڑھنے لگتی ہے)

آج کے زمانے میں شادی پر تو بھروسہ کیا نہیں جاسکتا۔ نبجے نبجے نہ نبجے نہ نبجے Career پر تو ڈیپنڈ کیا جاسکتا ہے ناں!

(مومنہ اٹھتی ہے اور جائے نماز کا رخ کرتی ہے۔)

عائشہ: اب کیا ہونے والا ہے؟

مومنہ: جی نفلیں رہ گئی تھیں۔

عائشہ: تجھے سمجھانا بیکار ہے۔ بالکل بیکار۔

(کمرہ پھر ماں پر آتا ہے اور تصویر پر جاتا ہے جو ایک فیشن ایبل لڑکی کی ہے)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(کالج میں ایک بہت ہی ماڈرن لڑکی کے ساتھ مومنہ سر پر دوپٹہ لیے جا رہی ہے۔ ان گنت لڑکیاں بیک گراؤنڈ میں ہیں۔ یہ دونوں چلتی جاتی ہیں۔ یہ لمبا شاٹ ہے اور سارے ماحول کو رجسٹر کرتا ہے۔)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(لگ بھگ شاپ پر مومنہ اپنی سہیلی کے ساتھ موجود ہے۔ یہ سہیلی بہت فیشن ایبل ہے۔ یہ دونوں مشرو کے ساتھ کوئی ڈرنک پی رہی ہیں)

مومنہ: میں نے کبھی ایسے کہا ہے رانی؟ کبھی میرے منہ سے کوئی بات نکلی ہے ایسی؟

رانی: خیر منہ سے نہیں کہا، رویہ سے احساس دلایا ہے ہم سب کو۔

مومنہ: میں سمجھ نہیں سکی۔

رانی: جب تم سب سے الگ ہو کر بی بی رانی بن کر 'سر پر دوپٹہ چادر تان کر چلتی ہو تو تم کچھ کہہ رہی ہوتی ہو مومنہ! تم سب کو احساس دلارہی ہوتی ہو کہ تم ارفع ہو 'ٹیک ہو۔

تمہارا کوئی مقابلہ نہیں۔ صرف تم درست ہو۔ صرف تم اوپچی ہو۔

مومنہ:

یہ تو دھرا ظلم ہے رانی! دھرا ظلم۔ ایک تو میں ساری دنیا کی رنگینیاں چھوڑوں۔۔۔ اور دوسرے تم مجھے یہ احساس بھی دلاؤ کہ میں سب سے زیادتی کر رہی ہوں۔ دھرا ظلم خدا قسم!

رانی:

تم زیادتی کر رہی ہو مومنہ اور Realize نہیں کرتیں۔ تمہارا رویہ Intolerable ہے۔

مومنہ:

(قریباً روہانسی ہو کر) اور اگر میں کہوں کہ تم اور تمہارا گروپ مجھے احساس کمتری دلاتا ہے۔۔۔ مجھے لگتا ہے جیسے میں مونجھوڑا عہد کی کوئی چیز ہوں۔۔۔ جیسے میں Fake ہوں۔۔۔ محض ڈرامہ کر رہی ہوں نیکی کا۔۔۔ تو۔۔۔ تم مان لو کہ تم بھی میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو۔۔۔ بے حد زیادتی۔

رانی:

اچھا مومنہ! زیادہ لڑکیاں تم جیسی ہیں کہ مجھ جیسی؟

مومنہ:

پہلے میرے جیسی زیادہ تھیں اب تم جیسی زیادہ ہیں۔

رانی:

پھر؟ یہ عہد ڈیموکریسی کا ہے۔ جو کچھ زیادہ لوگ کہتے ہیں کرتے ہیں وہی اپنانا چاہیے۔

مومنہ:

میں کیا کروں کہ تم لوگ یقین کر لو کہ میں بھی لڑکی ہوں۔ میری بھی خواہشات ہیں جو تمہاری ہیں میں بھی زندہ رہنا چاہتی ہوں میں بھی توجہ لینا چاہتی ہوں۔۔۔ لیکن کچھ حدود میں رہ کر اپنے لیے کوئی کوڈ جن کر۔۔۔ کوئی چوکھٹا بنا کر۔

رانی:

اگر تم ہمیں سانس لینے دو تو ہم تمہیں زندہ رہنے دیں ناں!

مومنہ:

کیا ہم ساتھ ساتھ زندہ نہیں رہ سکتیں رانی؟ تم اپنے دین پر رہو، میں اپنے دین پر۔ تم جس طرح چاہتی ہو، پہنو، اوڑھو، کھاؤ، آؤ جاؤ۔ مجھے اجازت دو کہ میں اپنی مرضی سے اپنی Conviction سے جس طرح چاہوں آؤں جاؤں۔۔۔ اپنا وقت گزاروں۔۔۔ زندہ رہوں۔

رانی:

ہمیں تمہارے Motive پر اعتبار نہیں ہے۔ ہمیں لگتا ہے اندر ہی اندر تم ہمیں تبدیل کرنے کی خواہش رکھتی ہو۔ ہم سب کو Convince کرنا چاہتی ہو کہ تم صحیح ہو، ہم غلط ہیں۔

مومنہ:

ایویں رانی! مجھ میں اتنا کس بل کہاں! اتنی رعنائی کہاں۔ میں تو اپنے آپ کو ہی سیدھا ہی رکھ لوں تو بیوی بات ہے۔ مجھ میں تو ایسی کوئی کشش نہیں کہ کسی کو متاثر کر سکوں۔ میں تمہیں کیسے تبدیل کر سکتی ہوں۔ (آنسو آنکھوں میں آتے ہیں)

رانی:

تم ہمیں شرمندہ کر کے، جبراً دلا دلا کر، جوش میں ابھارا ابھار کر تبدیل کرنے کا ارادہ

رکھتی ہو۔

مومنہ: (رانی کا ہاتھ پکڑ کر) رانی میری جان! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ مجھے تمہاری قسم میں تو چھپ چھپا کر اپنے آپ کو بے نمایاں رکھ کر زندہ رہنا چاہتی ہوں۔

(اس وقت کچھ فیشن اسٹیل 'لاابالی لڑکیاں' دور سے تالیاں بجاتی آتی ہیں۔)

لڑکیاں: کالج وین مل گئی ہپ ہپ ہرے ہپ ہپ ہرے۔۔۔۔۔

نغمہ: سارا انتظام ہو گیا۔ ہم لوگ شالامار جا رہے ہیں۔ فائن ڈے ہالی ڈے۔۔۔۔۔ فائن ڈے ہالی ڈے۔۔۔۔۔

سنیلہ: مومنہ تو شاید نہیں جائے گی۔ پکنک ان کے اعتقادات کے خلاف ہے۔ ہے نا؟

رانی: (مومنہ کو آنکھ مارتی ہے) کیوں نہیں جائے گی مومنہ۔۔۔۔۔ یہ سب سے پہلے وین میں سوار ہوگی۔

سب: ہپ ہپ ہرے مومنہ۔۔۔۔۔ ہپ ہپ ہرے چادر والی لڑکی۔۔۔۔۔ ہپ ہپ ہرے ماسی مہینے۔

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور دن

(کالج کے پس منظر میں کالج وین کھڑی ہے۔ لڑکیاں کوئی تھر موس کوئی باسکٹ لیے آتی ہیں۔ کسی نے تھیلا اٹھا رکھا ہے۔ ان لڑکیوں کی مومنہ اور رانی سمیت تعداد آٹھ ہے اور ساری کی ساری دبا کر فیشن اسٹیل ہیں۔ سب خوش ہیں۔ سب سے پہلے مومنہ چڑھتی ہے۔ ایک لڑکی پیچھے سے اس کی چادر کھینچتی ہے۔ سب قہقہہ لگاتی ہیں۔ تصویر شل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(دین مختلف مقامات سے ہو کر گزرتی ہے۔ پھر اس پر شالامار باغ کے فواروں کے شاٹ پراپوز کیجئے۔ اس دوران عقب میں یہ نثری فلم مومنہ کی آواز میں

طلبے کے ساتھ سپراپوز کی جاتی ہے۔ سکرین پر کبھی دین کے اندر بیٹھی تالیاں بجاتی ہستی کھیلتی لڑکیاں، کبھی سڑک کارش دکھایا جاتا ہے۔ پھر شالامار باغ کے فوارے، شالامار کے تختے، عمارت کے حصے اور یہاں موجود پکنک منانے والی لڑکیوں کے شاٹ دکھائے جاتے ہیں۔ بالوں کو برش کرتی، سیب کھاتی، آگے پیچھے دوڑتی لڑکیاں ان شاٹوں کے ساتھ کس کی جائیں۔

آواز (مومنہ): وہ تینوں کھڑکی کے پاس بیٹھے سمندر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک سمندر کی باتیں کر رہا تھا، دوسرا سن رہا تھا تیسرا یہ بول رہا تھا۔ وہ بہت گہرے سمندر میں تھا۔ وہ تیر رہا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں کے ادھر شفاف ہلکے نیلے رنگ میں اس کی حرکت آہستہ اور واضح تھی۔ وہ ایک ڈوبے ہوئے جہاز کو تلاش کر رہا تھا۔

ایک نے مردہ گھنٹی بجائی۔ چھوٹے چھوٹے بلبلے ہلکی آواز سے پھوٹنے لگے، اچانک ---- ”ڈوب گیا؟“ ایک نے پوچھا۔ دوسرے نے کہا: ”ڈوب گیا۔“

لیکن تیسرا سمندر کی تہہ میں سے ان دونوں کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی ڈوبے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہے۔

(یہ نظم بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس طرح پڑھی جائے کہ اس کے معنی بخوبی سمجھ آجائیں۔)

ڈزالو

سین 10 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سین سے ڈزالو کر کے ہم شالامار کے کسی ایسے گوشے میں آتے ہیں جو بہت خوبصورت ہے۔ یہاں پر نوجوان لڑکوں کا ایک ماڈرن بینڈ بن رہا ہے۔ یہ نوجوان بڑی گرمجوشی کے ساتھ کوئی لوک گیت بجا رہے ہیں۔)

میںوں دھرتی قلمی کرا دے میں نچاں ساری رات
راہے راہے جاندے خیالے نی کنڈا چھا تیرے

پکنک منانے والی لڑکیاں قریب آتی ہیں، تالیاں بجاتی ہیں اور نیم دائرے کی شکل میں کھڑی ہو کر خوب ہوٹ کرتی ہیں۔ ایک لڑکا مجمع میں سے نکل کر مومنہ کے

پاس آتا ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ مومنہ حیران رہ جاتی ہے۔ پھر وہ اسی نیم دائرے کو توڑ کر بھاگتی ہے۔ شالامار کی مین روڈ پر کیمرو رکھ کر اسے دور سے بھاگتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ اس کے بھاگنے میں تیزی ہونی چاہیے جیسے کوئی فرار ہونا چاہتا ہو۔)

کٹ

سین 11 ان ڈور رات

(مومنہ نیکی میں منہ دیئے رو رہی ہے۔ پروفیسر اس کے سر ہانے کھڑی دونوں ہاتھ پھیلا پھیلا کر اسے جھڑک رہی ہے۔)

عائشہ:

یہ ہوتا ہے تم جیسی چھچھوندروں کے ساتھ۔۔۔ ذرا ایکسپوژر نہیں لے سکتیں تم مومنہ۔۔۔ ایک معمولی پنک تم انجوائے نہیں کر سکتیں ایک نارمل لڑکی کی طرح۔۔۔ کوئی نہ کوئی واقعہ ہونا ہوتا ہے تمہارے ساتھ ہمیشہ۔۔۔

مومنہ:

یہ بات نہیں ہے امی! یہ بات نہیں ہے۔ ایک لڑکے نے مجھے چھیڑا تھا۔ گندے ریمارکس دیئے تھے میرے کان میں۔

عائشہ:

کچھ بھی بات ہو مومنہ۔۔۔ ہر روز لوگ پنک مناتے ہیں۔ تم جہاں جاتی ہو جس کے ساتھ جاتی ہو 'صرف تمہارا Experience' انوکھا ہوتا ہے۔ غلط ہوتا ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری تمہاری اپنی ہے۔ تم بے حد Self conscious ہو۔ تم اپنے آپ کو سب سے 'Different' بنا کر چڑاتی ہو سب کو۔ کسی اور لڑکی کو ریمارکس کیوں نہیں دیئے؟ ساری Fault تمہاری ہے 'تمہاری مومنہ۔۔۔ ساری کی ساری۔۔۔ تم نارمل نہیں ہو۔

مومنہ:

(جواب تک لپٹی سسک رہی ہے 'اٹھ کر بیٹھتی ہے) آپ تو میری ماں ہیں۔ آپ کو تو صرف میرا پوائنٹ آف ویو سمجھنا چاہیے امی 'صرف میرا۔۔۔ ساری دنیا کا نہیں 'صرف میرا۔ آپ کو تو خدا نے صرف میری ماں بنایا ہے۔۔۔

(قصویر مومنہ پر ساکت ہو جاتی ہے)

کٹ

سین 12 : ان ڈور دن

(یہ چار پانچ چھوٹے چھوٹے کٹ ہیں جن میں کوئی ڈائیلاگ نہیں ہے 'صرف ارشاد کی آواز سپر امپوز کی جائے۔

- 1- مومنہ ارشاد کے گھر میں اس کے بستر کی چادر جھاڑ کر بچھاتی ہے 'پھر نکیہ لگاتی ہے۔
- 2- جھاڑولے کر کمرے میں پھیرتی ہے۔ پھر دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرتی ہے۔
- 3- باورچی خانے میں چائے بناتی ہے اور ٹرے اٹھا کر لاتی ہے۔

(یہ تینوں سین کچھ اس طرح قلمائے جائیں کہ کسی خواب یا خواہش کا حصہ بنیں)

آواز (ارشاد): تمہارا یہ سوال بڑا ٹیڑھا ہے مومنہ! کسی مرد نے تمہیں ایسے ریمارکس کیوں دیئے؟ شاید میں کوئی شافی جواب نہ دے سکوں۔ لیکن مومنہ مرد کے اندر عورت کی ترغیب فطری طور پر موجود ہے۔ یہ ترغیب فطری اور گہری ہے۔ جب یہ ترغیب نیام سے نکل کر تلواری بنتی ہے تو زندگی کی وادی میں ہزاروں عورتیں بے دریغ کھل دی جاتی ہیں۔ اسی لیے چوری چھپے کی آشنائی کا حکم نہیں ہے۔ یہ صرف عورت کا تحفظ ہے کہ اس ترغیب کے ہاتھوں وہ روندی نہ جائے۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے 'عورت کی حفاظت کے لیے۔۔۔۔۔ حیا سے 'پر دے سے خدا کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔۔۔۔۔ مرد بھی بیزار ہوتا ہے حیا دار عورت سے 'لیکن عورت محفوظ رہتی ہے۔ وہ قدم قدم پر مرد کے اندر چھپی ہوئی ازلی ترغیب سے بچی رہتی ہے۔ تم ترقی یافتہ ملکوں کی مثال چھوڑو مومنہ۔۔۔۔۔ وہ اپنے مسائل اور طرح حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن ہمیں انہیں حل کرنے کا ایک اور گر عطا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ہر بستی کا اپنا علم ہے کہ وہ سیلاب کے آگے کیسے بند باندھے گی اور سروں کی مٹی سے اپنے گھر کا سیلاب روکا نہیں جاسکتا۔

کٹ

سین 13 : ان ڈور دن

(جس وقت مومنہ چائے بنا کر ٹرے لیے لیبارٹری میں آتی ہے 'ارشاد جھک کر بڑی توجہ سے کوئی مملول ٹیکر میں ڈال کر دیکھتا ہے۔)

مومنہ: اور پھر۔۔۔۔۔

ارشاد: (بغیر سرائٹھائے لیکن پوری توجہ کے ساتھ) ہاں اور پھر مومنہ؟
مومنہ: پھر کیا سر 'میری شادی ہو گئی۔

ارشاد: کس کے ساتھ؟

مومنہ: آپ کو پتہ نہیں سر؟ (ہنستی ہے) کتنی بار میں بتا چکی ہوں عدیل کے ساتھ۔ وہ ایک ٹیلیفون آپریٹر کے ساتھ دو بی بھاگ گیا گدھا!۔۔۔ شادی کے بعد سر 'عورت پر الزام لگتے ہی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ یہ الزام اور بچے کا بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ کبھی جہیز نہ لانے کا الزام، کبھی بانجھ رہ جانے کا الزام، کبھی کچھ کبھی کچھ۔ لیکن مجھ پر جو الزام لگا، وہ انوکھا تھا۔
ارشاد: انوکھا؟۔۔۔ کیسے؟

(دونوں کو انکلوڈ کر کے تصویر شل ہوتی ہے)
کٹ

سین 14 ان ڈور دن

(یہاں پر کچھ شاٹ شادی کے متعلق لگائے جس پر کروما کی مدد سے مومنہ ڈاہن بنی بیٹھی ہے اور طفیل نیازی کا گیت پورا پوز کیجئے):
ساڈا چڑیاں دا چنبہ دے بابلا اسال اڈ جانا
کٹ

سین 15 ان ڈور رات

(ایک نہایت امیرانہ بیڈروم میں مومنہ ڈرینک ٹیبل کے آگے بیٹھی میک اپ کر رہی ہے۔ اس نے چوڑی دارپا جامہ، کلیوں والی قمیض اور بہت کھلا دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔ لمبی چٹیا میں پھول لگا رکھے ہیں اور وہ ایک طرح سے امر او جان ادا لگ رہی ہے۔ عدیل نے فل سوٹ اور ٹائی لگا رکھی ہے۔ مومنہ کے پیچھے عدیل کھڑا ہے اور آئینے میں دیکھ دیکھ کر بال سپرے کر رہا ہے۔)
عدیل: ہمیں کچھ دیر نہیں ہو گئی مومنہ؟

مومنہ: بس یہ بال سوکھنے میں بڑی دیر لگ گئی۔ ابھی دو منٹ۔۔۔۔۔ بس۔

عدیل: اسی لیے تو کہتا ہوں کٹاؤ۔

مومنہ: پھر تم نے ایسا کہا ناں تو میں رو دوں گی عدیل۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کتنے جتنوں سے لے کیے ہیں۔

عدیل: (مومنہ کی چوٹی پکڑ کر گول چکر دیتے ہوئے) شخی شخی شخی۔۔۔۔۔ لے بالوں کی شخی!

(مومنہ بال چھڑاتی ہے۔ یہ سین محبت کا ہے اس میں چڑچڑاپن نہیں ہونا چاہیے)

مومنہ: اور حضور کے جو کچھ چاؤ چو نچلے ہوتے ہیں وہ۔۔۔۔۔!

عدیل: تم مجھ سے ایک نمبر زیادہ ہو۔

مومنہ: ایک نمبر کم!

عدیل: ایک نمبر زیادہ!

مومنہ: ایک نمبر کم!

عدیل: ایک نمبر زیادہ۔۔۔۔۔ مان لو!

مومنہ: مان گئی!

(یکدم سنجیدہ ہو کر عدیل گھڑی دیکھتا ہے)

عدیل: یہی رفتار رہی تو ڈویژنل انجینئر صاحب کا ڈنر ہو چکے گا جب ہم پہنچیں گے۔

مومنہ: بس ایک منٹ۔۔۔۔۔ ایک لمحہ۔۔۔۔۔ ابھی انجینئر عدیل صاحب ابھی۔۔۔۔۔

(بھاگ کر جاتی ہے اور چادر الماری سے نکال کر اوڑھنے لگتی ہے۔)

عدیل: اب یہ بادبانی جہاز بن کر جانا ضروری ہے؟

مومنہ: ضروری تو نہیں عدیل، لیکن مجھے عادت پڑی ہوئی ہے بڑے سالوں کی۔

عدیل: تم پرانی عادتیں چھوڑ نہیں سکتیں؟ یہ چادر وغیرہ۔۔۔۔۔

مومنہ: ضرور چھوڑ دوں گی عدیل۔ جو جو کچھ تم کہو گے، چھوڑ دوں گی۔۔۔۔۔ لیکن مجھے ٹائم

تو دو پلیز۔

کٹ

رات

ان ڈور

سین 16

(مومنہ جائے نماز پر بیٹھی نماز پڑھ رہی ہے۔ اس نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی)

ہے اور سلام پھیرنے والی ہے۔ عدیل پلنگ پر لیٹا ہے۔ وہ تکیہ اٹھا کر مومنہ کو مارتا ہے۔

عدیل: سو جاؤ بی جن! روشنی میں مجھے نیند نہیں آتی۔

(مومنہ سلام پھیرتی ہے)

مومنہ: آپ جی بجا کر سو جائیں پلیز!

عدیل: یہ سارا تمہارے نام کا قصور ہے۔ لڑکیوں کا نام رکھنا چاہیے مسرت، دل بہار، آرزو۔۔۔۔۔

مومنہ: میرا نام میری نانی نے رکھا تھا عدیل! مجھے خود پسند نہیں۔ ایویں دعویٰ زیادہ ہو جاتا ہے۔ کھودو پہاڑ نکلے چوہا۔

عدیل: تو مت بنا کرو ناں اتنی نیک پار سا!

مومنہ: (اٹھ کر پاس آتی ہے) پتہ ہے عدیل۔۔۔۔۔ میری نانی بڑی Religious عورت تھیں۔ امی

کالج چلی جاتیں تو وہ مجھے چھوٹی چھوٹی کہانیاں سناتیں بڑے بڑے آدمیوں کی۔ اپنے

ساتھ نماز پڑھاتیں۔ جس روز میں نے پہلا روزہ رکھا، انہوں نے مجھے پانچ روپے

دیئے۔ میرے پاس محفوظ ہو گا کہیں وہ نوٹ۔

عدیل: نانی اور عہد کی عورت تھی، یہ اور دور ہے۔۔۔۔۔

مومنہ: ایک بات پوچھوں عدیل؟

عدیل: رہے نصیب! لیکن صرف یہ مت پوچھنا کہ شادی سے پہلے مجھے کون کون پسند تھی۔

مومنہ: نہیں، یہ کیوں پوچھنا ہے۔ بتائیے کیا آپ مجھے Fundamentalist سمجھتے ہیں؟

عدیل: سمجھنا کیا ہے، تم ہو ہی بنیاد پرست۔۔۔۔۔ رجعت پسند۔۔۔۔۔ روایت پسند۔

مومنہ: اتنے سارے الزام! اکٹھے اتنے سارے الزام۔ یہ تو میری ساری عمر لگ جائے تو مٹ نہ

سکیں عدیل۔۔۔۔۔ ساری عمر۔

کٹ

سین 17

ان ڈور دن

(ہیئر ڈریسر کی دکان پر مومنہ کرسی میں بیٹھی ہے۔ اس کے پاس رانی ہے جو ہدایات دے رہی ہے کہ ہال کس طرح کاٹے جائیں۔ مومنہ کے ہاتھ میں اس

کی کٹی ہوئی لمبی پٹیا ہے جسے وہ غور سے دیکھ رہی ہے۔ اس پر سپر امپوز کیجئے)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا
کٹ

سین 18 ان ڈور دن

(رانی پلنگ پر اوندھی لیٹی ہے اور دونوں کہنیاں ٹیک کو مومنہ سے باتیں کر رہی ہے۔ مومنہ کی کمر رانی کی طرف ہے اور وہ الماری میں کچھ ڈھونڈ رہی ہے۔ کبھی الماریوں میں بچے کا غذا اٹھا کر دیکھتی ہے پھر الماری کے دراز کھولتی ہے۔)

رانی: تیری قسمت بڑی اچھی ہے مومنہ! دیکھ تو کیسا شوہر ملا ہے۔ پورا کوالیفائیڈ انجینئر۔۔۔۔۔ امیر۔۔۔۔۔ ایک پٹیا کا افسوس کر رہی ہے۔ اگر میں تیری جگہ ہوتی تو ساری کی ساری بدل جاتی ہے سر سے پاؤں تک۔۔۔۔۔ جسم سے روح تک۔۔۔۔۔

مومنہ: میں خود بدل جانا چاہتی ہوں ساری کی ساری، لیکن مجھے پتہ نہیں چلتا اسے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند۔

رانی: سچ بتا پٹیا کا افسوس ہے تجھے؟

مومنہ: ہے تو سبکی۔۔۔۔۔ بڑی دیر کا ساتھ تھا ہمارا۔

رانی: ڈھونڈ کیا رہی ہے الماری میں پاگلوں کی طرح؟

مومنہ: وہ مجھے پانچ روپے دیئے تھے نانی ماں نے پہلا روزہ رکھنے پر۔۔۔۔۔ میرا جی چاہتا ہے اس پٹیا

کو بھی اس کے ساتھ ہی رکھ دوں، اکٹھے ایک ڈبے میں۔

(کیرہ مومنہ کے ہاتھوں پر آتا ہے جن میں ایک لمبی سی کٹی پٹیا لٹک رہی ہے)

کٹ

سین 19 ان ڈور رات

(مومنہ نے تیز مغربی موسیقی لگا رکھی ہے۔ وہ کھانے کی میز لگا رہی ہے اور بہت خوش ہے)

کٹ

سین 20 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عدیل لان میں ٹہل رہا ہے۔ بیک گراؤنڈ میں ایک خوبصورت کوٹھی نظر آرہی ہے۔)

کٹ

سین 21 ان ڈور شام کا وقت

(مومنہ شرمندہ سی ڈرائنگ روم میں کھڑی ہے اور عدیل جلال میں ہے۔)
 مومنہ: ہرگز نہیں عدیل! میں لچ پر گئی تھی مسز بخاری کے گھر۔ انہوں نے آنے نہیں دیا، دیر ہو گئی۔ میں جان بوجھ کر گھرا لاک کر کے نہیں گئی۔ مجھے دیر ہو گئی۔
 عدیل: تمہیں میرے لوٹنے کا وقت معلوم تھا۔ اس لیے تم نے دروازہ لاک کیوں کیا؟
 مومنہ: وہ لوگ آنے نہیں دیتے تھے۔ اتنا فورس کرتے ہیں وہ کہ آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔

عدیل: تمہیں میری رتی بھر پروا نہیں مومنہ۔ تمہیں اپنے سیر سپاٹے، عیش چاہئیں۔
 مومنہ: دیکھئے عدیل! میں آپ کو Pinch نہیں کرنا چاہتی لیکن آپ مجھ میں بیک وقت دو عورتوں کی آرزو رکھتے ہیں۔ میں باہر سے ماڈرن، تعلیم یافتہ، آئی ڈونٹ کیئر قسم کی لگوں اور اندر میں نانی اماں کو بٹھائے رکھوں دل میں۔ کیا آپ متضاد باتوں کی آرزو نہیں کر رہے مجھ سے؟

عدیل: ہر چیز کی کوئی Limit ہوتی ہے مومنہ!
 مومنہ: وے آف لائف کتے کی زنجیر ہے عدیل۔۔۔۔۔ جب آپ اسے گلے میں ڈال لیتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ ساتھ بھی چلنا پڑتا ہے۔

عدیل: پتہ ہے تم کیا ہوا اندر سے وہی اذیت دینے والی Fundamentalist۔۔۔۔۔ دوسروں کے خیال ان کے آرام ان کی لائف کا نہ سوچنے والی۔ تمہیں معلوم ہی نہیں تم کتنی تنگ نظر ہو اپنے سوائے تمہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔۔۔۔۔ بنیاد پرست۔۔۔۔۔

سین 22 ان ڈور شام گئے

(ارشاد اور مومنہ لیبارٹری میں ہیں۔ ارشاد مانیکر و سکوپ کے اندر کوئی سلائڈ دیکھ رہا ہے۔)

مومنہ: نہیں نہیں ہرگز نہیں! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ عدیل خراب آدمی نہیں تھا سر۔ وہ بھی عبوری دور کے ہر آدمی کی طرح دو چاہتوں کا مرلیض تھا۔ نہیں سر 'میرا مسئلہ عدیل نہیں ہے۔ وہ اچھا تھا ساری باتوں کے باوجود' صرف وہ دو تہذیبوں کو بیک وقت چاہتا تھا۔

ارشاد: پھر ---- تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئی ہو؟ سوال کیا ہے جو تمہیں ستائے جا رہا ہے؟

مومنہ: سر! اگر مغرب کے لوگ مجھے بنیاد پرست کہیں 'مجھے گالی دیں مسلمان ہونے کی تو مجھے ذرا بھی برا نہیں لگے گا۔ لیکن میرے اپنے ملک میں یہاں جہاں سب مسلمان ہیں 'اگر وہ مجھے Fundamentalist کہتے ہیں تو پھر طعنہ دینے والے کون ہیں! ---- میرے ساتھ وہ اپنے دادا 'نانا' 'تایا' بڑے ابا' اپنے سارے پچھلوں کو کیا سمجھتے ہیں ---- اس ساری تاریخ کو کیا سمجھتے ہیں ---- ان اولوں اور سابقوں کو کس مقام پر رکھتے ہیں!

ارشاد: (کام چھوڑ کر کھڑکی میں جاتا ہے۔ وہاں سے ایک نیل کٹر اٹھاتا ہے 'واپس آکر مومنہ کے سامنے بیٹھتا ہے اور ناخن کاٹتا ہے۔) مومنہ اگر میں کہوں سارا قصور تمہارا ہے تو پھر ----

مومنہ: میرا ---- میرا سر ----

ارشاد: پاسٹ مین صاحب بتاتے ہیں کہ جب دو آدمیوں میں جھگڑا ہو تو اگر ان میں سے ایک اپنا قصور مان لے تو سو فیصد صلح ہو جاتی ہے۔

مومنہ: یہ کیا بات ہوئی سر ---- اگر لوگ مجھے بنیاد پرست کہتے ہیں ---- اور ----

ارشاد: تو سنتے رہو ---- سنتے چلے جاؤ۔ ایک روز اگر وہ قائل نہ بھی ہوئے تو تمہاری برداشت کی وجہ سے تمہارا احترام ضرور کریں گے۔ ایک پیالی کافی بنا دو گی مومنہ۔

(چند لمبے قصور سناکت رہتی ہے 'پھر:)

مومنہ: (مجھے خواب سے جاگی ہو) ضرور سر ضرور۔

کٹ ٹوکٹ

سین 23

- 1- مومنہ کار چلا رہی ہے۔ بہت اونچی قوالی بج رہی ہے۔
 - 2- مومنہ کپڑے الماری میں ٹانگ رہی ہے۔ بہت اونچی مغربی موسیقی لگی ہوئی ہے۔
 - 3- باورچی خانے میں اونچا ٹیپ لگا کر انڈہ پھینکتی ہے۔ کبھی قوالی بجتی ہے اور کبھی مغربی دھن۔
- کٹ

سین 24 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(چھوٹے سے لان میں کرسیوں پر ارشاد اور مومنہ بیٹھے ہیں۔ ارشاد کافی پی رہا ہے۔)

- مومنہ: سر! عدیل اور میں ٹھیک جا رہے تھے۔ پھر وہ ٹیلیفون آپریٹر کبخت مجھ سے جلیس ہو گئی۔ پتہ نہیں یہ ہم لوگ اس قدر جلیس کیوں ہوتی ہیں سر!۔۔۔۔!
- ارشاد: (ہنس کر) یہ تو آپ ہی بتائیں گی! میں عورت نہیں ہوں۔
- مومنہ: سر! اس وقت میں بڑی پریشان تھی عدیل کے گھر میں۔۔۔۔۔ ان دنوں میں بہت موسیقی سنا کرتی تھی۔۔۔۔۔ کار میں، غسل خانے میں، بیڈ روم میں۔ موسیقی کے بغیر مجھے سانس نہیں آتا تھا۔ آپ نے نوٹ کیا ہے سر موسیقی میں ایک عجیب گن ہے۔ یہ دل میں ایسی لہریں پیدا کرتی ہے جو رکتی ہی نہیں، سر پٹکتی رہتی ہیں۔ گناں لہریں، اندھی لہریں۔۔۔۔۔
- ارشاد: شاید اسی لیے اصلی پر سکون لوگ مزا میر کے خلاف ہیں، موسیقی سننے سے منع کرتے ہیں۔
- مومنہ: سر کبھی موسیقی نے آپ کو بے سکون کیا ہے؟ آپ روئے ہیں بے تحاشا موسیقی سن کر؟ لہریں اٹھی ہیں آپ کے پاندوں میں؟
- ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے اور دل پر ہاتھ رکھتا ہے) موسیقی میرا تجربہ نہیں ہے مومنہ۔۔۔۔۔ یہاں کا تجربہ (سر کی طرف اشارہ کر کے) یہ ادھر کی بے نوائی ہے۔۔۔۔۔ (دل کی طرف اشارہ کرتا ہے)

(سکرین پر اصلی دھڑکتا دل آتا ہے۔ ایکو کے ساتھ دل کی آواز۔۔۔ اس بار پہلے دل کی آواز آتی ہے پھر اس میں طبلے کی آواز مدغم ہو جاتی ہے۔)
کٹ

سین 25 . ان ڈور . شام کا وقت

(لیبارٹری بیک گراؤنڈ میں ہے۔ مومنہ اور ارشاد سامنے بیٹھے ہیں۔ ارشاد شیشے کے ایک برتن میں لال رنگ کا محلول ڈالے بیٹھا ہے۔ وہ شیشے کی ٹنگی سے اس میں بھنور بنا رہا ہے۔ پہلے کیمبرہ اسی محلول پر جاتا ہے پھر اوپر اٹھتا ہے اور ارشاد اور مومنہ کو دکھاتا ہے۔)

مومنہ: سر! آپ مانیں گے تو نہیں میں نے کئی بار اپنے قلب کو دیکھا ہے۔ اس کی صورت ساکت پانیوں جیسی تھی۔ ان پانیوں میں بڑا سکون تھا پھر سر کہیں سے ہوا چلنے لگی۔۔۔ خیال کی ہوا۔۔۔ اور ساکت پانیوں میں ننھے ننھے بھنور پڑنے لگے۔ کبھی خیال جھکڑ بن کر جھولتا ہے اور دل میں جوار بھانا اٹھتا ہے۔ سر میں دیکھ سکتی ہوں سچ۔

ارشاد: اب بھی کبھی یہ کیفیت ہوتی ہے مومنہ 'قلب کو دیکھنے کی؟

مومنہ: جی سر! اب میں کبھی کبھی پچھلے پہر جاگ جاتی ہوں اور ایک انہوتا سا خیال میرے دل کی سطح پر لہریں بناتا ہے۔ میں اس خیال سے بڑا ڈرتی ہوں سر۔

ارشاد: اس خیال کی کوئی شکل ہے مومنہ؟

مومنہ: ہے سر! ہے کیوں نہیں! ضرور ہے سر۔۔۔ اس کی شکل ایسی ہے سر جیسے کچی دیوار پر بارش کے بعد تیز دھوپ پڑے۔

ڈزالو

(پہراپوز کیجئے جیسے مومنہ کا خواب ہو۔۔۔ دریا کے کنارے مومنہ اور ارشاد جا رہے ہیں۔ ان دونوں کی سلیوٹ نظر آتی ہے۔ کیمبرہ ان کی پشت پر بڑھتا جاتا ہے۔ آخر میں ارشاد اپنا ہاتھ بڑھا کر مومنہ کا ہاتھ تھام لیتا ہے اور تھپکتا ہے۔ کیمبرہ دونوں ہاتھوں کا کلوناپ لیتا ہے۔)

کٹ

سین 26 ان ڈور شام کا وقت

(لیبارٹری میں ارشاد اور مومنہ موجود ہیں۔ ارشاد سرخ رنگ کا محلول ایک بیکر سے دوسرے بیکر میں ڈالتا ہے اور خوب ہلاتا ہے۔)

مومنہ: کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے سر میں مرد ہوتی۔ آزاد ہوتی اور آزاد رہ سکتی۔ میرے دل کے پانی، آنکھوں کے پانی مجھے اس قدر پابند نہ کرتے۔

ارشاد: یہ بھی تمہارا خیال ہے مومنہ! مرد بھی کچھ ایسا آزاد نہیں ہوتا۔ چاہتا ہے کہ آزاد ہو پر ہو نہیں سکتا۔

مومنہ: آزاد نہ سکی سر اپنی ہی آنکھوں کے آنسو سے ڈبو تو نہیں دیتے ناں۔ وہ اپنی ہی فیلنگز کا غلام تو نہیں ہوتا ناں!

ارشاد: کیا تم غلام ہو؟

مومنہ: ہاں سر! غلام در غلام در غلام۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے اگر میں آزاد بھی ہو جاؤں روزی کمانے سے بچہ پالنے سے تو بھی میری فیلنگز جان بوجھ کر۔۔۔۔۔ مجھ سے بیر رکھنے کو مجھے نچاد کھانے کے لیے کہیں نہ کہیں مجھے غلام بنادیں گی۔ آپ کو پتہ ہے سر میرا اصلی دشمن کون ہے؟

ارشاد: عدیل؟

مومنہ: ہائے نہیں سر۔۔۔۔۔ میں خود۔۔۔۔۔ میں خود سر۔۔۔۔۔ اسی لیے تو میں جیت نہیں سکتی۔ مجھے ہمیشہ ہر ادینے والا۔۔۔۔۔ پانی سے بھرا میرا قلب مجھے پر سکون نہیں رہنے دیتا۔ جو ہلتا ہی رہے وہ کس سے جیتے گا سر! کیسے جیتے گا! ایک ذرا سا خیال ہی تو کافی ہے بڑی بڑی لہریں پیدا کرنے کے لیے۔

ڈزالو

(دریا کی لہروں والا شارٹ)
کٹ

سین 27 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد اور مومنہ دونوں دروازے تک آچکے ہیں اور الوداعی جملے ادا کر رہے ہیں۔)

مومنہ: سر وہ جو۔۔۔ دیکھیں سر آپ مجھے یہاں جگہ نہیں دے سکتے سروٹس کو اور ٹرژ میں۔۔۔ میں سارے کام کر سکتی ہوں۔۔۔ دھوبی جیسے کپڑے استری کر لیتی ہوں سر۔۔۔ ولایتی سویٹ ڈشیں بنا لیتی ہوں۔۔۔ اندھیرے میں فیوز لگا لیتی ہوں۔ آپ کو کوئی چاکر نہیں چاہیے؟

ارشاد: اور تمہارا وہ بیٹا کیا کرے گا مومنہ۔۔۔ مومنہ عدیل؟

مومنہ: وہ تو سر دو بیٹا چلا گیا باپ کے پاس۔۔۔ وہ امی کے ساتھ ایڈ جسٹ نہیں کر سکا۔

ارشاد: اچھا مومنہ! اب تم یہ کرو کہ گھر چلی جاؤ۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔

مومنہ: آپ مجھے واقعی نہیں رکھ سکتے سر! امی نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے سر اور۔۔۔ دیکھئے ناں مجھے اتنی جلدی گھر کہاں ملے گا۔

ارشاد: بہت دیر ہو گئی ہے مومنہ!

مومنہ: دیر کہاں سر! مجھے تو لگتا ہے کہ جیسے ایک خیال میرے دل میں آیا اور چلا گیا۔۔۔ اتنی دیر ہوئی ہے ساری۔ لیکن خیال ایسا تھا سر کہ اس سے پیدا ہونے والی لہریں ساری زندگی پر سکون نہیں ہوں گی۔

ارشاد: (آشیر باد کے انداز میں) اچھا بھئی، خدا حافظ!

(تصویر شل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 28 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ پھانک کے قریب پہنچ چکی ہے۔ ارد گرد کبوتر چر چک رہے ہیں۔ وہ پھانک کھول کر باہر نکلتی ہے۔ عین وہیں سے شاٹ شروع کیجئے جہاں سین 2 میں ڈاکیہ ٹانگ اٹھا کر سائیکل پر چڑھنے کو تیار ہے۔ تصویر شل ہے، یکدم چلتی ہے اور ڈاکیہ سوار ہوتا ہے۔)

محمد حسین: مل گئے ارشاد صاحب؟

مومنہ: اندر تو کوئی بھی نہیں ہے جی۔

محمد حسین: اندر تو کوئی نہیں! ہم نے تو ان کے ہاتھ میں ڈاک دی ہے۔۔۔ خود آیا ہے دعوت نامہ۔۔۔ شرکت کا۔۔۔ چلے گئے ہوں گے شریک ہونے۔۔۔

مومنہ: میں نے تو ایک ایک کمرہ دیکھا ہے پوسٹ مین صاحب، وہاں تو کوئی بھی نہیں۔
 محمد حسین: اس آنکھ سے تو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا بی بی!

(ڈاکیہ سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا ہے۔ ایک دم کتوں کے بھونکنے کی آواز شروع ہو جاتی ہے۔ مومنہ اپنی پہلی ٹیکسی کی طرف حیرانی سے دیکھتی ہے اور اس کی طرف بڑھتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 6

کردار

گڈ ریا عبد اللہ	:	ارشاد کے گرو۔ ایک روشنی کی تین کرنیں۔ ایک ہی ایکٹر
ڈاکیہ محمد حسین	:	تینوں رول ادا کرے گا۔
خاکروب لبھا	:	ہیروئن
مومنہ	:	ماں کا دوسرا روپ
ارشاد کی والدہ	:	ریسرچ آفیسر
سلمیٰ	:	ریسرچ آفیسر
عامر	:	لیبارٹری اسٹنٹ
نائیلہ	:	امیر نوجوان۔ ریسرچ سے وابستہ
سجاد	:	شادی شدہ نوجوان۔ نائیلہ میں گہری دلچسپی رکھنے والا
باسط	:	عمر ساٹھ سال
نائیلہ کی ماں	:	شجاع کی دوست۔ امیر کبیر بیوہ
عذرا	:	سلمیٰ کا دماغی طور پر کھسکا ہوا تایا
تایا حکمریم	:	عامر کا والد۔ متحمل مزاج
بابا سلیمان	:	عمر ساٹھ کے لگ بھگ
عامر کی ماں	:	عامر کی طلاق یافتہ بہن
رضیہ	:	اور چند ضمنی کردار

سین 1 ان ڈور دن

(نائیلہ باسط کے ساتھ ہوٹل میں بیٹھی ہے۔ باسط خوبصورت 'لمبا' شادی شدہ نوجوان ہے لیکن متذبذب ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے روٹھے سے لگتے ہیں اور بہت آہستہ آہستہ چائے پی رہے ہیں۔)

نائیلہ: پھر؟

باسط: ہاں پھر!

(نائیلہ آنسوؤں کے قریب ہے۔ وہ آہستہ سے پیالی اٹھاتی ہے لیکن پیے بغیر پھر رکھ دیتی ہے۔)

نائیلہ: ہاں تو اس کے بعد؟

باسط: اس کے بعد اس کے بعد کیا؟

(باسط پیالی اٹھاتا ہے۔ پھر وہیں رکھ دیتا ہے۔)

نائیلہ: سوچا کیا ہے آپ نے؟

باسط: میں نے؟ میں نے کیا سوچنا ہے؟

نائیلہ: کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے آپ میری؟ اس کی۔۔۔ اپنی بیوی کی؟

باسط: نائیلہ! ذمہ داری تو میں تم دونوں کی محسوس کرتا ہوں لیکن۔۔۔

نائیلہ: باسط میں کتنی دیر لگی رہوں۔۔۔ محض اس امید پر کہ کسی دن کوئی معجزہ ہوگا اور

معاملات خود بخود سدھ جائیں گے۔

باسط: مجھے کچھ مہلت دو۔

نائیلہ: دن؟ مہینے سال کتنی مہلت؟۔۔۔ ایک صدی!

باسط: بس دو چار ہفتے۔۔۔ میری بیوی سکے جانے والی ہے۔ پھر آسان ہو جائے گا۔

نائیلہ: کاش! میں آپ سے نہ ملی ہوتی! آپ فیکٹری نہ آتے۔۔۔ مجھے اپنی کار میں لفٹ نہ

دیتے۔۔۔

باسط: کاش! ہمارے ملک میں پردہ رہتا عورتیں مردوں سے اتنا نہ ملتیں۔۔۔ مواقع نہ

ہوتے۔۔۔ آگ نہ لگتی۔۔۔ پیاس نہ لگتی۔۔۔ سکون رہتا۔۔۔ گھر نہ لٹتے۔

نائیلہ: انسان کو اپنے آپ کو کنٹرول ہونا چاہیے۔ جب آپ کو معلوم تھا کہ آپ شادی شدہ ہیں

آپ کا گھر ٹوٹ جائے گا تو۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ آپ میں اتنا سیلف کنٹرول ضرور ہونا چاہیے تھا کہ آپ مجھے ignore کرتے۔ میرے قریب تک نہ آتے۔

باسط: جب میل ملاقات کی اتنی آزادی ہو۔۔۔۔۔ دوپہر کو اکٹھے کھانا ہو روز۔۔۔۔۔ پھر آدمی کو کبھی کبھی بھول بھی جاتا ہے کہ وہ شادی شدہ ہے۔

نائیلہ: پھر اب کیا کریں باسط؟

باسط: مہلت دو نائیلہ کچھ مفتوں کی۔۔۔۔۔ مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

کٹ

سین 2 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ، سلمیٰ اور نائیلہ تینوں سڑک پر اکٹھی جا رہی ہیں۔ ان تینوں کے ڈائلاگ علیحدہ ریکارڈ کر کے چلتی ہوئی لڑکیوں پر سپر امپوز کریں۔)

مومنہ: آج نائیلہ بڑی چپ ہے۔ کیوں نائیلہ؟

نائیلہ: بس تھک گئی ہوں ذرا۔

سلمیٰ: یہ کیا بولے! بلکہ کوئی بھی ورکنگ وومن کیا بولے۔۔۔۔۔ سارا دن کام کام اور کام اور گھر گھستے ہی اور کام کام کام۔ کم از کم مرد گھر پہنچ کر تو آرام کرتا ہے۔ یہ بیچاری کیا بات کرے!

مومنہ: اسے بھی تو بات کرنے دو سلمیٰ۔

سلمیٰ: اس کا ذہن بند، دل بند، عقل بند! یہ کیا بات کرے گی مومنہ کی مورت!!

نائیلہ: ہاں بھی قسمت بند، محبت بند، مواقع بند! میں کیا بولوں!!

مومنہ: سر کہا کرتے تھے باقی سب کچھ بند ہو سکتا ہے، قسمت بند نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ اس کے کئی

راستے ہوتے ہیں۔ Via جاپان بھی آجاتی ہے، Via ایسٹریڈیم دوہنی بھی پہنچ جاتی ہے۔

سلمیٰ: سال بھر ہونے کو آیا، جمہیں سر کی باتیں بھولی نہیں ابھی۔ کیا بات ہے؟

(کیمرو مومنہ کا چہرہ گلوڑ میں لریٹ کرتا ہے۔ وہ بے چین نظر آتی ہے۔ یہاں

تصویر چند ثانیے کے لیے شل ہوتی ہے۔ پھر جب تصویر جاری ہوتی ہے تو ایک

دین بس شاپ پر رکتی ہے۔ مومنہ بھاگ کر دین میں سوار ہوتی ہے۔ ہاتھ ہلا کر

خدا حافظ کرتی ہے۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(گذریا عبداللہ اپنے مخصوص استھان پر کھڑا ہے۔ اس کی بکریاں چر چگ رہی ہیں۔ اس نے اپنی لائچی ٹھوڑی کے نیچے کھڑی کر رکھی ہے اور اسی کے سہارے کھڑا ہے۔ اس کی نظریں دور ناموجود ارشاد سے لائگ شاٹ میں مخاطب ہیں۔)

عبداللہ:

سن بابالو کا! تو اس کو ڈھونڈنے اور اس کا کھوج پانے کے لیے کہاں چلا گیا! کدھر کونکل گیا! اس کو ڈھونڈنے اور اسے پانے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ راستے تو دور جانے کے لیے ہوتے ہیں۔۔۔ سفر تو کرنے اور منزلیں طے کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ یہاں سے تو کہیں جانا ہی نہیں۔۔۔ کہیں پہنچنا ہی نہیں، پھر راستہ کیسا؟ اسے پانے اور اسے کھوجنے کے لیے تو ہمیں اپنے اندر اترنا ہے۔۔۔ اپنے وجود میں ڈھونڈنا ہے بابالو کا! اپنی شہ رگ کے ساتھ تلاش کرتا ہے۔۔۔ اور جب اپنی شہ رگ کے پاس پہنچ گئے تو پھر وہاں موجاں ہی موجاں۔۔۔ میلے ہی میلے۔ بڑی دور چلا گیا ہے بابالو کا! پر میری بات سن لے کہ اصل میں کوئی راستہ وہاں نہیں جاتا۔۔۔ اس تک نہیں لے جاتا۔ وجہ یہ بابالو کا کہ وہ وہاں نہیں (گلے کے نیچے ہاتھ لگا کر) یہاں ہے۔ اور یہاں کے لیے کوئی راستہ نہیں۔۔۔ کوئی پگھنڈی نہیں۔ بس اندر اترنا ہے۔۔۔ اپنے اندر۔ اندر دیکھنا ہے۔۔۔ اندر جہات ڈالنی ہے کہ کوئی گند بلا تو نہیں۔۔۔ کوڑا کرکٹ تو نہیں۔ شہ رگ کے تحت طاؤس کے نیڑے نیڑے۔۔۔ شرک منافقت تو نہیں اندر۔۔۔ بس پھر سترے ای خیراں۔۔۔

(اپنی جگہ سے چل کر بکریوں کو ہوہو کرنے لگتا ہے اور فیلڈ آؤٹ ہوتا ہے)

کٹ

سین 4 ان ڈور شام کا وقت

(ٹائیل کا گھر۔ یہ ایک ٹھک و تاریک مکان ہے جس میں ٹھک و تاریک سیلے باندھے کمرے ہیں۔ ٹائیل ایسے ہی ایک کمرے میں کھڑی ہے۔ وہ ابھی ابھی ٹھکری سے گھر پہنچی ہے۔ ماں چارپائی پر بیٹھی دال پختے میں مصروف ہے۔)

ٹائیل:

میں پوچھ رہی تھی کہ کچھ کھانے کو ہے؟

- ماں: بس یہ دال صاف کر کے ابھی چڑھا دیتی ہوں۔
- نائلہ: کچھ تو دوپہر کو پکایا ہو گا ماں۔
- ماں: پکایا تھا پکایا کیوں نہیں۔ کریلے گوشت تھا۔
- نائلہ: (نکان کے ساتھ) تو چل وہی دے دے۔ بڑی بھوک لگی ہے۔
- ماں: لے وہ اب تک پڑے ہیں کریلے گوشت۔۔۔ ظہر کی اذان ہو رہی تھی تیرا ماما مجید آ گیا۔۔۔ دیکھی سامنے رکھ لی میں روٹیاں پکاتی گئی اور وہ کھاتا گیا۔ چوم چاٹ کر دیکھی کھرے میں رکھ دی۔
- نائلہ: اور بچے؟
- ماں: ہم سب نے تو وہی منگا کر روٹی کھالی۔
- (نائلہ قدرے غصے کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ جاتی ہے۔ اس وقت ایک دس برس کا لڑکا ایک چھ برس کی بچی اندر آتے ہیں۔)
- لڑکا: نائلہ باجی پانچ روپے ہیں؟
- ماں: کیا کرنے ہیں؟
- لڑکی: اماں سموے لینے ہیں بڑی بھوک لگی ہے۔
- (نائلہ پیسے دیتی ہے۔)
- ماں: ایک تو تو نے انہیں بگاڑ رکھا ہے
- دونوں بچے: تھینک یو باجی۔۔۔ (جاتے ہیں)
- ماں: نکلیں! ایک سموں باجی کو بھی لا دیتا۔
- نائلہ: جی نہیں شکریہ!
- (چند لمحوں کا سکوت)
- ماں: نائلہ!
- نائلہ: جی اماں!
- ماں: دہشتے کرانے والی آئی تھی آئی منراں۔
- نائلہ: اٹھتے ہوئے جی بھر؟
- ماں: کیا سوچا ہے تو نے؟
- نائلہ: کس بارے میں؟
- ماں: اچھا بھلا ایل ڈی اے میں ملازم ہے۔ چھوٹی کار ہے۔ دو بچے ہوئے تو کیا ہوا۔ تخیوں کو

پالنا بڑے ثواب کا کام ہے۔

نائیلہ: اگر میں قیموں کو پالنے چلی گئی ماں تو یہ سارا گھر یتیم ہو جائے گا۔

ماں: اللہ مالک ہے ہم سب کا!

نائیلہ: (جاتے ہوئے) آنٹی صبراں نے بھی گھر دیکھ لیا ہے۔ جب کہیں سے گزارہ الاؤنس

نہیں ملتا یہاں آ جاتی ہے دو ہا جوؤں کے رشتے لے کر۔

(غصے کے ساتھ اندروالی سائیڈ کی طرف نکل جاتی ہے۔ بچے سمو سے لے کر آتے ہیں۔)

لڑکا: باجی سمو سہ کھالیں۔

کٹ

سین 5 ان ڈور کچھ لمحوں بعد

(ایک بوڑھا سا آدمی پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس کے چہرے پر عینک ہے اور وہ دھاگے میں کوٹ کاٹن پروئے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس ٹن کو دھاگے پر چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نائیلہ دروازہ کھول کر آتی ہے۔)

نائیلہ: سلام علیکم ابا!

(اس وقت سولہ سترہ برس کا نوجوان اندر آتا ہے۔)

نوجوان: ابا بجلی کا بل کہاں ہے؟ مالک مکان آیا ہے۔

باپ: مجھے کیا پتا بیٹا! میں کبھی ادا کرنے گیا ہوں بجلی کا بل۔

نوجوان: ایک تو یہاں کوئی چیز ہی نہیں ملتی کبھی وقت پر۔ ایک جنگل ہے۔۔۔ سرکس

ہے۔۔۔ چڑیا گھر ہے۔

(غصے سے جاتا ہے۔)

باپ: قصہ زیادہ ہو گیا ہے آج کل کہ۔۔۔ برداشت کم ہو گئی ہے ہم بڑھوں کی!

نائیلہ: اس کی تو عادت ہے! بات ہونہ ہو! جنگلوں ضرور نکالتا ہے سلمان۔

باپ: مینہ جا!

نائیلہ: بس ابا لٹوں گی۔ بڑی تھک گئی ہوں۔

باپ: ہاں۔۔۔ تھک تو گئی ہو گی۔ کتنے سال ہو گئے فیکٹری جاتے؟

نائیلہ: پانچ سال!۔

- باب: کب تک یہ گاڑی کھینچے گی نائیلہ؟
- نائیلہ: بس ابا سلمان کو کہیں نوکری مل جائے۔۔۔۔
- باب: جس گھر میں بیٹیاں گھر کا بوجھ اٹھالیں وہاں بیٹے کبھی برسر روزگار نہیں ہوتے۔ وہ کچھ ادھر ادھر ہو جاتے ہیں نائیلہ!
- نائیلہ: میری فکر نہ کریں ابا! میں ٹھیک ہوں۔
- باب: تو ٹھیک ہوتی تو اپنے شوہر کے ساتھ ہمارے گھر آیا کرتی کبھی کبھار۔ میں سوچتا تھا سال چھ ماہ کے بعد اٹھ کر کام پر جانے لگوں گا۔ سنا ہے جہاں میں ٹائپ رائٹر لے کر بیٹھا کرتا تھا وہاں اب یونس نے فوٹو سٹیٹ مشین لگالی ہے۔
- نائیلہ: ہاں ابا!
- باب: کچھ دنوں کے لیے ٹائپ رائٹر لے کر گیا تھا چار سال ہو گئے۔۔۔۔ کبھی شکر یہ ادا کرنے ہی آ جاتا۔ سنا ہے بڑا کام ملنے لگا ہے اس کو!
- نائیلہ: کچھری کے سامنے جو بیٹھتا ہے ابا۔
- باب: (سر ہانے تلے سے دو میٹھی گولیاں نکال کر) یہ لے! بڑی اچھی لیمن ڈراپس ہیں۔ صبح سے میں نے چھپا کر رکھی ہیں (آہستہ) باسط آیا تھا میرے پاس آج۔۔۔۔ بیچارہ اچھا آدمی ہے لیکن مجبور ہے۔۔۔۔ بیوی ساتھ تھی اس کے۔۔۔۔ تو ملی ہے ناں زینت کو۔۔۔۔ بڑی اچھی عورت ہے۔۔۔۔ بد نصیب ہے تیری طرح۔
- کٹ

سین 6 ان ڈور شام کا وقت

(سلمیٰ غصے میں بھوت بنی کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے۔ تایا کمریم

دبکا ہوا چارپائی پر بیٹھا ہے۔)

سلمیٰ: تایا کمریم! یہ خط آپ میری امی کو دے دیجئے گا۔ وہ آپ کو اپنے پاس رکھ لے گی۔ میرے پاس اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں اپنی یوں بے عزتی کراتی پھروں بازاروں میں۔ امی نے ساری عمر نیکی کر کے دریا میں ڈالی ہے۔۔۔۔ وہ خوشی سے آپ کو معاف کر دیں گی۔ آپ ان کے پاس چلے جائے پلیر۔

تایا: سلمیٰ بیٹی! تو میرے غصے کی بات بھی تو سن لے۔

سلمی: کیا سنوں آپ کے حصے کی بات! بازار میں اس بد تمیز نے میرا دوپٹہ کھینچ کر روکا۔ کس لیے؟ آپ کی وجہ سے۔۔۔ ورنہ آپ فیکٹری میں چل کر دیکھئے۔ پندرہ سو رو کر نکلتا ہے شام کو، کبھی غلطی سے بھی کسی نے آنکھ بھر کر نہیں دیکھا میری طرف۔

تایا: بس کل اتنی بات ہوئی ہے۔۔۔ میں آکس کریم لایا ہوں فقیرے کی دکان سے۔ میں جانتا ہوں وہ ذرا مشغول تھا۔ میں نے اس کے چھوٹے سے کہا، 'بھئی شام کو پہنچا دوں گا پیسے۔ کل اتنا معاملہ ہوا ہے۔ میں قرآن اٹھا لیتا ہوں۔

سلمی: جو کوئی بھی معاملہ ہوا یا نہیں ہوا، میں آپ کو رکھ نہیں سکتی۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے۔

تایا: میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں فقیرے سے دو چمائے لگاؤں گا چھوٹے کو۔ اس کی یہ مجال! سیدھانہ کر دیا تو نام تایا نکریم نہیں۔ (کھسنے لگتا ہے)

سلمی: (سر دھسے کے ساتھ) ارک جائیں تایا نکریم اسی جگہ!

تایا: لے رک گیا۔۔۔ اسی جگہ۔

سلمی: میں اب آپ کو نہیں رکھ سکتی۔۔۔ سنتے ہیں آپ۔ ختم ختم۔۔۔ آپ یہاں سے چلے جائیں سیدھے سیدھے۔

تایا: وجہ؟ آخر وجہ؟

سلمی: بس میری مرضی۔۔۔ میں ہر روز کی یہ بک بک برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ سدھر نہیں سکتے نکریم تایا! آپ چلے ہی جائیے۔

تایا: لے ہے! تیری مرضی ہے میں نہ رہوں اور میری مرضی ہے میں رہوں۔ ان کو اثروں سے میری لاش نکلے۔ دھوم دھام کا جنازہ ہو۔ اب تو یہ بتائیں بڑا ہوں کہ تو؟ میری مرضی ہوگی کہ تیری؟

سلمی: بڑے تو آپ ہی ہیں لیکن میں آپ کو نہیں رکھ سکتی۔ ہرگز نہیں۔۔۔ ایک منٹ کو بھی نہیں۔

کت

سین 7 ان ڈور دن

(مومنہ کا چھوٹا سا گھر۔ اس وقت مومنہ اور عامر بیٹھک نما ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ سادہ سی چائے کالے ساٹنے دھرا ہے۔)

- عامر: اچھا مومنہ جی! تو میں پھر چلتا ہوں۔
- مومنہ: ہاں بھئی۔۔۔۔۔ مجبوری ہے۔ (عامر اٹھتا ہے) وہ دراصل مہینے کا آخر ہے ناں۔ میرے اپنے پاس کل پچاس روپے ہیں۔
- عامر: بس مجھے تھوڑی سی تکلیف تھی۔ چلے میں سجاد سے مانگ لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔
- مومنہ: سچ عامر۔۔۔۔۔ میرے پاس ہوتے تو میں ضرور تمہاری مدد کر دیتی۔ آئی ایم سوری۔ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔
- عامر: کوئی بات نہیں مومنہ جی۔ ٹھیک ہے۔ (چلتا ہوا دروازے تک پہنچتا ہے۔)
- مومنہ: عامر!
- عامر: جی!
- مومنہ: وہ۔۔۔۔۔ بات یہ ہے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں تم سمجھ سکو کہ کچھ اور ہی نتیجہ نکالو۔ میرے پاس پانچ سو تو ہیں بلکہ ہزار روپیہ ہے ٹوٹل وغیرہ کر کے، لیکن۔۔۔۔۔
- عامر: تو آپ مجھے دے دیں پلیز! تنخواہ ملنے میں کل چار دن تو باقی ہیں۔ میں فوراً دے دوں گا۔ پرومٹس!
- مومنہ: جب سے ارشاد صاحب گئے ہیں ناں تب سے کوئی ادھار ہی نہیں دیتا۔ یہ ساری مدت میں لوگوں سے قرض مانگتی رہی ہوں، کسی نے کبھی میری مدد نہیں کی۔ فقیروں کی طرح یہ وقت گزرا ہے۔
- عامر: مومنہ جی پلیز اعتبار کریں (گھڑی اتارتے ہوئے) چلئے آپ یہ گھڑی رکھ لیں ضمانت کے طور پر۔ (مومنہ گھڑی پکڑ لیتی ہے لیکن کافی ہچکچاہٹ کے بعد) اگر میں دوسری تاریخ کو نہ آیا تو گھڑی آپ کی۔۔۔۔۔
- مومنہ: وہ بات یہ ہے عامر آج تک جس کسی نے مجھ سے قرض لیا ناں اس نے کبھی واپس نہیں دیا۔ (گھڑی دیکھ کر) یہ گھڑی اتنی قیمتی تو نہیں لگتی۔
- عامر: نہیں جی کافی مہنگی ہے۔ میری برتھ ڈے پر سلٹی نے لے کر دی تھی، پونے سات سو کی۔
- (مومنہ ہنس کھول کر اس میں گھڑی رکھتی ہے۔ پھر پانچ سو کا نوٹ نکال کر دیتی ہے۔)
- مومنہ: پتہ ہے عامر، پورا سال ہو گیا۔۔۔۔۔ کسی نے میری مدد نہیں کی۔ خدا جانتا ہے کبھی کبھی مجھے

بڑی مشکل پڑ جاتی ہے پر ہر ایک کو ہی منی پرو بلم ہے۔ یہ پانچ سو واپس ضرور کر دینا۔۔۔۔۔ سر بھی نہیں ہیں جو میری مدد کر دیں گے۔ مہینے کے آخری دن ہیں۔

عامر: ضرور واپس کر دوں گا مومنہ جی، آپ بے فکر رہیں۔ تھینک یو ویری مچ۔ (جاتے ہوئے مڑ کر) بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔ اصل میں میں سجاد سے قرض لینا نہیں چاہتا تھا اس لیے آپ کے پاس آ گیا۔

مومنہ: عامر!

(عامر واپس آتا ہے۔)

عامر: جی باجی!

(مومنہ پرس کھولتی ہے، گھڑی نکالتی ہے۔ اسے ہلا کر کان سے لگاتی ہے۔ پھر دیکھتی ہے۔)

مومنہ: بھیجی یہ تم واپس لے لو۔ کچھ اچھا نہیں لگتا۔

عامر: کیا اچھا نہیں لگتا؟

مومنہ: بھیجی یہ گھڑی وڑی رکھنا۔۔۔۔۔ آدی کچھ یہودی سا لگتا ہے، اسرائیلی سا۔ لیکن رقم ضرور لوٹا دینا دو تاریخ کو، پلیز۔ میں نے کمیٹی ڈالی ہوئی ہے۔

(مومنہ پرس کھول کر کچھ دیکھنے لگتی ہے۔)

عامر: ضروری جی ضرور۔۔۔۔۔ خدا حافظ تھینک یو!

کٹ

سین 8 ان ڈور شام کا وقت

(تایا عظیم اپنے کپڑے ایک چھوٹے سے بکسے میں بڑے غلط طریقے سے پیک کر رہا ہے۔ کچھ دور سلٹی بیٹھی چائے کے ساتھ برگر کھا رہی ہے۔)

تایا: (دکھ کے ساتھ) میں تو ساری عمر دوسروں کی مرضی کی سولی پر لٹکا رہا۔ چھوٹا تھا تو ماں کی مرضی چلتی تھی۔۔۔۔۔ جوان ہوا تو تمہاری تائی نے گلے میں پٹا ڈال دیا۔۔۔۔۔ بچے جوان ہوئے تو ان کے ہاتھ میں ہنر تھا مرضی کا۔ میں تو گیند ہی ہمارا سلٹی بیٹ تو دوسرے ہی تھے۔ کبھی عظیم کو چوہ کا دل دیا، کبھی چمکا۔

تایا: (خود بخود مسکینہ) میں تایا عظیم! میں آپ کو ایک مجمع سے پکڑ کر لائی۔۔۔۔۔ بچے

آپ کو پتھر مار رہے تھے۔ کیا حالت تھی اس وقت آپ کی!

تایا: بری حالت تھی۔۔۔۔ کپڑے پائے ہوئے۔۔۔۔ ایک پاؤں سے ننگا۔۔۔۔ بخار چڑھا ہوا۔
میں مانتا ہوں۔ میں کب مکر تا ہوں۔ بری حالت تھی میری۔ تو ہی مجھے وہاں سے
چھڑا کر لائی۔

سلمیٰ: پھر میں نے آپ کو نہلایا۔ دھلایا۔۔۔۔

تایا: بندہ بنایا۔ میں مکر تا ہوں؟ پر سلمیٰ بتا۔۔۔۔ سچی بتا کبھی میں مکر اہوں تیرے احسان سے۔
کبھی تو نے آج تک مجھے پوچھا تایا کیا کھانے کو جی چاہتا ہے تیرا؟ کبھی تو نے پوچھا تایا
کپڑے کون سے رنگ کے ہوں تیرے لیے؟ جب تجھے نیند آ جاتی ہے تو جی بجا دیتی
ہے، کوئی جلا نہیں سکتا۔ جس وقت تو کھانا چاہتی ہے اسی وقت ہی کھانا پڑتا ہے، ٹھہر کے
نہیں۔

سلمیٰ: (خنتی سے لیکن گھبرا کر) اس وجہ سے تایا۔۔۔۔ اس وجہ سے کہ جو کمائے گا، مرضی اسی کی
چلے گی۔ جو انسان کسی قسم کی کنٹری بیوشن نہیں کرتا، وہ ڈکلیٹ نہیں کر سکتا۔
تایا: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے! میں جانتا ہوں۔۔۔۔ مانتا ہوں۔ جو کم نہیں سکتا، وہ منوا کیسے سکتا ہے
بھلا۔ بالکل ٹھیک ہے۔

مومنہ: پھر جب آپ کی پوزیشن ہی ایسی نہیں منوانے والی تو پھر آپ Complain کیوں
کر رہے ہیں!

تایا: Complain تو نہیں کر رہا، میں تو پوچھ رہا ہوں۔

سلمیٰ: کیا پوچھ رہے ہیں آپ؟

تایا: میں پوچھ رہا ہوں کہ بچے بھی تو گھر میں کچھ کنٹری بیوٹ نہیں کرتے، نہ پیسے لا کر دیتے
ہیں نہ کام کاج کر کے دیتے ہیں، نہ کوئی ہاتھ بٹاتے ہیں لیکن ان سے تو کوئی ناراض نہیں
ہوتا۔ ان سے تو کوئی کنٹری بیوٹ کرنے کو نہیں کہتا۔ کیا تم بڑھے آدمی کو ویسے نہیں
رکھ سکتیں لاڈ پیار کے ساتھ۔۔۔۔ بچے کی طرح؟

سلمیٰ: (ہنس کر) بچے کی طرح تایاجی۔۔۔۔ بچے کی طرح! جناب عالی بچے پر تو بے طرح پیار آتا
ہے۔ اس کے بغیر تو گھر ویران ہوتا ہے اور بڑھا؟ بڑھا تو گھر کا بوجھ ہوتا
ہے۔۔۔۔ معاشرے کا بوجھ۔۔۔۔ جوانوں کا بوجھ۔

(یکدم جیسے تایا ٹکرم کو بات سمجھ آ جاتی ہے اور وہ سوٹ کیس اٹھاتا ہے۔)
تایا: سلمیٰ! بات سمجھ میں آگئی بیٹا۔۔۔۔ آج ساری بات سمجھ میں آگئی۔ ابھی تک میرا

خیال تھا کہ تو مجھ سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔۔ اپنے سر پر باپ کا سایہ سمجھتی ہے۔ لیکن وہ میری بھول تھی۔۔۔۔۔ میری حماقت تھی۔ پر اب بات سمجھ میں آگئی۔۔۔۔۔ سمجھ میں آگئی میرے۔ سمجھ گیا۔۔۔۔۔ سمجھ گیا۔

(بیسے شاہ کی کافی "گل سمجھ لئی حسن رولا کی"۔۔۔۔۔ گاتے گاتے گول گول چکر کاٹنے لگتا ہے اور مہمдіاں سی ڈالنے لگتا ہے۔)
کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(لبھا خا کر دب اپنا جھاڑو پہلو میں رکھے ہاتھ پر رکھی روٹی کھا رہا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی کوڑے کی ڈھیری کو آگ لگی ہوئی ہے جس میں سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ لبھا اس جلتی اور دھواں چھوڑتی ڈھیری کو دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ اس پر اسی کی آواز سپراپوز ہوتی ہے)

لبھا (آواز): جب تک اپنے آپ کو مار نہیں لوگے۔۔۔۔۔ ساڑ کے سواہ نہیں کر لوگے 'اس کا بھید نہیں ملنا۔ اٹل کوئی بھی بھید نہیں ملنا۔ پرانے کو مارنا پڑے گاتے نویں کو جنم دینا پڑے گا۔ پرانا رست۔۔۔۔۔ پرانی سوچ۔۔۔۔۔ پرانا وجود۔۔۔۔۔ پرانی آکڑ۔۔۔۔۔ پرانی شیخی سب کو ختم کرنا پڑے گا۔ چٹا میں ڈال کر بھسم کرنا پڑے گا۔ ایہہ جو نسیاں بڑیاں درگا ہواں اور آستانیاں پر آگ سلگ رہی ہوتی ہے، "مچ" لگا ہوتا ہے 'چٹا روشن ہوتی ہے' اس کی راکھ لے لے کے اسی جا رہے ہوتے ہیں بھولے لوگ پڑیاں بانہہ بانہہ کے۔ راکھ نہیں لے جانی ہوتی میرے سوہو، میرے بایو! وہ آگ اس واسطے جل رہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ لکڑی اسی لیے سلگ رہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ چٹا اس واسطے شعلے نکال رہی ہوتی ہے کہ آنے والا اس میں اپنے پرانے اعتقاد پرانے چالے 'پرانی آکڑ' غرور، تکبر پھینک کر ان کو بھسم کر دے۔۔۔۔۔ سواہ بنا دے۔۔۔۔۔ مٹی کر دے۔ اور ایک نیا جنم لوے۔۔۔۔۔ اک لوں جتاور پیدا ہو دے راکھ سے۔۔۔۔۔ لوں چو نہال پکھیر۔

(ایک جگہ سے قریب کی جلتی ہوئی ڈھیری کی آگ کریدتا ہے۔ شعلہ بلند ہو کر لہلاہٹا ہوتا ہے۔)

سین 10 ان ڈور صبح کا وقت

(بابا سلیمان کا دیہاتی بھرا پر اگھر۔ گھر میں تین چار بچے اودھم مچاتے کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف رضیہ بالٹی میں پانی ڈالے چھڑکاؤ کرنے میں مشغول ہے۔ دوسری جانب عامر کی ماں جھاڑو پھیر رہی ہے۔ بابا سلیمان لسی کا گلاس پینے میں مصروف ہے۔)

ماں: ایسی کس کس کے لگاؤں گی کہ سرت ٹھکانے آجائے گی۔ آرام سے بیٹھو بات کرنے دو۔

(بچے نانی کی آواز سن کر شور کم کرتے ہیں لیکن بالکل خاموش نہیں ہوتے۔)

رضیہ: سنتے ہو کہ نہیں دفع ہو جاؤ باہر۔ ہر وقت سر پر ہر وقت سر پر۔ باپ نے دھکا دے دیا کہ جا کر اوروں کا سر کھاؤ۔ خود تو عیش میں رہا مجھے نگر می کو دھکیل دیا کھوتوں کی فوج میں۔

بابا: ادئے رضیہ۔۔۔۔۔ ادئے رضیہ! چڑی کے بوٹ جیسا تو ان بچوں کا دل ہوتا ہے تو شیر کی طرح دھاڑ رہی ہے۔ بہہ جاؤ کا کا پروہنے آنے والے ہیں۔ کتنی بار صفائی کریں گی بیچاریاں۔

ماں: تو بیٹھ کر لسی پیتا رہ! دس دفعہ کہہ چکی ہوں مرغی لادے، مرغی لادے۔ کب اس کے کھنب اتریں گے کب بوٹیاں ہوں گی کب کپے گی۔۔۔۔۔

رضیہ: ہانڈی میں جلدی پک جائے گی ماں، فکر نہ کر۔

ماں: ہمارے پاس تو ویسے مسالے بھی نہیں ہوتے سلیمان، پتہ نہیں شہرن کو پسند بھی آئے کہ نہ آئے۔

رضیہ: کدو کا حلوہ تو میں نے ایسا پکایا ہے کہ انگلیاں چاٹتی رہے گی۔

ماں: سلیمان اب اٹھ بھی جا خدا کے لیے! بڑی دیر ہو گئی۔

بابا: تو فکر نہ کر بھلی لوک! ایسا نرم اصیل مرغی لادوں گا۔۔۔۔۔ پونے گئے جیسی ہڈیوں والا کڑک

کڑک منہ میں ہڈیاں بھی روں بن جائیں گی۔

ماں: چلا بھی جا سلیمان! وہ نہ ہو شہرن کو کچی مرغی کھانی پڑے۔

بابا: جو ہمارے عامر کی پسند ہو گی ناں نعتے اس نے ہم سب میں کھل مل جانا ہے۔ رضیہ کے

بچے گودی چڑھا لینے ہیں۔ گھاں ہاتاں۔۔۔۔۔ گھاں ہاتاں۔۔۔۔۔ بھلی لوک۔ اس نے سالن

روٹیاں دیکھنی ہیں۔۔۔۔۔ اسے تو حیرے میں، میرے میں، ان سارے ہالوں میں بھورا

بھورا عامر مل جاتا ہے۔ تو دیکھتی تو جا!

(بابا سلیمان جاتا ہے۔ کمرہ اسی پر رہتا ہے۔)

کٹ

سین 11

آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا سلیمان کے ساتھ رضیہ کے چار بچے جارہے ہیں۔ کبھی بچے آگے نکل جاتے ہیں، کبھی بابا۔ یہ سارے بے حد خوش نظر آتے ہیں۔)

کٹ

سین 12

آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا سلیمان رہٹ سے کچھ دور چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس ایک دیہاتی آدمی بھی بیٹھا ہے۔)

بابا:

لے بھائی منظور خوشی جیسی خوشی ہمارے گھر تو عید چڑھی ہوئی ہے۔ پچھلے جمعے عامر آیا تو کہنے لگا ابا اگلے جمعے کو سلمیٰ آئے گی۔ لے تو قسم لے لے۔۔۔ یہ ہفتہ تو ایسے گزرا ہے۔۔۔ سال جیسا۔ دن ہی ختم ہونے میں نہ آئیں (اگلیوں پر گنتے ہوئے) ہفتہ 'اتوار' پیر، منگل، بدھ، جمعرات۔۔۔ جمعہ

پڑھی لکھی ہوگی؟

منظور:

چو کھی پڑھی لکھی ہے۔ (ہنس کر) انگریزی بولتی ہے فر فر۔ تیرے میرے کو سمجھ نہیں آئی عامر سمجھ لیتا ہے انگریزی۔

بابا:

(آواز گرا کر) بھائی سلیمان ان شہری لڑکیوں کے ہڈ کاٹھ اچھے نہیں ہوتے۔۔۔ نری مردار ہوتی ہیں۔

منظور:

ناں ناں! نمنے نے پتہ کر لیا ہے عامر سے۔ اپنی لی مگوری چٹی، ہتھ پاؤں کھلے، متا سو ہٹا۔ لے یہ بھی کوئی ڈروالی بات ہے عامر کے نگر کی ہے۔

بابا:

لے پھر تو تجھے مبارک ہی مبارک۔۔۔ کم بن گیا۔ عامر بھی تو اب پکا شہری ہو گیا ہے۔ لے بھائی منظور امرنی کے پیسے کچھ چے کے ملیں گے عامر کی تنخواہ پر۔

منظور:

بابا:

منظور: پیسوں کی فکر نہ کر اکر۔ جب آگے آگے نہ آئے نہ آئے۔

بابا: (آواز دے کر) اوئے کمال۔۔۔ بچو لوگ اتنی دیر میں بھینس کا کھراپہ کر کے بھینس ڈھونڈ لیتے ہیں، تم سے بھورا جتنی مرغی نہیں پکڑی گئی۔

(اب کیمروہ ان دونوں کو چھوڑ کر رہٹ کی دوسری طرف جاتا ہے۔ یہاں رضیہ کی ایک بچی اور تین لڑکے ایک مرغی پکڑنے میں مشغول ہیں۔ یہ سین کم از کم آدھ منٹ کا ہونا چاہیے مرغی کبھی کھیت میں گھس جاتی ہے، کبھی اڑان بھرتی ہے۔ کبھی بچے پیچھے بھاگتے ہیں، کبھی گھیر اڑالتے ہیں۔ مرغی کڑکڑ کرتی ہے، بھاگتی ہے) کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور دن

(رضیہ اور نعمتے دونوں مل کر ایک بھاری سی دری جھاڑ رہی ہیں۔ ان کا ٹوٹا پھوٹا گھربیک گراؤنڈ میں نظر آ رہا ہے۔ دری کی گرد سارے میں پھیلی ہے۔) کٹ

سین 14 ان ڈور دن

(بابا سلیمان کے گھر میں بڑی تیاری ہے۔ اس وقت بچے دروازے کے ساتھ سہرے والے پھول ٹانگ رہے ہیں۔ کمرے میں صاف کھیس اور دری بچھی ہے۔ درمیان میں دری پر دسترخوان ہے اور اس پر کنوریاں گھاس بچے ہیں۔ ایک بچی اگر جی ساکانے میں مشغول ہے۔ رضیہ آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں ڈنڈیاں پہن رہی ہے۔ ماں نے خوب کس کے پٹیاں بنا رکھی ہے اور آخری بل دے رہی ہے۔ ایک بچہ گھاس میں گلاب کے پھول سجا کر دسترخوان کے وسط میں رکھتا ہے۔)

رضیہ: جب ہاجی سٹلی آئے تو کیا کہتا ہے سب نے؟

چاروں: السلام علیکم

ماں: وعلیکم السلام بیٹے رہو

- رضیہ: آگے بڑھ کر کسی نے کپڑے خراب نہیں کرنے باجی سلمیٰ کے۔
- ماں: لے ان چھوٹے چھوٹے ندان بچوں نے کسی کے کپڑے کیا خراب کرنے ہیں۔
- رضیہ: اور تو نے کیا کرنا ہے کمال! باجی کے آنے پر؟
- کمال: میں جی ریڈیو لگا دوں گا فوراً۔
- رضیہ: ریڈیو لے بھی آیا ہے کہ نہیں؟
- کمال: کیا تھا ای! انہوں نے دیا نہیں۔
- رضیہ: یہ تو حال ہے چاچا غلام رسول کا! اپنی باری تو آخری بوری کنک کی اٹھالے جاتا ہے مسکراتا مسکراتا۔ جا پھر سے مانگ۔ کہنا ای نے مانگا ہے۔ ہمارا ٹرانسٹر خراب ہو گیا ہے، نہیں تو ہمیں کیا ضرورت تھی مانگنے کی۔
- ماں: جانے دے رضیہ! اس کا ریڈیو۔ اس کا دل نہیں چاہتا دینے کو۔
- لڑکی: ای یہ اگر جی نہیں سلگ رہی۔
- ماں: برسات کی ہوا لگ گئی ہے۔ ذرا چولہے کے آگے رکھ شباہ! اگر باجی سلمیٰ کوئی گانا سننے کی فرمائش کرے تو۔۔۔ تو کیا کرنا ہے؟
- رضیہ: (یکدم بچے مودب ہو کر درمی پر اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں اور بڑی لہک سے گاتے ہیں۔)
- بچے: جیوے، جیوے، جیوے پاکستان
پاکستان، پاکستان، جیوے پاکستان
(کچھ دیر بچے گاتے رہتے ہیں۔)
- ڈزالو

سین 15 آؤٹ ڈور دوپہر کا وقت

(عامر موٹر سائیکل پر ڈیفنس کی شاندار کونٹھوں کے پاس سے گزرتا ہے۔ ایک بہت عالی شان کونٹھ کے سامنے جا کر رکتا ہے۔ موٹر سائیکل باہر رکھتا ہے اور پھر کچھ جھینپ انداز میں اندر جاتا ہے۔)

سین 16 ان ڈور چند لمحے بعد

(ڈیفنس کا شاندار گھر اور اس میں ایک خوبصورت ڈرائنگ روم)

سجاد: کافی پیو گئے کہ چائے؟

عامر: صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی!

سجاد: (تپائی کے ساتھ لگی بیل بجاتا ہے) بہت اچھا بادام کا شربت بنایا ہے امی نے۔

عامر: وہی سہی!

(ملازم آتا ہے۔)

سجاد: جناب رمضان صاحب! ایک عدد بادام کا شربت Crushed Ice کے ساتھ۔۔۔۔۔ پتہ

نہیں اس بار بونس دیتے ہیں کہ پچھلے سال کی طرح گھپلا ڈال دیتے ہیں۔

عامر: تمہیں کیا پروا ہے کسی بونس کی!

سجاد: کیوں مجھے پروا کیوں نہیں۔

عامر: مجھے معلوم ہے تم ٹائم مار کر رہے ہو۔ جو نہیں تمہیں داخلہ مل گیا برکے میں تم یوں

جاؤ گے (چنگی بجاتا ہے) یوں۔

سجاد: اور تم میرے پیچھے پیچھے یوں آؤ گے۔ (چنگی بجاتا ہے)۔

عامر: کہاں یار۔۔۔۔۔ میں تو ابھی ایم ایس سی کا پرچہ کلکٹر نہیں کر سکا۔

سجاد: کرتے کیوں نہیں؟

عامر: بس ہو نہیں سکتا۔ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یوں لگتا ہے جیسے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں۔

سجاد: کم آن!

عامر: کچھ نہیں۔۔۔۔۔ ایک ریکوئسٹ تھی!

سجاد: ضرور! بتاؤ ناں!

عامر: تم مجھے کچھ دیر کے لیے 'یعنی آج کے لیے' اپنی کار ادھار دے سکتے ہو؟

سجاد: ضرور۔۔۔۔۔ ضرور بلکہ (جیب سے چابیاں نکال کر) یہ لو جناب چابیاں۔

عامر: یاد اگر۔۔۔۔۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ۔۔۔۔۔ مجھے جلدی ہے۔ صبح کار لے آؤں گا۔

سجاد: ساتھ چلیں گے فیکٹری۔ ادھر ہی ناشتہ کر لینا۔

عامر: یاد تمہارا کیا خیال ہے یہ ارشاد صاحب لندن کیوں گئے ہیں اتنے لمبے عرصے کے لیے؟

سجاد: میڈیکل چیک اپ کے لیے اور کیا اسنا ہے انہیں لیور میں کوئی تکلیف ہے کوئی

گر دتھ و غیرہ۔

عامر: لے اب تک چیک اپ ہی کر رہے ہیں سال بھر سے؟

سجاد: تو تمہارا کیا خیال ہے؟

عامر: بھئی امیر آدمی کا کیا پتہ ہوتا ہے وہ زندگی سے چاہتا کیا ہے زندگی سے کیا کرتا ہے۔
بڑی چوائس ہوتی ہے اس کے پاس (جاتے ہوئے) میں موٹر سائیکل پورچ میں چھوڑ
جاؤں گا۔

(عامر دور سے موٹر سائیکل کی چابیاں پھینکتا ہے۔ سجاد کچھ کرتا ہے۔ ملازم
شریت لاتا ہے۔)

ملازم: سر۔۔۔۔۔ ہادام کا شریت!

عامر: یہ تمہارے لیے ہے بھائی۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔

کٹ

سین 17 ان ڈور دن

(مومنہ کے گھر میں مومنہ اور سلٹی بیٹھی ہیں۔ سلٹی رونے کے قریب ہے)
شام تک آجائیں گے تم فکر نہ کرو۔

سلٹی: میں سب جگہ ڈھونڈ آئی ہوں۔ وہ اتنی دیر باہر رہتے ہی نہیں۔

مومنہ: پھر پولیس میں اطلاع کر دیتے ہیں۔

سلٹی: کس منہ سے پولیس میں اطلاع دوں۔ وہ کہیں گے۔۔۔۔۔

(یکدم چپ ہوتی ہے۔)

مومنہ: وہ کون؟

سلٹی: وہ تھاہندار صاحب۔۔۔۔۔ وہ کہیں گے کہ آپ کیسی بھیجتی ہیں جس نے خود تباہ کو گھر سے
نکال دیا۔

مومنہ: لو تو ہم نے تھاہندار کو بتانا تھوڑی ہے کہ تم نے نکالا ہے۔

سلٹی: پھر بھی کچھ تو کہنا پڑے گا۔

مومنہ: ہم کہیں گے کہ دماغی حالت بحال کریم تباہ کی ٹھیک نہیں۔۔۔۔۔ الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔
آپ تلاش کر کے دیں پلیز۔

سلمیٰ: اور پولیس والے مان لیں گے۔۔۔۔؟
 مومنہ: مان لینا چاہیے انہیں۔ کوئی کوئی پولیس والا تو بڑا سویت ہوتا ہے 'ج'!
 سلمیٰ: مومنہ سارے بازار میں ایک ایک دکان پر پوچھا ہے میں نے۔۔۔۔ (روتے ہوئے) ہائے
 مکرم تایا پلیز گھر آجائیں۔ پلیز تایا۔۔۔۔ جہاں کہیں آپ ہیں گھر آجائیں۔
 مومنہ: ایک طریقہ ہے!
 سلمیٰ: کیا؟
 مومنہ: ریڈیو سٹیشن چلتے ہیں۔ ریڈیو پر تمہارا کام بن جائے گا۔
 سلمیٰ: کوئی واقعیت ہے آپ کی؟
 مومنہ: وہ جو نائیلہ کا باسط ہے ناں وہ باتیں کیا کرتا ہے کسی پروگرام پر ریڈیو سر کی۔
 سلمیٰ: باتوں سے کیا ہوتا ہے۔۔۔۔ باتیں تو آدمی وزیراعظم کی بھی کر لیتا ہے 'شچی بگھارنے کے
 لیے۔ ہائے میں کیا کروں! تایا مکرم مجھے معاف کر دیں پلیز۔۔۔۔ (ہاتھ جوڑ کر) شام سے
 پہلے پہلے گھر آجائیں۔
 مومنہ: اچھا تم ایسا کرو ایک دیگ مان لو!
 سلمیٰ: دیگ!!
 مومنہ: اگر مکرم تایا مل گئے تو دیگ چڑھاؤ گی داتا کے دربار۔۔۔۔ مان لو ناں جلدی سے دل
 میں۔۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔۔ تایا مکرم کہیں شہر سے باہر ہی نہ نکل جائیں۔ پھر کام نہیں
 بننا ہاں۔
 (سلمیٰ آنکھیں بند کر کے جیسے منت مانتی ہے۔ کیمرو اسے کلوز میں لیتا ہے۔)
 کٹ

دن

ان ڈور

سین 18

(ڈاکہ محمد حسین پوسٹ آفس میں ٹیلیفون کان سے لگائے کھڑا ہے۔ اس کے
 ساتھ میز پر مہر لگانے والے دو ڈاکے بیٹھے ہیں۔ محمد حسین نے ہاتھ اٹھا کر
 ان کو مزید مہر لگانے سے منع کر رکھا ہے تاکہ وہ فون کال اچھی طرح سے سن
 سکے۔)

محمد حسین: اوہو بسم اللہ بسم اللہ۔۔۔۔ بس اب آجاؤ وطن کو 'بوا وقت لے لیا۔۔۔۔ بوا تر سالیا (پوٹک)

کر) نہیں نہیں بھائی، نہیں۔۔۔۔۔ مرشد کچھ نہیں کرتا۔ مرشد کچھ نہیں ہوتا۔ وہ کوئی کمال نہیں دکھاتا۔ وہ تو بس مرید کے اندر پیاس پیدا کرتا ہے۔ پیاس بڑھاتا ہے کہ کل کے پانی کی طرف بڑھ سکے۔ اپنے آپ کو پہچان سکے اور دوئی کا کنارہ چھوڑ دے۔۔۔۔۔ دوئی چھوڑ دے اور وحدت کے دریا میں چھلانگ لگا کر اپنی پیاس بجھا سکے۔۔۔۔۔ بالکل بالکل۔۔۔۔۔ یہ چھلانگ صرف اسی وقت لگائی جاسکتی ہے جب آپ کے اندر خوف کے مقابلے میں پیاس زیادہ ہو۔ پیاس نے آپ کو ترپا کے رکھ دیا ہو اور آپ پانی پانی پکارتے پھرتے ہوں۔ (فون سنتے ہوئے) اوں ہوں۔۔۔۔۔ ہوں ہوں۔۔۔۔۔ نہ نہ نہ نہ۔۔۔۔۔ ٹیچر میں اور گرو میں بڑا فرق ہے۔ استاد اور مرشد میں بڑا فاصلہ ہے۔ استاد لکھاتا ہے، پڑھاتا ہے، بتاتا ہے۔ اس کے پاس سکھانے اور پڑھانے کو بہت کچھ ہوتا ہے۔ لیکن مرشد کے پاس سکھانے والی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ ادب! اور وحانیت سکھائی یا پڑھائی نہیں جاسکتی اختیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح طالب علم یا طن کا سفر اختیار کرنا نہیں چاہتا، اس کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سوچی بننا نہیں چاہتا، شو میکنگ کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، صرف علم۔۔۔۔۔ وہی تو بتلا رہا ہوں میرے سونیا کہ طالب علم تبدیلی کا خواہش مند نہیں ہوتا، صرف علم کا خواہش مند ہوتا ہے اور چیلہ پوچھتا ہے میں بدل کیسے سکتا ہوں، نیستی کیسے بن سکتا ہوں جوہر میں کیونکر اتر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ (اونچی آواز میں) کیوں۔۔۔۔۔ کیوں!! آخر!! (ہنس کر) اوئے تیرا بھلا ہو جائے۔۔۔۔۔ ادئے زندگی کوئی مسئلہ تو نہیں کہ سلیٹی پنل لے کر اس کا حل ڈھونڈنے لگ جائیں۔ زندگی تو زندگی ہے۔ یہ تو بسر کی جاتی ہے۔ نہیں نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بالکل کچھ نہیں۔ اور تمہارا ولایت بے چارہ دے بھی کیا سکتا ہے مجھے۔۔۔۔۔ اسے کہو چھوٹے ملکوں پر ظلم کرنا چھوڑ دے، ساری دنیا کا بھگت بن جائے گا۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے بھائی، ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جب تیرا دل چاہے، جب تیری روح کرے۔۔۔۔۔ یہ تو من چلے کا سودا ہے، کوئی زور زبردستی نہیں۔۔۔۔۔

فیڈ آؤٹ

سین 19 ان ڈور شام کا وقت

(بابا سلیمان کے گھر میں چاروں بچے ادھر ادھر لیٹے ہوئے ہیں۔ ماں بھی صحن ہوتی لگتی ہے۔ سلیمان بابا صحن چوکھٹ میں بیٹھ کر دور دیکھ رہا ہے۔ رضیہ باہر سے آتی ہے۔)

- ماں: کہیں عامر بھول ہی نہ گیا ہو!
- رضیہ: کوئی بات نہ ہو گئی ہو!
- کمال: اماں موٹر سائیکل کا ٹائر پتھر ہو گیا ہوگا۔
- ماں: بری بری باتیں منہ سے نہ نکال خواہ مخواہ!
- رضیہ: عامر کہتا تھا میں موٹر سائیکل پر سلمیٰ باجی کو نہیں لاؤں گا، کسی دوست کی کار میں لائے گا۔
- ماں: اتنی تو بچی سڑک ہے۔ پتہ نہیں کدھر رہ گیا۔
- بابا: آجائے گا، آجائے گا! شہری زندگی ہے، سو کام پڑ جاتے ہیں۔ تو ان بچوں کو تو کھانا کھلا دے، یہ کب تک بھوکے بیٹھے رہیں گے۔
- بچی: ہم باجی سلمیٰ کے ساتھ کھائیں گے نانا۔۔۔ آپ ہماری فکر نہ کریں۔
- بابا: (اٹھتے ہوئے) میں نہر کی طرف جا کر دیکھتا ہوں۔
- ماں: ہاں دیکھ ہی آسلیماں۔
- کٹ

شام کا وقت

ان ڈور

سین 20

- (عذرا ارشاد کی ماں کے پاس بیٹھی ہے اور چلنے کے لیے تیار ہے۔ دو ایک جملے بولنے کے بعد عذرا اٹھتی ہے اور ماں بھی اسے دروازے تک چھوڑنے جاتی ہے۔)
- عذرا: جھینک پووری بچ فار دی ٹائرس ٹی آنٹی!
- ماں: کبھی کبھی آجلیا کرو عذرا!
- عذرا: بس آنٹی کیا بتاؤں! سلمان کی زندگی میں تو مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کام کیا ہوتا ہے۔ لیکن اب زمینوں نے ہی پریشان کر رکھا ہے۔ کوئی ایک بکھیرا ہے۔
- ماں: وہ سنا تھا کہ سلمان کا کزن تمہاری مدد کر رہا ہے۔
- عذرا: (اٹھتے ہوئے) کہاں آنٹی! وہ تو چار لاکھ کا گھپلا ڈال کر چلا گیا۔ الٹا ناراض ہے مجھ سے۔
- ساری فیملی میں پروپیگنڈا کر رہا ہے میرے خلاف۔
- ماں: شکل سے تو بڑا مسکین سا لگتا ہے۔
- عذرا: اوہ چھوڑیں آنٹی! مجھے تو پتہ چلتا جا رہا ہے بے لوث کوئی نہیں ہوتا، سب کو کوئی نہ کوئی

غرض ہوتی ہے آپ کے ساتھ --- تبھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔

ماں: (لبی آہ بھر کر) یا تو زمانہ بدل گیا ہے یا پھر ہماری سوچ پیچھے رہ گئی ہے۔

عذرا: آنٹی مجھے شجاع بتا رہے تھے کہ ارشاد آنے والے ہیں۔

ماں: آنے والا تو ہے لیکن مرضی والا ہے۔ نہ جانے کب آئے۔ اطلاع دے کر آئے یا سر پرانزدے۔

عذرا: ان کا چیک اپ ہو گیا؟

ماں: ہو گیا!

عذرا: کیا رزلٹ نکلا آنٹی؟

ماں: مجھے کچھ بتاتا تھوڑی ہے --- گول مول سافون کر کے رہ جاتا ہے۔ جانے کیا تلاش کر رہا ہے زندگی سے!

عذرا: انجوائے کر رہے ہوں گے آنٹی۔ ہی کین افورڈ اٹ۔ امیر آدمی غمزدہ رہ کر بھی

انجوائے ہی کرتا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ارشاد صاحب نے سال بھر خوب چھٹی منائی ہے (ماں کو گال پر چومتی ہے)۔

ماں: جیسے تو کہتی ہے ویسے ہی ہوا ہو عذرا۔ خدا حافظ! کاش اس نے انجوائے کیا ہو۔

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور شام کے دھندلکے میں

(بابا سلیمان کچے راستے پر وہاں جا رہا ہے جہاں کچی سڑک کچھ فاصلے کے بعد کچی سڑک سے ملتی ہے۔ وہ ان دونوں راستوں کے سنگم پر جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آنے والے عامر کا انتظار کرتا ہے۔)

کٹ

سین 22 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(تایا حکیم بادشاہی مسجد کے پہلو میں جا رہا ہے۔ وہ ایک جگہ رک کر اپنا بکس کھولتا ہے۔ اس میں سے ایک جوڑا نکال کر ایک فقیر کو دیتا ہے۔ پھر وہ آگے چلتا ہے)

اور ایک سائیکل والے کو آواز دیتا ہے۔ وہ رکتا ہے۔ تایا نکریم بکس کھول کر اپنی
تہہ اسے پکڑاتا ہے۔ پھر آگے چلتا ہے۔ ایک فقیرنی راستے میں بیٹھی ہے۔ بابا
نکریم اپنا بکس اس کے پاس رکھ کر قلعے والی سڑک کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس
دوران یہ گیت سپراپوز کیجئے:

بھلا ہوا میری مگر ٹوٹی
میں پنیابھرن سے چھوٹی

pdf by *****M Jawad Ali

سین 23 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عامر کارلے کر کو ارٹروں کے پاس جاتا ہے۔ کار سے باہر نکلتا ہے۔ عقب
میں کو ارٹرر جسر کرائیے۔)

کٹ

pdf by *****M Jawad Ali

سین 24 ان ڈور کچھ دیر بعد

(عامر اور سلٹی کمرے میں موجود ہیں۔)

سلٹی! یہ میرا تیرا چکر ہے۔

تو میں نے تمہیں کہا ہے کہ چکر پر چکر لگاؤ۔ تم میری بات کب سنتے ہو۔

پلیز سلٹی! وہ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میری ماں کا دل ٹوٹ جائے گا۔

پہلے میں نے تمہیں ٹھیک Reason بتایا تھا کہ میں پریشان ہوں 'تایا نکریم گھر چھوڑ کر
چلے گئے ہیں۔ پھر میں نے تمہیں ایک اور وجہ بتائی کہ مجھے تمہاری فیملی سے ملنے کا کوئی
شوق نہیں۔ اگر تمہاری فیملی کو کچھ کرنا ہے تو وہ سرگودھا جائیں۔ میری ماں ایک عورت
ہے وہ جلدی مان جاتی ہے۔

وہ وہاں بھی جائیں گے سلٹی۔ لیکن پلیز! میں تمہارے کہنے پر ان سب کو۔۔۔ وہ
لوگ۔۔۔

دیکھو عامر! میں کام کرتی ہوں۔ اپنا کمائی ہوں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ میں کسی کی غلام
نہیں۔

عامر: ٹھیک ہے لیکن پچھلے ہفتے تم نے کہا تھا کہ تم چلو گی ماں سے ملو گی۔

سلمیٰ: ضرور کہا تھا، لیکن اب نہیں جاسکتی۔ میرا جی نہیں چاہتا۔

عامر: لیکن سلمیٰ تمہیں تو مجھ سے محبت ہے۔

سلمیٰ:

محبت ضرور ہے عامر۔۔۔۔۔ لیکن میں تمہاری غلام نہیں ہوں۔۔۔۔۔ تمہاری مرضی کے تابع نہیں ہوں۔ میں بھی ایک انڈی ویجوئل ہوں۔ میری بھی اپنی رائے ہے، مرضی ہے۔ خدا حافظ! کل صبح فیکٹری میں ملیں گے۔ بائی۔۔۔۔۔

(عامر چند لمحے رکتا ہے۔ پھر خدا حافظ کہتا ہے۔ کیمرہ اس کے چہرے پر شل ہوتا ہے۔ گیت فیڈ ان کیجئے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے

کٹ

قسط نمبر 7

کردار

ارشاد	:	نہیرو
ارشاد کی والدہ	:	فیکٹریوں کی مالکہ، مضبوط عورت
خاکروب لبھا	:	ارشاد کا گرو
کبیر	:	ارشاد کا دوست
پروفیسر عائشہ	:	مومنہ کی والدہ
عورت	:	دیہات میں بسنے والی
بوڑھا	:	جوان بچوں کا باپ
اکبر	:	حساس جوان
اماں طالعاں	:	عمر چالیس کے لگ بھگ
ندیم	:	چور، ڈاکیت، نوجوان، منہ زور

ون

کے

کچھ دیر بعد

کٹ

ولك

ماں:

ار شاور:

کے
میں

ارشاد: That's the right spirit.

کبیر: دیکھتا جا میں تجھے کیسے درست کرتا ہوں!

ماں: نہیں نہیں کبیر! ہم دونوں ایک فیصلے پر پہنچ چکے ہیں۔ راستے لمبے ہو چکے ہیں۔ تکلیف اسی وقت تھی جب تذبذب تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میں نے اپنا بڑھاپا کیسے گزارنا ہے۔۔۔ ارشاد کو معلوم نہیں تھا کہ اسے اپنا مستقبل کس کے حوالے کرنا ہے۔

ارشاد: ماں جی! واقعی آپ یہاں تک پہنچ گئی ہیں!

ماں: تھینک یو۔۔۔۔ لیکن اگر تجھے برا نہ لگے! اگر ہم دونوں تیری آزادی میں غفلت نہ ہوں تو کیا تو ہمیں بتا سکتا ہے کہ اتنی دیر تو نے کیا کیا؟

ارشاد: میں آپ کو واقعات تو بتا سکتا ہوں لیکن کیفیات غفلت نہیں کر سکتا۔

کبیر: چل کچھ تو بتا۔ ماں جی کی تسلی کے لیے ہی سہی۔

ارشاد: کچھ دیر تو میں بچوں کے ساتھ رہا۔ اور پھر۔۔۔۔

ماں: اور پھر؟

ارشاد: پھر ماں میں ہالینڈ چلا گیا اور ایک یہودی سے ملا۔۔۔۔۔ سولو من زیٹ لن سے!

کبیر: یہ دیکھو۔۔۔۔۔ یہ یہودیوں سے ملتا پھر رہا ہے یہودیوں سے۔

ارشاد: بات پوری سن لیا کرو کبیر!

کبیر: تمہاری پوری بات بھی ادھوری ہی ہوگی انشاء اللہ! بولو۔

ارشاد: سولو من اسرائیل میں رہتا تھا۔ اب کچھ سالوں سے وہ ہالینڈ چلا آیا ہے اور بیگ سے کچھ دور سیبوں کے ایک باغ میں رہتا ہے۔

کبیر: تو مجھے یہ بتا کہ ایک یہودی سے ملنے میں کیا ٹک تھی؟

ارشاد: میں تو Steven Catts سے بھی مل آیا ہوں! جناب نوفل سے کیوں نہ ملتا؟

کبیر: نوفل؟ وہ یہودی۔۔۔۔۔

ارشاد: اس کا اصلی نام سولو من زیٹ لن تھا اور اسلامی نام سلیمان نوفل ہے۔ وہ جب سیبوں کے باغ میں چلتے پھرتے مجھے درس دیتے تھے تو ان کے پاؤں گھاس پر اترتی پتیوں کی طرح پڑتے تھے۔

ماں: کیا مطلب؟

ارشاد: مجھے یوں لگتا تھا ماں کہ زمین ان کا وزن محسوس نہیں کرتی۔ جہاں جہاں وہ قدم رکھتے

وہاں گریوٹی ختم ہو جاتی تھی۔

کبیر: ادھائی مہرے! ہم اکیسویں صدی پر دستک ڈے رہے ہیں اور تو ہمیں معجزوں میں پھنسا

(اس وقت ملازم کافی لاتا ہے۔ ماں اس میں مشغول ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(خاکروب لبھا باغ میں جھاڑو کے ساتھ پتے اکٹھے کر رہا ہے۔ عقب میں ہیر کا یہ بند سپر امپوز کیجئے:)

ٹلے جائے کے جوگی دے ہتھ جوڑے ساہنوں اپنا کرو فقیر میاں
تیرے درس دیدار دے دیکھنے نوں آیا دیس پردیس نوں چیر میاں
بنا مرشداں راہ نہ ہتھ آوے دودھ باجھ نہ رچھ دی کھیر میاں
یاد حق دی صبر تسلیم سچا تہاں جگ دے نال کیہ سیر میاں
(ہیر کے دوران لبھا کو مختلف مقامات پر دکھاتے ہیں۔ کبھی وہ جھاڑو پھیر رہا ہے
کبھی پتے ہاتھ سے اٹھاتا ہے، کبھی آسمان کی طرف ذومعنی انداز میں دیکھتا ہے۔)
کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(اسی جگہ جہاں ارشاد نے چھوٹی سی کوٹھی بنا رکھی ہے، ان ویران سڑکوں پر کبیر
اور ارشاد کار میں جا رہے ہیں۔ ڈائلاگ سپر امپوز کیجئے۔ کبھی کار دور ہے، کبھی
نزدیک۔ کبھی کبیر اور ارشاد کلوز میں نظر آتے ہیں اور کبھی ان کا فرنٹ کے شیشے
سے ایچ نظر آتا ہے۔)

کبیر: یعنی تمہاری کوشش صرف اتنی ہے کہ تم امیر لوگوں کو شرمندہ کر سکو۔۔۔ ان پر تنقید
کرتے رہو۔۔۔ ان کے وے آف لائف کا منسخر اڑا کر انہیں گھٹیا ثابت کرو۔ غریبوں
میں تمہاری جے جے کار ہو۔ امیروں سے نفرت تمہیں غریبوں میں مقبول کر دے۔
ارشاد: ہرگز نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں!

کبیر: تم امیرانہ زندگی چھوڑ کر سادہ زندگی اپنا کر، اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کر کے، فضول
خرچی سے بچ کر اور کیا کرنا چاہتے ہو؟ تم مجھ جیسے رئیس ابن رئیس کو بتانا چاہتے ہو کہ
دیکھو مجھ میں اتنی قوت ہے۔۔۔ میں چاہوں تو دولت کماؤں، نہ چاہوں تو اسے ٹھوکر مار
دوں۔۔۔ مقصد تمہارا کبیر خان کو ذلیل کرنا ہے۔ امیر آدمی کو گھٹیا ثابت کرنا ہے۔
ارشاد: ایک بار پھر میں کہتا ہوں ہرگز نہیں کبیر امیر! یہ مقصد بالکل نہیں ہے۔

کبیر: یاد رکھو ارشاد احمد! کبھی کبھی غریب آدمی میں بھی بڑی انا ہوتی ہے۔ وہ بھی بڑا متکبر ہوتا ہے۔
 ارشاد: میں جانتا ہوں وقت بدل گئے ہیں کبیر! معاشی مجبوریاں بڑھ گئی ہیں۔ پہلے ظہر تک کی کمائی کافی تھی اور اگلا سارا وقت خدا کا اور گھر والوں کا تھا۔ اب کئی کئی جگہ کام کر کے بھی پوری نہیں پڑتی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت اچھی چیز ہے۔ اس نے انسان کے بڑے دکھ درد دور کیے ہیں۔۔۔۔ انسان کی عزت نفس کو محفوظ رکھا ہے۔ عام انسان کی خوشیوں میں اضافہ کیا ہے۔ میرا مسئلہ نہ امیر آدمی ہے نہ رزق کی تلاش میں سرگرداں مجبور۔ میرا مسئلہ میری اپنی ذات ہے۔

کبیر: یہ کیسی ذات ہے جس نے تمہیں تکلی پر چڑھا دیا ہے۔

ارشاد: میں اپنی پلیٹ میں اسی قدر کھانا ڈالنا چاہتا ہوں جو میں کھا سکوں۔۔۔۔ بقدر ضرورت نہ بقدر ہوس۔ مجھے لوگوں نے خدا کی طرح ٹریٹ کیا۔ نعوذ باللہ! ضرورت سے زیادہ عزت ملی مجھے۔ اب میں چاہتا ہوں عزت ہو، لیکن بقدر حفاظت۔ میں نے غیر ضروری خوشیاں اکٹھی کی ہیں کبیر۔۔۔۔ لیکن اب میں صرف اتنی خوشیاں سمیٹنا چاہتا ہوں جو میری روح کے لیے ضروری ہیں۔ میں اس کی غلامی میں رہنا چاہتا ہوں۔

کبیر: کس کی غلامی میں؟ تمہارے خیال میں وہ تمہیں ملے گا؟ نو سو چوہے کھانے کے بعد حج بھی کر لو گے۔۔۔۔ تم خدا کو تلاش کر سکو گے اس شکل و صورت کے ساتھ؟

ارشاد: میں اس کی تلاش نہیں کر سکتا کبیر خان! اس کا ارادہ کر سکتا ہوں۔۔۔۔ دعا کر سکتا ہوں، آرزو رکھ سکتا ہوں، لیکن مل نہیں سکتا۔ صرف اس رخ پر چل سکتا ہوں۔

کبیر: یہ کیسا Fruitless کام ہے ارشاد کہ آدمی کوشش کرے اور کہیں پہنچ نہ سکے۔

ارشاد: کتابک سے کبھی نہیں ملتا مالک کتے سے ملتا ہے ہمیشہ۔ حضرت لبھا خا کو ب کہتے تھے یہ سارا سفر ہی سفر ہے اس کی کوئی منزل نہیں۔

کبیر: جب کوئی منزل ہی نہیں تو فائدہ او ایٹ آف ناٹم!!

ارشاد: جب مہر لگتی ہے۔۔۔۔ ویزے کا ٹیپہ لگ جاتا ہے تو پھر سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جب اوپر والے کی نظر پڑ گئی اور ہاتھ میں برتن چکا۔۔۔۔ اور برتن۔۔۔۔ بھرنے والے کو پسند آگیا تو منزل خود آکر قدموں سے لپٹ گئی۔

کبیر: میری مانو ارشاد! ایک بار ڈاکٹر اختر سے مل لو۔ بڑے پائے کا سائیکی ایٹ رسٹ ہے۔ تمہاری طبیعت پر بوجھ نہیں ڈالے گا۔

(سورج طلوع ہو رہا ہے۔ اس پر وہ ذکر سپراپوز کیجئے جو نیویارک ذکر کلب کا ہے۔)

ڈزالو

سین 6 ان ڈور علی الصبح

(جائے نماز پر ارشاد بیٹھا ہے۔ وہ اس وقت نماز نہیں پڑھ رہا بلکہ دیوار کے ساتھ پشت لگائے سر کو دیوار کے ساتھ ٹکائے آنکھیں بند کیے گہری سوچ میں ہے۔ روشنی پھمکی ہے۔ کمرہ ارشاد سے ہو کر اس کی لیبارٹری میں جاتا ہے جہاں بوتلوں میں لال، پیلے، نیلے رنگ کے پانی ہیں۔ انہی بوتلوں پر منظر ڈزالو ہوتا ہے اور جیسے نظربیناریگستان میں دیکھتی ہے ذکر جاری رہتا ہے۔

سورج غروب ہونے کا منظر۔۔۔ ذکر جاری رہتا ہے۔ سورج طلوع ہونے سے غروب کے منظر تک ذکر باقاعدگی سے بغیر وقفہ کیے چلتا رہتا ہے۔ ذکر میں تسلسل برقرار رکھئے۔ سورج طلوع ہونے کے بعد بوتلیں دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ طلوع اور غروب میں وقت گزرنے کا وقفہ اسطیلش کیا جائے۔)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور دن چڑھے

(ایک ٹیکسی میں سے ارشاد کے گھر کے پاس مومنہ کی والدہ اترتی ہے۔ یکدم ٹھک کر سامنے دیکھتی ہے۔ اس کا چہرہ کلوز میں لیجئے۔)

ڈزالو

(احول کی تھاپ پر ڈالیں)

ڈزالو

صبح کا وقت

آؤٹ ڈور

سین 8

(نواز شریف پارک میں کیمہ سب سے اونچے فوارے کی سب سے اونچی چوٹی کو لیتا ہوا نیچے آتا ہے اور فوارے کو زوم آؤٹ کرتا جاتا ہے۔ لانگ شاٹ۔ لہجہ خاکروب بائیں بازو پر جھولی نما تھیلا ڈالے گا اسی گراؤنڈ کے پتے چن چن کر اس میں ڈال رہا ہے۔ کیمہ اسے کلوز میں لیتا ہے اور اس کے سامنے ارشاد صاحب اعلیٰ درجے کا سوٹ پہنے اس سے آگے پتے چننے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ناظرین کو پتہ نہیں چلتا کہ کون پتے چن رہا ہے۔)

لہجہ: (آواز دے کر) اوئے میرے رائجیا۔۔۔۔۔ اوئے چن کھناں۔۔۔۔۔ یہ تیرا کام نہیں ہے میرے سوہنیا! ایہہ لہجے کا کام ہے۔ واہ واہ میرے لہجہ جی۔۔۔۔۔ لہجہ کے وی ناں لہجہ جی۔ (تیزی سے آگے ارشاد کی طرف بڑھتا ہے۔) بس جی مہربان۔۔۔۔۔ اللہ خوش رکھے کرم کرے۔ یہ کام آپ کا نہیں لہجے کا ہے۔۔۔۔۔ نہ سچے کا نہ کجے کا یہ سارا کام لہجے کا۔ (ارشاد مڑتا ہے۔ دونوں فیس ٹوفیس ہوتے ہیں۔)

لہجہ: آہا۔۔۔۔۔ سرکار! یہ تو بڑا کرم ہو گیا داتا کا۔۔۔۔۔ مہربانی ہو گئی مالک کی۔ (اپنی بش شرٹ کے ساتھ ہاتھ رگڑ کر ہاتھ ملانے کی تیاری کرتا ہے۔) کوچی مدتوں کے پچھڑے ساتھی مل گئے۔ اس دھرتی پر ملاپ ہو گیا۔ واہ جی واہ دھرت ملاپ ہو گیا۔

(ارشاد بھی ہاتھ ملانے کے لیے اپنے ہاتھ کو اپنے کوٹ پر رگڑ رہا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی ناپاکی زیادہ ہے۔ لہجہ لپک کر ارشاد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ ارشاد جھمی ڈالنے کو رجوع کرتا ہے لیکن اس کا حوصلہ نہیں پڑتا اور ادھر سے اڑن بھی نہیں ملتا۔)

ارشاد: اب کتنی باقی رہ گئی ہے حضور؟

لہجہ: پنج مہینے اٹھائی دن! پھر قرب ہو جانا ہے۔۔۔۔۔ وصال مل جاتا ہے۔۔۔۔۔ پکی حاضری پوچھیں گئے کی۔

ارشاد: ان کو بھی معلوم ہے کہ آپ کی در بندی پانچ مہینے اٹھائیس دن کی رہ گئی ہے؟

لہجہ: اوہناں کا ای تو حکم بولا ہوا ہے ان کو کیسے پتہ نہیں ہو گا بھلا۔ بڑی ڈیوڑھی میں ہر ایک کا رجسٹر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ پرانے کپڑے جمع ہوتے ہیں چوہدار آواز مارتا ہے چلو کوئی لہجہ خاکروب۔۔۔۔۔ سزا سزائیں انت اخیر۔۔۔۔۔ ڈگری آؤر فار عطی۔۔۔۔۔ حکم حضور

حاضری۔۔۔۔۔ لبھا خاکروب دوبارہ حضوری پاوے۔۔۔۔۔ سکھی سہیلیاں کے جوڑے
پکڑے۔۔۔۔۔ یاتریاں کے گھوڑے حکم کی چھو لداری میں رہے۔۔۔۔۔ امر کوٹ میں کوائر
پاوے۔۔۔۔۔ لبھا خاکروب۔۔۔۔۔

ارشاد: یہ اعلان ہو جاتا ہے سر؟

لبھا: کل جہاں میں میرے بادشاہ! عرش فرش پر چو بداری کی کوک پکار جاتی ہے۔ دین دنی میں
ڈنکا بج جاتا ہے۔ لبھا خاکروب۔۔۔۔۔ لبھا خاکروب۔۔۔۔۔ محبوب کی سواری کی زیارت ہو
جاتی ہے میرے بادشاہ۔۔۔۔۔

ارشاد: حضور سزا پانے سے پہلے آپ کا کیا نام تھا؟

لبھا: (آواز گرا کر رازداری کے ساتھ) اوئے بندیا نام نوم میں کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ میرے
بادشاہ! مہر کرم کی بات ہے ساری۔ نام تو اپنے ایلئیس کا بھی بڑا عزت دار تھا، عزایل۔ کیا
سواہ گھولی۔ انکاری ہو گیا بد نصیب۔ سارے راستے آپنی بند کر لیے۔ غلطی کر کے پیش ہو
جاتا تو بارہ سال کی سزا بولی جانی تھی یا زیادہ سے زیادہ بیس سال کی، اس سے انیک نہیں
ہونی تھی۔ پھر بڑی ڈیوڑھی سے چو بدار نے آواز مارنی تھی۔ چلو بھی کوئی عزایل
بے دلیل۔۔۔۔۔ سزا کا بھگتان انت اخیر۔۔۔۔۔ حکم حضور حاضری پاوے۔۔۔۔۔ واپس اپنے
رتے پر جاوے۔۔۔۔۔ گزٹ نوٹیفکیشن کے ساتھ Reinstate کیا جاوے۔۔۔۔۔ (ڈاڑھی کی
طرف اشارہ کرتا ہے) یہ کب سے؟

ارشاد: یہ تو حضور کوئی پونے سال سے! ولایت میں جناب سلیمان نوفل نے رکھوائی تھی۔۔۔۔۔
کہتے تھے، کوشش کر دے لگنے کی۔۔۔۔۔ حکم ماننا آسان ہو جائے گا۔

لبھا: دادھی واہ۔۔۔۔۔ والی ہمیشہ ولایت سے آتا ہے اور وہی ولایت سجاتا ہے۔ جس کو ولایت مل
گئی اس نے سات بادشاہیاں لے کے بھی کیا کرنا ہے۔

ارشاد: اصل میں حضور میں آپ سے یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ وہاں کی باتیں حقیقت میں ہوتی ہیں
کہ آپ کی کیفیات میں؟

لبھا: سمجھ لے آہا۔۔۔۔۔ واہ وا سمجھ لے۔

(کہا کہا ہو کر جمو مر ڈالنے لگتا ہے۔)

ہمے نوں سمجھاؤں آیاں بہناں تے بھر جائیاں
من دے بلھیا ساوا آکھا تمیں کی ایکاں لائیاں
فیڈ آؤٹ

(ذحول کی تھاپ پر رقص)

ڈزالو

سین 9 ان ڈور دن

(ایک چھوٹے سے دیہاتی مکان میں ایک نوجوان پٹنگ پر بے سدھ لیٹا ہے۔ ایک بوڑھی عورت اس کے ماتھے پر پٹیاں ٹھنڈے پانی میں نچوڑ نچوڑ کر بدل رہی ہے۔ ایک اور نوجوان اس کی ٹانگیں دبا رہا ہے۔ ایک بوڑھا پریشان حال بیٹھا ہے۔)

عورت: کسی حکیم ہی کو پکڑ لا، کسی ڈاکٹر ہی کو نبض دکھا ڈال۔

اکبر: (ٹانگیں دباتے ہوئے) اماں حوصلہ کر۔۔۔ ابھی ہوش کرے گا بھاء اصغر۔۔۔ حوصلہ!

عورت: مجھے کہتا ہے اماں میں واڈی والوں کا ناچ دیکھ آؤں۔ میں نے کہا بھی ناں کا کا آگے تیرا جی ٹھیک نہیں نہ جا۔ پر ماں کی کون سنتا ہے۔۔۔ کون مانتا ہے ماں کی۔

بوڑھا: اچھا اچھا اصغراں۔۔۔ حوصلہ کر، ہمت نہ ہار۔ کمزور کو دھکا لگ گیا ہے۔ وہ شربت پلا

صندل والا۔ بخار میں جھومر دیکھنے نہ جاتا۔۔۔ پر خیر۔ جوانوں کو کون سمجھائے بھائی۔

عورت: کسی ڈاکٹر کو بلا۔ (کانوں سے بالے اتارتی ہے) میں نے صدقے کیے یہ بالے۔ یہ اکبر تو چندرے ڈاکٹر کو دے دیتا۔

(کیرہ ماں پر جاتا ہے جو کانوں سے ڈنڈیاں اتار رہی ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور دن

(پروفیسر عائشہ سر پر دوپٹہ لیے بڑی مودب بیٹھی ہے۔ سامنے ارشاد موجود ہے۔)

عائشہ: سر میں ایک دن پہلے بھی آپ سے ملنے آئی تھی لیکن ملاقات نہیں ہو سکی۔

ارشاد: ادھر آپ انتظار کر لیتیں۔ میں جلد آجایا کرتا ہوں۔

عائشہ: اس روز آپ کے گھر کے سامنے بہت سے لوگ ناچ رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک ان کا

ناج دیکھتی رہی۔ شام پڑ رہی تھی، پھر لوٹا پڑا۔

ارشاد: فرمائیے! میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔

عائشہ: میں مومنہ کی ماں ہوں ارشاد صاحب۔۔۔ اور اسے آپ پر بڑا اعتماد ہے۔ میں امید لے

کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ پلیز آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں۔

ارشاد: اب کیا ہوا ہے؟

عائشہ: اب نہیں سر، ہمیشہ سے کچھ ہوتا رہا ہے۔ عام طور پر ماں باپ اور بچے کا رابطہ بڑا نیچرل

ہوتا ہے، فروٹ فل ہوتا ہے لیکن مومنہ اور میرے درمیان کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ مجھ پر

اعتماد نہیں رکھتی، شک کرتی ہے۔

ارشاد: میں آپ کی بات ٹھیک سے سمجھا نہیں۔

عائشہ: میرے اور مومنہ کے درمیان کوئی اندھا شیشہ ہے سر۔ پتہ نہیں کیا بات ہے، اسے

میری سمجھ نہیں آتی اور میں اس کو سمجھ نہیں پاتی۔

(ارشاد اپنے ٹشو میں زور سے ناک صاف کرتا ہے۔)

ارشاد: سوری! اولاد اور ماں باپ میں ایسے ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔۔۔ کیونکہ ماں باپ کو دعویٰ

ہوتا ہے کہ ان کی محبت بے لوٹ ہے۔۔۔ انہیں اولاد سے کچھ درکار نہیں۔ ساتھ

ساتھ وہ اولاد کو اپنی مرضی کے مطابق دیکھنے کے خواہشمند بھی ہوتے ہیں۔۔۔ بچوں کی

زندگی میں دخل اندازی کر کے بچوں پر دباؤ بھی ڈالتے ہیں، رکاوٹ بھی پیدا کرتے ہیں

اور یہ بھی سمجھتے رہتے ہیں کہ ان کی محبت بے غرض ہے۔

عائشہ: بچوں کے فائدے کے لیے سر، ان کی بہتری کی خاطر۔۔۔ ان کو کسی آگ سے بچانے

کے لیے ماں باپ روکتے ہیں۔

ارشاد: ٹھیک ہے بیگم صاحبہ۔۔۔ لیکن اگر کوئی از خود برباد ہونا چاہتا ہو۔۔۔ کھانے کا سودا

کرنا چاہتا ہو۔۔۔ من چلا ہو، پھر ہر انسان کے اندر اختیار ہے ناں۔

عائشہ: کون ماں باپ یہ برداشت کریں گے سر؟ ایسے کون سے جگرے والے ہوں گے؟

(دروازے پر ہلکی سی دستک ہوتی ہے۔)

ارشاد: دراصل بات یہ ہے بیگم صاحبہ کہ والدین کبھی بھی اولاد کو دنیا بھر کر نہیں دے سکتے۔

اپنے تجربات کے سنگریزوں سے وہ بچوں کے خواب کا عمل تعمیر نہیں کر سکتے۔ البتہ وہ

اندر کے سفر کی تعلیم ضرور دے سکتے ہیں۔۔۔ مثال بن کر ضرور دکھا سکتے ہیں اور شاید

(دندہ بپ Essence بھی پیش کر سکتے ہیں۔)

عائشہ: مذہب کا Essence؟

ارشاد: دنیا کا تجربہ تو ہر جنریشن کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، ماحول کا علم تو ہر جنریشن کے ساتھ مختلف ہو جاتا ہے اور نوجوان اسے بہتر سمجھتے ہیں پچھلی جنریشن کی نسبت۔۔۔۔۔

عائشہ: تو میں مومنہ کو وہ سب کچھ کرنے دوں جو وہ چاہتی ہے!

ارشاد: میں نے یہ تو نہیں کہا۔۔۔۔۔ میں تو شاید یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر تربیت ایمانداری سے اور نیک دلی سے کی جائے اللہ کا فضل شامل حال ہو تو اولاد درست فیصلے ہی کرے گی۔

عائشہ: آپ کی باتوں سے تو میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ مجھے اسے کچھ مشورہ نہیں دینا چاہیے۔

ارشاد: دراصل بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ اولاد کے مقابلے میں والدین کو خود مشورے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں شادی کے وقت علم نہیں ہوتا کہ اولاد کیا چیز ہے۔۔۔۔۔ اسے پالنے کی کیا کچھ ذمہ داری ہے۔۔۔۔۔ ماں باپ کی چھوٹی چھوٹی کوتاہی بے سمجھی کی دوسری اثر ڈالے گی ان پر۔۔۔۔۔

عائشہ: آپ کا مطلب ہے کہ میں قصور وار ہوں؟ غلطی پر ہوں! میں نے درست فیصلے نہیں کیے مومنہ کے لیے۔

ارشاد: ناں ناں بیگم صاحبہ! میں کوئی حاکم نہیں ہوں۔ میں کسی کو غلط اور درست ثابت نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہی فصل کاٹی جاسکتی ہے جو بوئی گئی ہو۔
(دروازے پر دستک)

عائشہ: میں نے آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔۔۔۔۔ (آہستہ سے) دروازے پر شاید کوئی ہے!

ارشاد: عورت اور بچے کا مسئلہ سا نجما ہے بیگم صاحبہ! مرد کو کام کاج ہوتے ہیں زندگی سنوارنا ہوتی ہے آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ آج کے ترقی کے دور میں مقابلہ اور بھی سخت ہو گیا ہے۔ مرد عورت سے ہمہ وقت محبت نہیں کر سکتا۔ وقفے وقفے کے بعد۔۔۔۔۔ اپنی فرصت کے مطابق۔۔۔۔۔ اپنی دہائی کے تحت وہ عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن عورت سارا وقت توجہ چاہتی ہے۔۔۔۔۔ ہر وقت محبت چاہتی ہے۔ یہ تیل پر ایم جل کے بغیر سوکھے لگتی ہے اور سنوا کر رہ جاتی ہے۔

عائشہ: خود میرے ساتھ یہی ہوا سرساری زندگی!

ارشاد: اور یہی حال بچے کا ہے! جب ایک نئی روح دنیا میں آتی ہے۔۔۔۔۔ جس کا نہ کوئی مذہب نہ کوئی ویک بیلنس نہ تعلیم یہاں تک کہ وہ نہ خود کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے۔۔۔۔۔ تو اسے ہمہ

وقت ماں کی ضرورت ہوتی ہے، مگر ماں کو اس تقاضوں بھری دنیا میں اور بھی کام ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن جس بچے کو اولین پانچ سال میں خوب محبت ملی ہو، وہ از خود ماں کو چھوڑ کر اپنے سکول اور اس دنیا کی بھیڑ میں شامل ہو جاتا ہے اور ہمیشہ روحانی توانائی محسوس کرتا ہے لیکن جو ماں اپنے بچے کو یہ پہلے پانچ سال نہیں دے سکی۔۔۔۔۔ بچے سے ہمہ وقت محبت نہیں کر سکی، وہ بھی مرد کی طرح محبوب سے بے وفائی کرتی ہے۔۔۔۔۔

عائشہ: عورت بھی کیا کرے سر! مثلاً میں کیا کرتی۔۔۔۔۔ کام چھوڑ دیتی۔ میرے شوہر ہمیشہ Jobless رہے۔

ارشاد: یہی مرد بھی سوچتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا۔ وہ بھی عورت کو زندگی کے مکمل پانچ سال دے نہیں سکتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں تیری خاطر کما رہا ہوں۔ اور ماں بھی دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن جس دعویٰ کی توفیق نہ ہو، اس کا اعلان نہیں کرنا چاہیے ورنہ آدمی مشقت میں پڑ جاتا ہے۔ مشقت ہر رشتے کا زہر ہے بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ جہاں مشقت ہے وہاں محبت نہیں ہو سکتی۔

(دروازے پر زور سے دستک)

ارشاد: آجائے! آجائے پلیز۔
(بوڑھا اور اکبر ڈرے ڈرے اندر داخل ہوتے ہیں۔)

دونوں: سلام علیکم سرکار!

ارشاد: وعلیکم سلام۔۔۔۔۔ آئیے بیٹھے!

(اکبر بیٹھنے کے لیے کرسی دیکھتا ہے۔)

بوڑھا: ادھی سرکار میرے پاس بیٹھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ میں آپ کو ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں۔

ارشاد: مجھے؟ خیر ہے؟

اکبر: سر۔۔۔۔۔ میرے بھائی کو تین ہفتوں سے بخار آرہا ہے۔ بدھ کے دن پنڈ میں بھنگڑا ہو رہا تھا وہ دیکھنے چلا گیا۔۔۔۔۔

بوڑھا: لوگ منی پر ڈال کر گھرا لائے ڈاکٹر صاحب۔ آپ وقت نہ گنوا میں فوراً چلیں۔ بچہ دو دن سے ہوش میں نہیں۔۔۔۔۔

عائشہ: ڈاکٹر صاحب؟ یہ تو ڈاکٹر صاحب نہیں ہیں۔

اکبر: ہمیں تو کسی نے بتایا تھا کہ اس کو بھی میں کوئی ڈاکٹر آئے ہیں لوہیوں لوہیوں۔

ارشاد: میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔۔۔۔۔ لیکن آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاسکتا ہوں۔ آئیے چلیے۔
 معاف کیجئے بیگم صاحبہ! ان کی ضرورت آپ سے زیادہ ہے۔۔۔۔۔
 عائشہ: پلیز پلیز ضرور جاییے۔ میں پھر آجاؤں گی کسی روز۔۔۔۔۔ مومنہ کے ساتھ۔
 ارشاد: (لیبارٹری کی طرف جاتے ہوئے) مجھے ایک منٹ دیجئے۔۔۔۔۔ صرف ایک منٹ۔۔۔۔۔
 ابھی چلتے ہیں ایک منٹ میں۔۔۔۔۔

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(کار دیہاتی گھر کے سامنے کھڑی ہے۔ قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہے جس پر
 اصغر بے سدھ پڑا ہے۔ اکبر اور بابا اسے سہارا دے کر کار میں لٹاتے ہیں۔ بوڑھا
 اصغر کاسر گود میں رکھتا ہے۔ اکبر سامنے بیٹھتا ہے اور ارشاد کار چلاتا ہے۔)
 (کٹ)

سین 12 آؤٹ ڈور دن

(ہسپتال کا بیرونی حصہ۔ اکبر ایک سٹریچر پر لیٹا ہے۔ ایک نرس پاس ہے۔ بوڑھا
 اور اکبر تصویریں ساتھ ہیں۔ ارشاد ایک ڈاکٹر سے بات کر رہا ہے۔ پھر ڈاکٹر
 اشارے سے بتاتا ہے کہ اس جانب چلے جائیے۔ یہ لوگ اسی طرف کارج کرتے
 ہیں۔)

کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور دن

(کسی لیبارٹری میں نم بے ہوش اصغر کی سوسٹ کا انکسریے لیا جا رہا ہے۔ بوڑھے
 اور اکبر کے علاوہ ارشاد بھی ساتھ کھڑا ہے۔)
 کٹ

سین 14 ان ڈور رات

(ایک بیڈ لیپ روشن ہے، باقی کمرہ نیم اندھیرے میں ہے۔ بیڈ لیپ کی روشنی کبیر

خان اور ارشاد کے چہروں پر پڑ رہی ہے۔)

کبیر:

یعنی اب تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر خلق سے کنارہ کشی کر کے اختیار کرنا چاہتے ہو۔ پتہ ہے اسلام رہبانیت کے خلاف ہے۔

ارشاد:

بالکل پتہ ہے!

کبیر:

اور تم پھر بھی اس کے خلاف کر رہے ہو۔۔۔۔۔ فیکٹریاں چھوٹ گئیں۔۔۔۔۔ سوشل سرکل ترک کر دیا۔۔۔۔۔ پیٹرن آف لائف بدل لیا! اور رہبانیت کیا ہوتی ہے؟ زندگی چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی، یہی تو رہبانیت ہے۔

ارشاد:

دیکھو کبیر! پہلے میں راہب تھا۔۔۔۔۔ میں بڑی پرائیویسی کی زندگی بسر کرتا تھا۔۔۔۔۔ میری دولت صرف میرے کام آتی تھی۔۔۔۔۔ میرا وقت صرف میرے لیے تھا۔۔۔۔۔ میرے شغل صرف میرے تھے۔۔۔۔۔ میری زندگی میری اپنی تھی۔۔۔۔۔ اب میں اس رہبانیت کی غار سے باہر نکلا ہوں۔ میں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا ہے کہ اس دنیا میں میرے سوا اور لوگ بھی ہیں۔۔۔۔۔ میرے نوکر چاکر اور ماتحتوں کے علاوہ اور انسان بھی اس دنیا میں آباد ہیں۔۔۔۔۔

کبیر:

تم بہت آئیڈیلٹک باتیں کرتے ہو ارشاد۔ حقیقت سے اس قدر دور رہ کر آدمی پاگل تو ہو سکتا ہے لیکن کچھ حاصل نہیں کر سکتا مسٹر راہب!

ارشاد:

صرف وہ شخص راہب ہوتا ہے کبیر خان جو سیلفش زندگی بسر کرتا ہے، چاہے وہ زندگی کی بھیڑ میں شامل ہو یا چاہے پہاڑ کی چوٹی پر تنہا بیٹھا تمپیا کر رہا ہو۔ یہ دونوں ہی خلق سے دور ہوتے ہیں اور دونوں ہی راہب ہوتے ہیں۔۔۔۔۔

کبیر:

تو اٹھو چلیں۔۔۔۔۔ گاڑی باہر کھڑی ہے۔ دشت ناک خواب ختم ہوا۔ آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔ الحمد للہ!

ارشاد:

وہاں جو زندگی میری مختصر ہے، وہ خلق کے ساتھ تھلنے ملنے نہیں دیتی اور پوسٹ مین محمد حسین صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ جب تک طلوت طلوت ایک نہ ہو رہبانیت کا پکڑ لوٹ نہیں سکتا۔ جس دروازے پر ایک چوکیدار بھی موجود ہے وہ راہب

You are impossible Irshad.

کبیر:

ارشاد: مان لیا!

کبیر: میں آتار ہوں گا، جاتار ہوں گا۔

ارشاد: ضرور!

کبیر: بائی دی وے یہ جو تم نے ابھی ٹر مز استعمال کیس خلوت جلوت ----- یہ کیا بلا ہیں؟

ارشاد: خلوت جانتے ہو کیا ہوتی ہے؟

کبیر: ہاں تنہائی ----- سب سے علیحدگی!

ارشاد: اور جلوت ہوتی ہے جب آدمی محفل میں جلوہ آرا ہوتا ہے ----- گروہ میں، بھیڑ میں

ہوتا ہے۔

کبیر: تو پھر خلوت اور جلوت ایک کیسے ہوتی ہے؟

ارشاد: فقیر جب تنہا ہوتا ہے تو لوگ اس کی تنہائی اس کی پرائیویسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔

وہ حق اٹھا کر اندر گھس سکتے ہیں ----- اپنا حال بیان کر سکتے ہیں۔ اور جب وہ بھیڑ میں

ہوتا ہے، سب میں ملا جلا نظر آتا ہے۔ تب وہ اندر اوپر والے کے دھیان میں ہوتا ہے

لیکن جسمانی طور پر سب کے ساتھ ----- ہر مقام پر، جلوت میں خلوت میں فقیر کا ایک

ہی حال ہے۔ وہ اوپر والے کی رضا تلاش کرتا ہے اور ساتھ والوں کے ساتھ سفر کرتا

ہے۔ اس کے کوئی دور وپ نہیں ہوتے۔

کبیر: میں تو چلوں بھائی! کہیں تم مجھ پر بھی اپنی خلوت جلوت نہ ڈال دو۔

ارشاد: ضرور ----- جاؤ لیکن آتے رہنا۔

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(صحرا چاند کا شات۔ کردما کی مدد سے اس سین پر ارشاد کو سپراپوز کیجئے۔ ایسے گے جیسے وہ صحرا میں چلتا جا رہا ہے۔ اس پر وہی ذکر لگائیے جو نیویارک صوفی کلب کا ہے۔)

کٹ

سین 16 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد میٹھیوں پر بیٹھا ہے۔ ان پر بہت سے گملے اور پھول نظر آتے ہیں۔ اس سے دو تین میٹھیاں نیچے ایک عورت بیٹھی ہے جو چہرے سے پریشان اور بے چین دکھائی پڑتی ہے۔)

طالعال: مجھے تو گاؤں میں کسی نے بتایا تھا کہ تو پیر ہے بھائی۔

ارشاد: جیسا تو سمجھ لے بی بی!

طالعال: تو پیر نہیں ہے؟

ارشاد: تیری مرضی پر ہے۔ سمجھ لے تو ہو جاؤں گا۔

طالعال: کیا مطلب ہے تیرا؟

ارشاد: کیا تجھے لگتا ہے کہ میں تیرے مسئلے کا حل بنا سکتا ہوں۔ کیا تجھے اعتماد ہے کہ میں تیری مدد کر سکتا ہوں؟

طالعال: لے ویرا جب تو نے دروازہ کھولا تھا تب ہی مجھے یقین تھا کہ تو اصلی پیر ہے۔

ارشاد: وہ کیسا ہوتا ہے بی بی۔۔۔۔۔ اصلی پیر!

طالعال: وہ جو اصلی پیر ہوتا ہے ناں بیبا، اس کی کوئی طلب نہیں ہوتی۔ اسے بندے سے کچھ لینا

نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اس کی ساری رمزیں اوپر والے سے چلتی ہیں 'خدائی کی لوڑیں وہ پوری

کر سکتا ہے۔ اوپر والے کو منانے کی طاقت ہوتی ہے اس میں 'وہ اوپر والے کا یار جو ہوا

بیبا۔

ارشاد: لے تیرا خیال ہے کہ میں اوپر والے کو بنا سکتا ہوں۔ تیری مرضی اس تک پہنچا سکتا ہوں۔

طالعال: لے اور نہیں کوئی۔ تیرا تو چہرہ ہی نور و نور ہے۔

ارشاد: پھر تو میری موج ہو گئی بی بی! بتا کیا کروں تیرے لیے؟

طالعال: چاہے پانی دم کر کے دینا ہے تو وہ دے دے 'تعوذ لکھنا ہے تو وہ لکھ دے۔۔۔۔۔ کوئی ذکر

پڑھنا ہے تو وہ بتا دے۔ میں نے تیرے پر چھوڑا۔

ارشاد: جو تیری رضا وہی کروں گا بی بی!

طالعال: ناں میری کیا رضا! جو تیرا جی چاہے 'وہی کر دے پیرا۔۔۔۔۔ میرے بیٹے کی گھر والی۔۔۔۔۔ بہو

میری۔۔۔۔۔ دو سال سے روٹھ کر بیٹے میں جا بیٹھی ہے۔ میں نے سو دنہ اپنے ہمالے کو کہا

ہے، چل چھوڑ عورتوں کی کوئی کمی ہے، پر پتہ نہیں اس چندری میں کیا ہے، وہ مانتا ہی نہیں۔ تو کوئی تعویذ لکھ دے، وہ آپنی دوڑ دوڑ آئے اور جمالے کے پاؤں پڑ جائے۔

ارشاد: ایسے ہی ہوگا انشاء اللہ!

طالعہاں: اچھا ایسے ہی ہوگا!

ارشاد: سارا زور تیری خواہش لگا رہی ہے بی بی! چلنا تو تیرا ہی زور ہے، میں نے تو صرف آگ کو تیلی دکھانی ہے۔ بتا تعویذ لکھوں کہ پانی دم کر دوں؟

طالعہاں: بس تعویذ ہی لکھ دے۔ پانی اسے کون پلانے جائے گا۔۔۔ اس چندری کو۔ جب تو نے دروازہ کھولا ہے ناں بیبا تو مجھے لگا تھا تیرے پیچھے کوئی روشنی کا لشکارا پڑا۔ گاؤں والوں نے مجھے بتایا تھا پیر تو وہ سچا ہے، پر اس نے کتے پال رکھے ہیں۔ کوئی اس تک اپڑ نہیں سکا۔ کا کا تیرے کتوں نے مجھے تو کچھ کہا ہی نہیں۔

ارشاد: یہی تو ساری بات ہے بی بی! صدق یقین والے کو کتے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھ بی بی! یہ تعویذ لے جا۔۔۔ اور اپنا اعتقاد پورا رکھ۔۔۔ ذرا ڈولی تو اس تعویذ نے بیکار ہو جاتا ہے۔ سو جتنی رہنا، بڑے گھڑے کا تعویذ ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ (بوڑھی پلے میں سے سوا روپیہ نکالتی ہے اور ارشاد کی طرف بڑھاتی ہے۔ کیمہ ہتھیلی کا کلوز اپ لیتا ہے۔ ارشاد بڑی عقیدت سے سوا روپیہ اٹھاتا ہے۔) شکریہ بی بی! کام ہو جائے تو بہو کو ضرور لاتا ہمارے ڈیرے پر۔

طالعہاں: لے تب میں تیرے لیے جوڑا لاؤں گی۔ چٹا کٹڑ لاؤں گی۔ اکیل۔۔۔ لال سالو۔۔۔ پھلیاں مکھانے!

(ارشاد کی ہتھیلی میں سوا روپیہ ہے۔ کیمہ اس پر کلوز اپ میں مرکوز ہوتا ہے۔ بلاسٹ کے ساتھ موسیقی چلتی ہے۔)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھنا اور میٹھا

کٹ

(بابا فرید، شیخ بہاؤ الدین زکریا، شاہ جمال ان درباروں کی تصویریں یوں دکھائی جائیں جیسے ایک دربار دوسرے دربار میں لپکتا جاتا ہے، ضم ہو رہا ہے۔ جس طرح کچھ ایڈورٹائزمنٹ میں چیزیں اڑ کر آتی ہیں اور سکرین پر پہلے ایج کو ہٹا کر چھائی جاتی ہے۔ مقبرے ایک دوسرے میں گم ہوتے، پھوڑتے، آگے پیچھے جاتے)

دائیں بائیں نکل جاتے نظر آنے چاہئیں۔ گیت من چلے گا سودا جاری رہتا ہے۔)

ڈزالو

سین 17 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد فوارے کے ساتھ پودوں کو پانی دے رہا ہے۔ پھر وہ ایک جگہ رک کر رہا اٹھالیتا ہے اور کیاری میں تلائی کرنے لگتا ہے۔)
کٹ

سین 18 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد چھوٹے سے باورچی خانے میں اپنا کھانا پکا رہا ہے۔ ہنڈیا بھونتا ہے اور اس میں سبزی ڈالتا ہے۔ رومال سے اپنا پسینہ پونچھتا ہے۔)
کٹ

سین 19 ان ڈور صبح کا وقت

(ارشاد نے ہوور لگا رکھا ہے اور وہ قالین صاف کر رہا ہے۔ ان تینوں سینوں میں اور پچھلے درباروں کے Visuals میں جاری رہتا ہے: تیرے من چلے گا سودا ہے یہ۔۔۔ کھٹا اور میٹھا۔ جس وقت ارشاد ہوور سے قالین صاف کرتا ہے، کبیر آتا ہے۔)

کبیر: یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ Menials کے کام خود کر رہے ہو۔۔۔ آخر اس انجام کو پہنچے! (ارشاد ہوور بند کرتا ہے۔)

ارشاد: آؤ بیٹھو! کچھ عقل کی باتیں ہمیں بھی سکھاؤ۔۔۔

کبیر: مجھے شرم آتی ہے اب تم ان کاموں کے قابل ہو گئے ہو۔۔۔ بالکل ہی تھرڈ ریٹ کام۔

ارشاد: کیا ہو گے کافی کہ چائے؟

کبیر: اگر تم کو خود کچھ بنانا ہے تو کچھ نہیں۔

ارشاد: کبیر خان! تم تو مغربی تہذیب کے سب سے بڑے عاشق ہو۔۔۔۔۔ ان کی ترقی کے دلدادہ ہو۔ تمہارا بس چلے تو پاکستان میں رہو ہی نہیں۔ پھر تم کو بھی اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے پر اعتراض ہے؟ وہاں تو ملازم نہیں ہوتے۔

کبیر: وہ ایک اور سیٹ اپ ہے وہاں کی بات اور ہے۔ یہاں کا معاشرہ مختلف ہے۔

ارشاد: میں اگر تمہیں کوئی حدیث سناؤں گا تو تم زچ ہو جاؤ گے۔ اگر میں تمہیں بتاؤں گا کہ اپنے عروج کے دنوں میں اپنے آقا کی پیروی میں ہم بھی اپنے ادنیٰ کام خود کیا کرتے تھے تو تم یکدم ناراض ہو کر چلے جاؤ گے لیکن جن سفید فام لوگوں کو تم آئیڈیل کرتے ہو وہ بھی تو محتاجوں کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ کبھی کسی عام گھر میں تم نے وہاں کوئی ملازم دیکھا ہے؟

کبیر: میں لیکچرز سننے نہیں آیا۔ میں اتنے لمبے لمبے سرمن نہیں سن سکتا۔ They bore me
جانتے ہو تمہارے ان واہیات لمبے لیکچروں کے بعد میں کیا کرتا ہوں؟

ارشاد: کیا کرتے ہو؟

کبیر: چھوڑو اس بکواس کو! شکار پر چلو گے؟

ارشاد: نہیں!

کبیر: میرے گھر میں مجرا ہے دل بہار کا آج رات؟

ارشاد: جو خود رقص کر سکتا ہو دل بہار کا مجرا نہیں دیکھا کرتا۔ اس وقت میں مجسم رقص ہوں

کبیر خان اور تم نہیں جانتے یہ رقص کیسا ہے! تم اس کے نشے اور کیفیت سے نا آشنا ہو۔ تم نہیں جانتے کبیر خان! ایک نشہ اور بھی ہے جو اترتا نہیں۔۔۔۔۔ ایک بہار ایسی بھی ہے جو خزاں سے آشنا نہیں۔۔۔۔۔ ایک راحت ایسی ہے جو خوشی کی طرح ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ ہر مقام پر ہر لمحہ اور ہر گھڑی راحت ہی رہتی ہے۔ میں جسم کی لذتوں سے گزر کر ایک اور لذت کی وادی میں گھر گیا ہوں۔ میرے لیے اور رقص ہے اور جھومر ہے۔۔۔۔۔ پیش مجرا ہے!

(کسی چھوٹی سی ٹرولی پر جو کبیرے میں نظر نہ آئے اس پر ارشاد کو کھڑا کیجئے پھر اسے دائرے کی شکل میں کبیر خان کے گرد گھمائیے ایسے کہ کبیر خان مرکز میں رہے۔ ایسے میں سارا ڈانسیلا گ ادا کیجئے۔ جب یہ ڈانسیلا گ ختم ہو جاتا ہے ارشاد دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دائرے میں گھومنے لگتا ہے اور اس پر قوالی فیذا ان ہوتی ہے۔)

سربازار می رقصم

ڈزالو

(ڈاچی، اونٹ کا سایہ، گھنگھرو کی آواز، لوک ڈانس کے مختلف شاٹ، گرتا ہوا
آبشاری پانی۔۔۔۔۔ ان تمام مناظر پر بھی قوالی ”می رقصم“ جاری رہتی ہے۔)
کٹ

سین 20 ان ڈور سہ پہر کا وقت

(پروفیسر عائشہ اور ارشاد لیبارٹری میں بیٹھے ہیں۔)

عائشہ: آج سے سال بھر پہلے مومنہ وظیفہ پڑھا کرتی تھی۔۔۔۔۔ دعائیں مانگتی تھی کہ عدیل اسے
سعودیہ بلا لے! اب وہ سنتی ہی نہیں۔ میں اصرار کرتی ہوں تو رونے لگتی ہے۔ وہ عدیل
کے پاس جانا ہی نہیں چاہتی۔

ارشاد: لیکن آپ کیا چاہتی ہیں بیگم صاحبہ؟

عائشہ: میں نے مانا عدیل نے زیادتی کی، مومنہ کو چھوڑ گیا لیکن اب اس کی معافیوں کے خط
آ رہے ہیں۔ وہ مومنہ کو بسانا چاہتا ہے۔ ارشاد صاحب! مجھے تو پہلے بڑی مشکل سے
عدیل کا رشتہ ملا تھا اب کہاں سے اور ڈھونڈ لوں گی!

ارشاد: آپ پریشان نہ ہوں!

عائشہ: میں نے اپنی تو جیسی تیمی گزاری لی اب اس جوان جہان کے دکھ کیسے دیکھوں۔۔۔۔۔ ارشاد
صاحب! یہ اولاد ماں باپ کو اتنا دکھ کیوں دیتی ہے؟ بڑھاپے میں اتنی بڑی آزمائش اتنا
بڑا امتحان کیوں بن جاتی ہے؟

ارشاد: (مسکرا کر) آپ جواب کی سختی سے پریشان تو نہیں ہو جائیں گی؟

عائشہ: بالکل نہیں!

ارشاد: اصل وجہ والدین ہیں پروفیسر صاحب! وہ اولاد کو نہ تو مقدور بھر سزا تک پہنچنے دیتے

ہیں نہ ہی رحمت کی جزا حاصل کرنے دیتے ہیں۔ وہ ہر وقت اولاد کے لیے تجویزیں ہی

کرتے رہتے ہیں۔ جب والدین ہی اللہ کی رحمت سے اس کے کرم سے۔۔۔۔۔ اس کے

فہل سے مایوس ہوں تو اولاد امتحان کیوں نہ بنے۔۔۔۔۔ آزمائش کا باعث کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔

مومنہ آپ کو آٹھ آٹھ آنسو کیوں نہ رلائے۔۔۔۔
(کیمرہ پر و فیسر کے چہرے پر آتا ہے)
کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور رات کا پچھلا پہر

(ایک جیپ میں ندیم ارشاد کے گھر کے پاس آتا ہے۔ جیپ سے اترتا ہے۔)
کٹ

سین 22 آؤٹ ڈور کچھ لمحے بعد

(ندیم کو بھٹی کی دیوار پر چڑھتا ہے۔ Beware of Dogs کا بورڈ نظر آتا ہے۔ کتے کے
بھونکنے کی آواز آتی ہے۔ کتا نیچے لان میں بھونکتا ہوا چکر لگاتا ہے۔ ندیم پستول سے کتے
کا نشانہ بناتا ہے۔ فائر کرتا ہے۔ کتا گرتا ہے۔)
(کٹ)

سین 23 ان ڈور گہری رات

(ارشاد جائے نماز پر بیٹھا ہے۔ کمرے سے آہستہ آہستہ ذکر کی آواز آرہی ہے۔
کیمرہ دروازے پر جاتا ہے جس میں ندیم اندر آنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذکر بند
ہوتا ہے۔ ارشاد ویسے ہی آنکھیں موندھے بیٹھا ہے۔)
ارشاد: آجائے! اس گھر کا کوئی دروازہ مقفل نہیں ہے۔ (ندیم اندر آتا ہے۔) بیٹھے۔ خوش
آمدید۔۔۔۔

ندیم: مجھے افسوس ہے مجھے آپ کا کتا مارنا پڑا۔

ارشاد: مجھے بھی افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ زحمت کی۔ میرا کتا بڑا مہمان نواز تھا۔ اگر آپ
دروازہ کھول کر آجاتے تو وہ آپ کو دیکھ کر ہی چپ ہو جاتا۔ بیٹھ جائیے۔
(ندیم اس کے پاس ہی جائے نماز کے قریب قالین پر بیٹھ جاتا ہے۔)

ندیم: (بہت آہستہ) ناک نقشہ تو وہی ہے۔ اتنی ہی لمبی ڈاڑھی بھی اس نے بتائی تھی۔

ارشاد: آپ کو کسی قسم کا تردد ہے؟

ندیم: میں دو ایک دن آپ کے گھر میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔

ارشاد: پناہ کے لیے گھر کی نہیں، دل کی شرط ہوتی ہے۔

ندیم: آپ مجھے رکھ لیں گے؟

ارشاد: تو کیا آپ کو کوئی شبہ ہے؟ جہاں جی چاہتا ہے پڑ رہے۔

ندیم: دیکھئے۔۔۔۔ ابھی کوئی پون گھنٹہ پہلے میں نے پولیس مقابلے میں ایک سپاہی کو قتل کر دیا

ہے۔

ارشاد: جی۔۔۔۔ پھر؟

ندیم: میں اشتہاری ملزم ہوں۔ (جیسے اپنے آپ سے) لب دلچہ بھی وہی ہے۔

ارشاد: آپ اس وقت میرے مہمان ہیں۔

ندیم: پولیس میری تلاش میں سرگرداں ہے۔

ارشاد: وہ ان کا فرض ہے۔

ندیم: دو دن ہوئے مجھے میرے دوست نے آپ کا ٹھکانہ بتایا تھا۔

ارشاد: آپ کے دوست کا شکریہ!

ندیم: اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں کسی قسم کی مصیبت میں پھنس جاؤں تو مجھے آپ کے گھر میں پناہ مل جائے گی۔

ارشاد: بالکل ٹھیک کہا تھا تمہارے دوست نے۔

ندیم: آپ۔۔۔۔ آپ شراب کشید کرتے ہیں ناں اس کو ٹھی میں۔۔۔۔ اور اسے سہل کرتے

ہیں بارڈر پار؟ اس لیبارٹری میں۔۔۔۔

ارشاد: جی جاؤ گے!

(ندیم اٹھ کر پوری روشنی کرتا ہے۔ دریں اثنا ارشاد اٹھ کر صوفے پر بیٹھتا ہے۔)

ارشاد: یہاں آؤ! صوفے پر بیٹھو (ندیم پاس جاتا ہے) اور میری طرف دیکھو۔ (ندیم ویسے ہی

کرتا ہے۔) تمہیں کیا نظر آتا ہے؟

ندیم: ٹھیک کہتا تھا میرا دوست۔ آپ شراب کشید کرتے ہیں اور بارڈر پار سہل کرتے ہیں۔

یہ ڈاڑھی آپ نے Camouflage کے طور پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ جائے نماز آپ کی

ذہال ہے۔ اندر سے آپ کے کاروبار اور ہیں۔

ارشاد:

تمہیں میرے چہرے میں یہی کچھ نظر آیا ہے؟

ندیم:

اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ مجھے درست کر سکتے ہیں لیکن مجھے تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔

مجھے تو اپنے دوست کی رائے سے کلی اتفاق ہے۔ میں اعتماد اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ

آپ کے دھندے ہمارے جیسے ہی ہیں۔

ارشاد:

کیا میں تمہارا نام جان سکتا ہوں؟

ندیم:

ندیم!

ارشاد:

دیکھو ندیم۔۔۔۔۔ جو کچھ تم نے میرے متعلق رائے قائم کی ہے اس رائے کو ثابت کرنے

کے لیے تمہارے پاس کوئی ثبوت تو ہے نہیں۔

ندیم:

ثبوت تو نہیں ہے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے۔

ارشاد:

آہا! دل گواہی دیتا ہے 'ٹھیک'۔۔۔۔۔ تمہارے اندر کی آواز کہتی ہے 'بالکل ٹھیک' ہے۔ یاد

رکھو میرے ندیم! اس دنیا میں محبت کا کاروبار۔۔۔۔۔ رائے کا تعین۔۔۔۔۔ اعتماد کا ثبوت

صرف خیال کی زد میں ہے۔ ڈاکو کی ماں اس خیال کے ستون سے بندھی ہے کہ اس کا بچہ

ڈاکو نہیں ہے۔ تم اس کو آرے سے چیر دو وہ تسلیم ہی نہ کرے گی کہ اس کا بچہ ڈاکو ہے۔

جس عاشق کی محبوبہ بے وفا ہے۔۔۔۔۔ لیکن عاشق اس کی وفا کے خیال میں پرویا ہوا ہے وہ

اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں کرتا۔ انسان اپنے ایمان، اپنے اعتماد، اپنے اعتقاد کی کشتی میں

سفر کرتا ہے ندیم۔۔۔۔۔ اور اس کی کشتی اس کے یقین کے بادبان سے چلتی ہے۔

ندیم:

مجھے اس نے یہ بھی کہا کہ دن کے وقت وہ آدمی تعویذ گنڈے دیتا ہے۔ گاؤں کے لوگ

اسے پیر سمجھتے ہیں۔ کیا آپ اصلی پیر ہیں؟

ارشاد:

کوئی اصلی پیر نہیں ہوتا ندیم۔۔۔۔۔ مرید کا کھانا ایڈوسکوپ اس پر جو روشنی ڈالتا ہے وہ وہی

رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

ندیم:

آپ کون ہیں؟

ارشاد:

تمہارے لیے میں وہی ہوں جو تم سمجھتے ہو۔ میری حقیقت وہی ہے جو تمہارا گمان ہے۔

ندیم:

میں ٹھیک جگہ آگیا ہوں۔ اب مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پولیس کے حوالے نہیں

کریں گے۔

ارشاد:

اس یقین کی کیا وجہ؟

ندیم:

ہم دونوں قانون کے مجرم ہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ

دیں۔

ارشاد: میری طرف غور سے دیکھو ندیم۔۔۔۔ میں کون ہوں؟

ندیم: آپ مجھے تکیہ دے دیں، میں بہت تھکا ہوا ہوں۔

(ارشاد اسے پلنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ اوندھا پلنگ پر لیٹتا ہے۔ ارشاد جائے نماز پر بیٹھتا ہے، پھر اٹھتا ہے۔ ندیم کے پاس جاتا ہے۔ اسے جگاتا ہے۔)

ارشاد: ندیم سونے سے چند لمحے پہلے۔۔۔۔ اس ادھیڑ بن سے نکل کر کہ میں کون ہوں، کیا

ہوں۔۔۔۔ یہ ضرور سوچنا کہ تم خود کون ہو۔۔۔۔ اور جب تم کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ۔۔۔۔ تو

اپنے وجود کو اپنی سزا میں دینے سے پہلے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دینا

۔۔۔۔ قانون کی سزا تمہاری اپنی سزا کے عذاب سے کمتر ہوگی۔۔۔۔ اپنے وجود کی سزا کو آج

تک بہادر سے بہادر انسان بھی برداشت نہیں کر سکا۔ اس کی سختی اور سخت دلی سے بچنا!

(ندیم مسکرا کر اس کی جانب دیکھتا ہے اور پھر سر تکیے پر رکھ کر سو جاتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

قسط نمبر 8

کردار

ارشاد	:	ہیرو
سلمیٰ	:	ریسرچ آفیسر۔ متجسس ذہن کی مالک
نائیلہ	:	لیبارٹری اسٹنٹ۔ حساس لڑکی
شبانہ	:	ارشاد کی کزن
عمیر	:	شبانہ کا شوہر۔ شکی مزاج
رضا	:	عمیر کا بیٹا۔ عمرچھ سال
عامر	:	خوبصورت ریسرچ آفیسر۔ سلمیٰ سے محبت کرنے والا

سپین 1

(سلمیٰ دفتر میں بیٹھی ہے۔ اس کے چہرے پر اضطراب ہے۔ وہ فون کان پر لگائے گویا بت بنی ہوئی ہے۔)

سکھائی: (قرباً چیخ کر) نہیں! نہیں! یہ نہیں ہو سکتا آنٹی جی۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔۔۔ جی۔۔۔
آپ ہوش میں ہیں؟ نہیں ہو سکتا یہ۔۔۔

(یکدم جیسے وہ کچھ کر گزرنا چاہتی ہے۔ دفتر کی بڑی کھڑکی کی طرف دیکھتی ہے۔
بڑی کھڑکی کا شیشہ کڑکڑ کے ٹوٹا ہے۔)

آنٹی جی۔۔۔ مجھے لگتا ہے یہاں ابھی بجلی گری ہے۔ جی میں آتی ہوں جی ابھی۔۔۔ جی
بھاگ کر۔۔۔ بالکل ایک منٹ میں آنٹی جی۔۔۔ جو بھی سواری ملی۔۔۔ جی۔۔۔ ابھی
جی۔۔۔

(سلمی پناخ چونکا دھرتی ہے۔ چھت کو دیکھتی ہے۔ اس کے پوائنٹ آف ویو سے لگتا ہے جیسے چھت نیچے کی طرف آرہی ہے۔)

کٹ

سہ ماہی 2

(سہلی برآمدے میں بھاگتی آتی ہے اور سیڑھیاں اترتی چلی جاتی ہے۔ عقب میں یہ گیت جاری ہوتا ہے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا
کنجشہ کی سی ہاٹ ہے دنیا جنس ہے ساری انکشی
میٹھی چاہے میٹھی لے کھنی چاہے کھنی

تیرے من چلے کا سودا - - - - -
(سٹنی تقریباً چارپانچ منزلوں کی سیڑھیاں اترتی جاتی ہے۔ یکدم تصویر شل ہوتی ہے۔ کیمرہ سٹنی کے چہرے کو فوکس میں لیتا ہے۔ وہ بڑے اضطراب سے چلا کر کہتی ہے۔)

سلمی:

نہیں نہیں۔۔۔۔۔ ایسے نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ نہیں ہو سکتا ایسے۔

(تیز تیز نیچے اترتی ہے۔ سلمیٰ کے پوائنٹ آف ویو سے صرف سیڑھیاں دکھائی جاتی ہیں۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(فٹ پاتھ پر سلمیٰ بھاگی جا رہی ہے۔ اس نے جو گرز پہنے ہوئے ہیں اور وہ پوری رفتار سے بھاگتی ہے۔ اس کے بال ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ اسے اپنی رتی بھر پروا نہیں ہے۔ قریب سے ٹریفک گزر رہی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ ایک رکشہ گزرتا ہے۔ سلمیٰ یکدم رکتی ہے ہاتھ ہلاتی ہے۔ تصویر شل ہوتی ہے۔ گانا رکتا ہے۔)

سلمی: رکنا۔۔۔۔۔ رکشہ۔۔۔۔۔ رکشہ۔۔۔۔۔

(رکشہ نہیں رکتا۔۔۔۔۔ وہ پھر بھاگتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور وہی وقت

(وہی سماں وہی تسلسل۔۔۔۔۔ سلمیٰ اتار کلی جیسے بازار میں تیز رفتاری سے کبھی چلتی کبھی بھاگتی جا رہی ہے۔ وہ ایک آدمی سے ٹکراتی ہے اور آہستہ سے کہتی ہے۔)

سوری!

سلمی:

(سوری سے پہلے گیت بند ہوتا ہے اور سوری کے بعد کچھ لمحوں کے لیے سلمیٰ اور اس آدمی کا ٹکراؤ شل ہو جاتا ہے۔ جب وہ سوری کہہ کر بھاگتی ہے تو گیت جاری ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(ایک سنسان گلی جس میں دونوں جانب مکان اس قدر قریب ہیں کہ آسمان گویا نظر نہیں آتا۔ سلمیٰ اس گلی میں بھاگتی جاتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔)

کٹ

سین 6 ان ڈور دن

(اندر ون شہر کا ایک کمرہ۔ سلمیٰ آتی ہے۔ دروازہ پٹاخ سے کھولتی ہے۔ گیت بند ہوتا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ کیمرا سلمیٰ کے پوائنٹ آف ویو سے کمرے کو دکھاتا ہے۔ کمرے میں دیواروں کے ساتھ ساتھ مختلف عمروں کے مرد کھڑے ہیں۔ فرش پر ان گنت عورتیں اور بچے سو گوار بیٹھے ہیں۔ سلمیٰ ان سب میں جگہ بناتی آگے بڑھتی ہے۔ چارپائی پر تائیلہ مردہ پڑی ہے۔ وہ انتہائی خوفزدگی کے عالم میں دوبارہ سارے کمرے میں کھڑے اور بیٹھے لوگوں کو دیکھتی ہے اور پھر چارپائی کے سرہانے بیٹھی عورت کو دیکھ کر بہت آہستہ جیسے اپنے آپ سے کہتی ہے۔)

سلمیٰ: تو چلی گئی۔۔۔۔۔ چلی گئی پھر۔۔۔۔۔ فیصلہ کر لیا تو نے؟

(تصویر یکدم شل ہوتی ہے اور یہاں سے ڈزالو ہوتی ہے۔ تصویر دوبارہ دفتر میں پہنچتی ہے۔)

ڈزالو

سین 7 ان ڈور دن

(سلمیٰ فون کر رہی ہے۔ تائیلہ قریب بیٹھی تنگ کر رہی ہے۔ کبھی کبھی دوچوٹے پر ہاتھ رکھ کر تائیلہ سے بات کرتی ہے۔ دونوں ہاتھ کے اشارے سے ایک دوسرے کو بتاتی ہیں کہ کیا مصیبت ہے کس وقت فون آگیا ہے۔ یہ کٹ میں ٹیکند کا ہوگا۔)

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور دن

(دونوں سہیلیاں پرس لٹکائے ہاتھ پکڑے بیٹھیاں اتر رہی ہیں۔ دونوں گرجوشی سے باتیں کر رہی ہیں۔ تھوڑا راستہ اترنے کے بعد وہ لڑنے کے انداز میں رکتی ہیں۔ پھر ٹائیل ہاتھ جوڑتی ہے جیسے معافی مانگ رہی ہو۔ پھر بیٹھیاں اترنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(سلمیٰ اور ٹائیل دونوں بازار میں جا رہی ہیں۔ پھر دونوں اپنا اپنا پرس کھولتی ہیں۔ سلمیٰ ٹائیل کو کچھ پیسے دیتی ہے۔ دونوں دکان کے اندر گھسکتی ہیں۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور شام کا وقت

(اندرون شہر کا گھر۔ سلمیٰ پلنگ پر بیٹھی ہے۔ اس کے سامنے ان گنت لفافے پڑے ہیں۔ پاس ٹائیل کرسی پر ہے لیکن اس کے پاؤں پلنگ پر ہیں۔ سلمیٰ کی توجہ اس شاپنگ پر ہے جو ابھی ابھی وہ کر کے آئی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک دوپٹہ اور کناری ہے جسے وہ لگا کر دیکھ رہی ہے کہ کیسا مفلک آتا ہے۔)

دیکھ یہ کناری ساری باہر رکھوں کہ تھوڑی باہر تھوڑی نیچے؟

میں کیا کہوں کر رہی ہوں۔۔۔ اور تجھے اپنی کناری کی پڑی ہے۔

تیری کہوں تو تین سال سے جاری ہے اس نے تو ختم ہوتا ہی نہیں۔

یہ ہمدردی ہے تجھے میرے ساتھ ایسے ہمدردی ہے تیری!!

ٹائیل! تجھے ایک دن فیکس کو اکاؤنٹ کرنا پڑے گا۔۔۔ حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

میں کر رہی میں اکاؤنٹ؟

سلمیٰ:

ٹائیل:

سلمیٰ:

ٹائیل:

سلمیٰ:

ٹائیل:

سلمیٰ: نہیں۔۔۔ بالکل نہیں!

نائیلہ: اچھا تو پھر؟

سلمیٰ: بھئی بات یہ ہے گدھی بیگم کہ فیصلہ تم کو کرنا ہوگا۔۔۔ اور تم کرو گی۔۔۔ لیکن اللہ نے تمہیں ایسی کھوپڑی دی ہے کہ تم ضرور غلط فیصلہ کرو گی انشاء اللہ۔

نائیلہ: کیوں؟

سلمیٰ: چلو تم اس کی بیوی کو پڑی رہنے دو۔ تم باسط سے شادی کر لو۔ اس کی یہ آفر ہے؟

نائیلہ: ہاں ہے تو لیکن۔۔۔ آفر سے کیا ہوتا ہے۔

سلمیٰ: اچھا بیٹا۔۔۔ اگر اس سے شادی نہیں کرنا تو ایک بار ہمت کر کے بچے دل کے ساتھ اسے چھوڑ دو۔

نائیلہ: کوشش کر چکی ہوں سلمیٰ۔۔۔ کئی بار تو کی ہے کوشش تیرے سامنے۔۔۔ لیکن کیا کروں دنیا گول ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں مل جاتا ہے، گھومتا پھرتا۔

سلمیٰ: اچھا چھوڑ دفع کر۔ یہ بتا یہ پرنٹڈ شلوار بنواؤں اور قمیض پلین رکھوں کہ۔۔۔ شلوار سادہ اور پرنٹڈ قمیض؟

(نائیلہ گود میں رکھے شاپر کو سلمیٰ کے منہ پر مارتی ہے۔)

کٹ

سین 11 آٹ ڈور شام کا وقت

(ٹرین کی پٹری پر دونوں سہیلیاں ساتھ ساتھ چلی جا رہی ہیں۔)

سلمیٰ: تو کسی قابل نہیں نائیلہ! ایسی متذبذب ڈبل مائنڈڈ فول ہے تو تو۔ پتہ نہیں میں نے کیوں دوستی کر لی تیرے ساتھ۔

نائیلہ: لیکن میں اس کی بیوی کو کیسے طلاق دلا دوں۔۔۔ تین بچے ہیں اس کے۔

سلمیٰ: پھر چھوڑ باسط کا خیال۔۔۔ دفع کر!

نائیلہ: کیسے چھوڑ دوں سلمیٰ!

جیسے ساری دنیا چھوڑتی ہے، جیسے سب کرتے ہیں۔

بھجے کوئی حل بتا سلمیٰ۔۔۔ صاف صاف 'سیدھا سیدھا'!

چلا چلا کر تو نے میری ٹانگیں تھکا دی ہیں۔ بول بول کے میں رہ گئی ہوں۔ ابھی میں نے

حل ہی نہیں بتایا تھے!

لیکن سلمیٰ میں کیا کروں؟

نائیلہ:
سلمیٰ:

بھاڑ میں جا۔۔۔۔۔ کھوہ میں گر۔۔۔۔۔ برباد ہو۔۔۔۔۔ مر جا۔ یہی آخری حل ہے تیرا۔

کٹ

سین 12

ان ڈور دن

(ایک ہوٹل کا چھوٹا سا کونہ۔۔۔ سلمیٰ اور نائیلہ دونوں کوئی مشروب پی رہی ہیں۔)

(دانت پیس کر) تو چھوڑ دے باسط کو! وہ مکار اپنی بیوی کا ہے۔

(سر ہلا کر) نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ میں کئی بار ٹرائی کر چکی ہوں۔ نہیں چھوٹا وہ مجھ سے۔

تو پھر شادی کر لے اس لم ڈھینگ سے اور طلاق دلا اس کی ماسی کو۔

اس کے بچے ہیں سلمیٰ! طلاق کیونکر ہو سکتی ہے۔

تو چھوڑ دے الو کے چرے کو۔۔۔۔۔ اور شادی کرالے فوراً غفار صاحب سے۔

میں مر جاؤں گی سلمیٰ!

تو مر۔۔۔۔۔ دیر کیوں لگا رہی ہے۔۔۔۔۔ اتنے لوگوں کی جان کو آفت میں ڈال رکھا ہے۔ مر

کے بھی نہیں دکھاتی۔

میں مر جاؤں سلمیٰ؟

اور بابا جن کو مرنا ہوتا ہے وہ پوچھ کر مرتے ہیں 'ون زیر و سیون سے۔۔۔۔۔ مر' سیلا مکا۔

اس کی بیوی دیگ دے گی شکرانے کی۔

(کیمرو اس کے چہرے پر جاتا ہے 'وہ بہت آہستہ آہستہ کہتی ہے) تو کیا واقعی میں مر

جاؤں۔۔۔۔۔ مر جاؤں میں۔۔۔۔۔ کل جاؤں اس مصیبت سے۔

کٹ

سین 13

ان ڈور دن

(ارشاد کی تجربہ گاہ ایک ریٹارٹ میں پانی کھول رہا ہے۔ ارشاد کھڑکی کے

سامنے کھڑا ہے۔ اس کے چہرے پر طمانیت اور خوشی ہے۔ سلمیٰ سر کو دونوں

ہاتھوں سے تھامے آگے پیچھے جھول رہی ہے اور انتہائی اضطراب میں ہے۔
 سلمیٰ: میں نے اسے مارا ہے سر میں نے۔۔۔۔۔ وہ جب کہتی تھی۔۔۔۔۔ جب کہتی تھی میں مر جاؤں
 تو میں کبھی اسے منع نہیں کرتی تھی۔۔۔۔۔ روکتی نہیں تھی۔۔۔۔۔ بلکہ غصے میں جو بکواس میں
 کرتی تھی نائیلہ اسے سچ مان لیتی تھی اور یہ اس کا نتیجہ ہے۔

ارشاد: (پاس جاتے ہوئے) سلمیٰ! کیا تمہاری یہ نیت تھی کہ وہ مر جائے؟
 سلمیٰ: میری نیت۔۔۔۔۔؟ میں اپنی نائیلہ کے لیے کبھی ایسا سوچ سکتی تھی ارشاد صاحب۔۔۔۔۔ میری
 نیت تھی وہ مر جائے؟ میری۔۔۔۔۔ اوہ خدا یا میری؟

ارشاد: اگر تمہاری نیت نہیں تھی تو پھر تم مجرم بھی نہیں ہو۔ اعمال کے نیک و بد کا انحصار نیت
 پر ہے۔ ویسے اگر تم احساسِ جرم کے ساتھ مطمئن رہ سکتی ہو تو میں تمہیں روکتا بھی
 نہیں۔

سلمیٰ: آپ کی باتوں سے میری تسلی نہیں ہو رہی سر! میں نے اپنی نائیلہ کو مار دیا۔۔۔۔۔ اپنی نائیلہ
 کو سر۔۔۔۔۔ ہم چوتھی جماعت سے ساتھ تھیں۔

ارشاد: ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ایسے ہی سہی (قریب آتے ہوئے) ہر انسان کو فیصلے کا اختیار ہے لیکن
 ضروری نہیں کہ ہر انسان درست فیصلہ بھی کرے۔

(بہت قریب آکر)

کیا تم اپنے گلے کی چھین مجھے دے سکتی ہو سلمیٰ؟

سلمیٰ: جی ضرور! بلکہ میں تو بہت ہی خوش ہوں کہ آپ نے زندگی میں مجھ سے کچھ مانگا۔
 (چھین اتارتی ہے۔ کیمرہ اسے کلوں میں ٹریٹ کرتا ہے۔)

جی لہجے۔

(اب ارشاد واپس کھڑکی کی جانب لوٹ جاتا ہے اور چھین سے کھیل بھی رہا ہے۔)

ارشاد: یہ تمہاری چھین ہے سلمیٰ؟

سلمیٰ: جی بالکل میری ہے۔

ارشاد: اوہ آؤ میری طرف!

(سلمیٰ ایسے چلتی ہے جیسے چھینا تڑپا ہو چکی ہو۔)

ارشاد: یہ میری طرف سے تحفہ قبول کرو اور اسے میری یادگار سمجھو۔ یہ چھین میں نے ایک
 عرصہ سے تمہارے لیے سنبھال کر رکھی تھی۔ یہ میرا تحفہ ہے۔۔۔۔۔ نذرانہ ہے جو میں اپنی
 خوشی کے حصے میں دے رہا ہوں۔

- سلمی: سر آئی ایم سوری یہ تو میری چھین ہے۔۔۔۔ میری ذاتی۔
- ارشاد: بالکل۔۔۔۔ یہی کچھ تمہاری نائیلہ نے کیا اپنے اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی چیز۔۔۔۔ اللہ کی امانت اپنی سمجھ کر اپنی مرضی سے اسے لوٹا دی، ضائع کر دی۔ پوچھے بغیر۔۔۔۔ اجازت طلب کیے بغیر۔ یہ کیا کیا نائیلہ نے!
- سلمی: لیکن وہ کیا کرتی سر؟
- ارشاد: سلمیٰ بی بی! جان تو اس کی دی ہوئی تھی۔ خدا کا عطیہ تھی۔ نائیلہ نے اپنی مرضی سے بیگانی چیز کیوں استعمال کی بھلا؟
- سلمی: لیکن انسان کے پاس اپنی جان سے زیادہ قیمتی شے اور کون سی ہو سکتی ہے سر۔۔۔۔ وہ اس نے اپنی محبت پر قربان کر دی۔
- ارشاد: ہے ایک اور چیز! خالص انسان کی اپنی۔۔۔۔ ذاتی۔۔۔۔ وہ قربان کر سکتا ہے۔۔۔۔ پنچا اور کر سکتا ہے۔۔۔۔ اس پر اس کا اختیار ہے۔ خالص۔۔۔۔
- سلمی: وہ کون سی چیز ہے سر۔۔۔۔ خالص اس کی اپنی؟ انسان تو بے بس ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کا اپنا۔۔۔۔
- ارشاد: ہے ایک چیز اس کی اپنی ذاتی۔۔۔۔۔ His own personal Property اور وہ ہے اس کا اپنا ارادہ۔۔۔۔ اپنی Will۔۔۔۔ اپنی مرضی۔۔۔۔ اپنا تہیہ۔ وہ اپنی Will کو سرنڈر کر سکتا ہے اپنے محبوب کے سامنے۔ اپنے ارادے کو قربان کر سکتا ہے اس کی چوکھٹ پر۔ اپنی خواہش پر ٹوکرہ اوندھامار کے رکھ سکتا ہے اپنے خدا کے روبرو اپنے آئیڈیل کے حضور۔ لیکن کسی اور کی امانت قربان نہیں کر سکتا۔ تمہاری نائیلہ کو اپنی جان پنچا اور کرنے کا کوئی حق نہیں تھا اپنی Will البتہ سرنڈر کر سکتی تھی۔
- (ارشاد کھڑکی کی طرف دیکھتا ہے۔ میز پر ریٹارٹ میں پانی بدستور ابل رہا ہے۔
- ارشاد اس کے پاس جاتا ہے اور اوور آل کی جیب سے کاپی نکالتا ہے۔)
- کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(دو تین پیارے پیارے بچے دوار کے ساتھ دھوپ میں کھڑے ہیں۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں مہذب شیشہ ہے اور وہ ایک کافڈ کو ہلانے کی کوشش میں

ہے۔ کاغذ سے آہستہ آہستہ دھواں نکلتا ہے، پھر بھک سے آگ جل اٹھتی ہے۔
یہ منظر ڈالو کرتا ہے اور ہم واپس ارشاد اور سلمیٰ کی تجربہ گاہ میں آتے ہیں۔
ڈالو

سین 15 ان ڈور وہی وقت

(ارشاد میز کے اوپر بیٹھا ہے اور ٹانگیں ہلا رہا ہے۔ سلمیٰ فرش پر بیٹھی ہے اور اپنے گھٹنے پر ہولے ہولے مکے مار رہی ہے۔)

ارشاد: تم نے دیکھا ہوگا سلمیٰ کہ لوگ ساری عمر چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے پیچھے، چھوٹی چھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کی حضوری میں دوڑتے رہتے ہیں، دوڑتے رہتے ہیں اور ان کی قوت ارادہ ضائع ہوتی رہتی ہے۔ اس میں ارتکاز پیدا نہیں ہوتا۔ فوکس نہیں کر سکتے کسی بڑے کام کے لیے۔۔۔ کسی مسلک کے لیے۔ ان کا ارادہ کافی نہیں ہوتا۔

سلمی: میں آپ کی بات سمجھی نہیں سر!

ارشاد: سورج جب سارے میں چمکنے لگتا ہے تو بڑی روشنی ہوتی ہے۔۔۔ دن چڑھ آتا ہے، دھوپ پھیلتی ہے، حدت ہوتی ہے، تپش ہوتی ہے لیکن یہ پھیلی ہوئی گرمی جلاتی نہیں، آگ نہیں لگاتی۔ اور جب یہ روشنی، یہ دھوپ ایک نقطے پر مرکوز ہوتی ہے تو آگ لگتی ہے، کاغذ جل اٹھتا ہے۔۔۔ اصل میں سارا راز ایک نقطے پر مرکوز ہونے میں ہے سلمیٰ۔۔۔ خواہش ہو، ارادہ ہو، دعا ہو، یہ ساری ہماری Will کی صورتیں ہیں۔۔۔ نیم رضا۔۔۔ نیم گرم۔۔۔ نیم جان۔۔۔ ارادے کی صورت۔ لیکن جب تک ہمارے ارادے کی تپش کسی مرکز پر فوکس نہیں ہوتی، وہ جلا نہیں سکے گی، بھڑک نہیں سکے گی۔

سلمی: یہی مشکل مشکل باتیں کر رہے ہیں سر آپ!

ارشاد: تمہاری سہیلی کو ایک بڑا چالس ملا تھا۔ اس کی ساری Will ہو شیار ہو گئی تھی، گوش بر آواز۔۔۔ بس اسے پیش کرتا باقی رہ گیا تھا۔ اس کی رو بکاری ہونے والی تھی کہ وہ پاش پاش ہو گئی۔۔۔ اور میں بال بال نک گیا۔

(حیرانی سے) آپ بال بال نک گئے!

سلمی: میں نک گیا۔۔۔ بال بال نک گیا۔ میری ذات کے مصدب شے نے میرے دل کو فوکس

کر کے چاروں طرف روشنی کر دی۔۔۔۔ ہر طرف چاٹنا ہو گیا۔
کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور دن

(ایک خوبصورت کوٹھی کے لان میں کیمرو ایسی جگہ رکھے کہ چھت پر لگا ہوا۔
اٹینا اور نیچے ایک خوبصورت کھلی کھڑکی نظر آ سکے۔ چھت پر ارشاد اٹینا ہلا رہا
ہے۔ نیچے کھڑکی میں شبانہ ایک پاؤں کھڑکی کی چوکھٹ پر دھرے اور پردے کو
ہاتھ سے پکڑے آدھا دھڑ باہر نکالے کھڑکی ہے۔ وہ بار بار اندر دیکھتی ہے۔
جب امیج ٹھیک نہیں آتا تو وہ چلا کر بولتی ہے۔)

شبانہ: امیج خراب ہو گیا ارشاد بھائی۔۔۔۔ بس بس ٹھیک ہے اب۔۔۔۔ لکیریں آرہی ہیں۔۔۔۔
ذرا سنبھل کے درخت کی طرف موڑیے۔۔۔۔ پھر امیج خراب ہو گیا جی۔۔۔۔ موڑیے
اور موڑیے۔۔۔۔ گھمائیے۔۔۔۔ رنگ نہیں آرہے۔۔۔۔ جی ٹھیک ہے بس۔۔۔۔ بس بالکل
نہ ہلا میں بالکل سچ نہ کریں۔ اتر آئیں آجائیں۔ بالکل ٹھیک ہو گیا۔
(سارا وقت دونوں کردار نظر آتے ہیں۔ آخر میں کیمرو ارشاد پر فوکس ہوتا
ہے۔ وہ مسکرا کر ناچنے کا پوز بناتا ہے۔)
کٹ

سین 17 ان ڈور شام کا وقت

(کمرے کے اندر کیمرو ٹیلی ویژن پر جاتا ہے جس پر تصویر خانم گارہی ہے۔ یکدم
پھر لکیریں آنے لگتی ہیں۔ کیمرو مڑ کر دکھاتا ہے۔ شبانہ اور اس کا شوہر بیٹھے
جائے پی رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ٹیلی ویژن بھی دیکھ رہے ہیں۔ قالین پر شبانہ کا
پانچ چھ سال کا بیٹا ڈرائنگ کر رہا ہے۔ ارشاد اندر آتا ہے۔ اس نے پتلون
پنڈلیوں تک چڑھا رکھا ہے اور کہیوں تک قمیض کی آستینیں بھی اوپر کر رکھی
ہیں۔ ٹنگے پاؤں ہے اور سر پر کرکٹ کی ٹوپی ہے۔)

شبانہ: خاک ٹھیک کیا ہے آپ نے ارشاد بھائی ایہ دیکھئے پھر لکیریں۔۔۔۔ دیکھ لیں آپ خود۔۔۔۔

ارشاد: بیچ دو اس ٹیلی ویژن کو۔ اگر کوئی نہیں خریدتا تو بلال گنج جا کر اس کے پرزے پھینک آؤ کسی کباڑی کے پاس۔

رضا: انکل ہم دونوں چلیں اسے بیچنے ماما کو بتائے بغیر۔

شبانہ: پلیز ارشاد بھائی! ایک دفعہ اور اوپر چلے جائیں۔۔۔۔ آخری بار!

ارشاد: یہ اپنے شوہر کو بھیج مسٹر گڈ گڈ کو۔۔۔۔ اس کو تو بیورو کریٹ بنا کر بٹھا رکھتی ہے اور سارے گھر میں مجھے بھگائے پھرتی ہے۔

عمیر: میں جا کر دیکھتا ہوں شبانہ۔

شبانہ: نہیں نہیں عمیر! ابھی تو آپ آفس سے آئے ہیں۔

ارشاد: تو میں؟ میرے متعلق کیا ارشاد ہے؟

شبانہ: آپ کی تو فیکٹریاں ہیں۔ آپ تو سارا دن گھومنے والی کرسی پر بیٹھے حکم چلاتے ہیں، کچھ ورزش بھی کیا کریں، پلیز ایچھے ارشاد بھائی! اوپر چلیں ناں۔

رضا: انکل ماما کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ ہمیشہ مجھے بھی اسی طرح سنانے کے لیے لے جاتی ہیں۔

عمیر: بھئی شبانہ اچھا نہیں لگتا میں جاتا ہوں۔

ارشاد: نہیں بھئی، میں تو Joke کر رہا تھا۔ اس بار ٹھیک ٹھیک بتانا شبانہ۔

(ارشاد چلا جاتا ہے۔)

عمیر: کچھ اچھا نہیں لگتا۔

شبانہ: کیا؟

عمیر: تم ارشاد بھائی کی عزت نہیں کرتی ہو۔ آفٹر آل اس کی تین فیکٹریاں ہیں۔ بہت بڑا آدمی ہے شہر کا۔۔۔۔ بزنس ٹائی کون۔

شبانہ: پھر کیا ہوا ارشاد میرے ماموں زاد ہیں۔ ہم نے سارا بچپن ساری جوانی ساتھ کھیل کر گزاری ہے۔ ذرا سا کام کر دیں گے تو کیا ہو جائے گا۔

عمیر: (ذریعہ) شاید تمہیں یہ عمر بھی ساتھ ہی گزارنی چاہیے نختی شبانہ!

(اب دور سے آواز آتی ہے: بتاؤ میج ٹھیک ہوا۔۔۔۔ شبانہ چپ کھڑی رہ جاتی ہے۔ آواز آتی رہتی ہے: شبانہ۔۔۔۔ شبانہ)

سین 18 (کٹ ٹوٹ) آؤٹ ڈور دن

(چھانگاماں گامیں ٹرین پر عمیر، شبانہ، رضا اور ارشاد سوار ہیں۔ گیت جاری ہے۔)

تیرے من چلے کا سودا ہے
کٹ

(رضا اور ارشاد دونوں ریس لگانے کے انداز میں دوڑ رہے ہیں۔)

کٹ

(شبانہ، عمیر اور ارشاد گھاس پر بیٹھے ہیں۔ شبانہ ارشاد کو گھاس پکڑاتی ہے۔ کیمرو گھاس پکڑانے اور پکڑنے پر مرکوز ہوتا ہے۔ اس سین میں انتہائی اپنائیت اور پردگی ہے۔)

کٹ

(عمیر گھاس پر لیٹا ہے۔ اس نے اخبار چہرے پر لے رکھا ہے۔ پھر وہ اخبار پر سے نظریں اٹھا کر دور دیکھتا ہے۔ کیمرو اس کے پوائنٹ آف ویو سے دکھاتا ہے کہ رضا درمیان میں ہے، ایک طرف شبانہ نے ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور دوسری جانب ارشاد نے اس کا ہاتھ تھام رکھا ہے اور وہ اونٹ کی چال بھاگ رہے ہیں۔)

کٹ

سین 19 ان ڈور رات

(رضا پلنگ پر جٹ سوٹ پہنے لیٹا ہوا ہے۔ شبانہ ڈرینگ فہل کے سامنے بیٹھی زچ رہن رہی ہے۔ پلنگ کے پاس ارشاد، انگلیں جھیر میں دینے کر رضا کا ہاتھ کلاے کہانی سنا رہا ہے۔)

ارشاد: اب بھائی رضا صاحب جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ہر پرس ایسی ہی ہوتی ہے۔

- رضا: لیکن انکل پرنس نے پرنس کا انتظار کیوں نہ کیا؟
- ارشاد: بیٹا وہ پرنس جو تھی، بادشاہ زادی۔ ادھر پرنس امریکہ ایم بی اے کرنے گیا، ادھر جھٹ متگنی پٹ بیاہ۔ اس عقل کی کچی نے شادی کرائی۔
- شبانہ: کیا فضول کہانی سنا رہے ہو آپ اس کو!
- ارشاد: میں اسے تیار کر رہا ہوں۔ آخر اس نے بھی کسی دن کسی پرنس سے ملنا ہے کہ نہیں!
- شبانہ: ارشاد بھائی پلیز! میں نروس ہو رہی ہوں۔
- رضا: کیوں ماما؟
- ارشاد: بھائی رضا جان مجھ سے پوچھو۔ جب کسی پرنس کو پارٹی پر جانا ہو تو وہ ضرور نروس ہوتی ہے۔
- رضا: کیوں ماما، ٹھیک کہتے ہیں انکل؟
- شبانہ: اب تم سو جاؤ، راضا فوراً آنکھیں بند کر کے۔
- ارشاد: اچھا بھائی تم آنکھیں بند کرو، میں تمہیں گیت سناتا ہوں۔
- رضا: اچھا انکل (رضاعا آنکھیں بند کرتا ہے۔)
- ارشاد: (لوری کے انداز میں) نی نی بابا نی نی نی۔۔۔ نکھن، روٹی، چینی۔۔۔ نی نی نی۔
- بابا آیا کھیل کے۔۔۔ چپاتی دے دو بیل کے
- امی ابو آئیں گے۔۔۔ لال ٹوپا لائیں گے!
- سو جا بابا، لال پلنگ پر سو جا
- (جس وقت ارشاد رضا کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے گارہا ہے، کیمرا شبانہ پر جاتا ہے۔ وہ آنکھوں کا میک اپ کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرتا ہے۔ اسی وقت عمیر پورا تیار اندر آتا ہے اور شبانہ کو دیکھتا ہے۔ اس کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے۔)
- عمیر: ارشاد بھائی ہم جلدی آجائیں گے انشاء اللہ!
- ارشاد: آپ دو توجوں چاہے صبح آئیں رضا کی فکر نہ کریں۔
- شبانہ: (اٹھتے ہوئے) تھیک یو ارشاد بھائی۔۔۔
- ارشاد: خیری شروع سے عادت ہے۔ جب کام پڑے تو کتنی مسکین بن جاتی ہے، چالاک لومڑی!
- شبانہ: چلنے نہ سہی شکر یہ۔ آپ کو شروع سے گریٹ فل ہونے کی عادت نہیں۔

(عمیران دونوں کی بے تکلفی دیکھ کر پریشان ہوتا ہے۔)

عمیر: چلیں شبانہ!

رضا:

(آنکھ کھول کر) ماما میرا فکر نہ کرنا۔۔۔۔۔ انجوائے یور سیلف، میرے ساتھ انکل ہیں۔
(شبانہ دکھی انداز میں عمیر کے ساتھ جاتی ہے۔ رضا کا ہاتھ پکڑ کر رائنگ چیئر
جھلاتا ہوا ارشاد پھر گانے لگتا ہے۔)

ارشاد:

بی اے ایم اے پاس کرے گا
جج بن کر انصاف کرے گا
ظلم و ستم کا تاس کرے گا
سو جا بیٹے لال پٹنگ پر سو جا
ڈزالو

سین 20 آؤٹ ڈور دن

(ہجیرو میں سوار ارشاد ایک بڑی فیکٹری میں آتا ہے۔ وہ فیکٹری کے اندر گھستا
ہے۔ جا بجا اسے سلام کرنے والے ملازمین ملتے ہیں۔)
کٹ

سین 21 ان ڈور دن

(فیکٹری کے اندر جہاں کام ہو رہا ہے، ارشاد گھوم پھر رہا ہے۔ ورکرز سلام کر
رہے ہیں۔)

کٹ

سین 22 ان ڈور دن

(مہر پر تا نگیں رکھے ٹائی کی کرہ کھولے ارشاد بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں فون
ہے۔)

ارشاد:

نہیں بابا تم سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ میری کزن شبانہ کی شادی ہو گئی تھی۔ میرے ساتھ نہیں احمق۔۔۔ ایک انجینئر کے ساتھ۔۔۔ ہاں میں نے اسے چھوڑ دیا تھا اپنی پڑھائی کی خاطر۔۔۔ بالکل۔ تم میری میم سے مل چکے ہو لندن میں۔۔۔ نہیں نہیں وہ پاکستان آنا نہیں چاہتی وہیں ہے اب۔ ہاں طلاق ہی سمجھو! بلکہ طلاق ہی۔۔۔ اوگدھے آدمی میں اب تمہیں اپنی ساری پاسٹ ہسٹری فون پر کیسے سمجھا سکتا ہوں۔ آجاؤ کار بھیجتا ہوں۔۔۔ ایئر پورٹ پر بیٹھے ہو لندن جانے کے لیے۔۔۔ تو لغت بھیجو دوستی پر۔۔۔ اللہ حافظ! نہیں بابا میں نہیں آسکتا۔ یہ لائف ہے! میں بھی کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ بائے۔

(فون کا چونکا دھرتا ہے۔ کچھ لمحے وہ مضطرب رہتا ہے۔ اس وقفے میں شبانہ ہلکا سا دروازہ کھولتی ہے پھر اندر آتی ہے۔)

ارشاد:

ہیلو!

شبانہ:

ہیلو کیا۔۔۔ نہ تو تمہارا کمبخت پلمبر پہنچا ہے نہ تمہارا الیکٹریشن آیا ہے۔ پاپ بھٹی ہوئی ہے اور سارا پانی گلی میں اکٹھا ہو رہا ہے۔

ارشاد:

بیٹھو! پانی اکٹھا ہو رہا ہے۔۔۔

شبانہ:

تین دن سے کہہ رہے ہو اور ابھی تک کوئی بندہ نہیں پہنچا تمہارا۔ لوڈر بھی نہیں بھیج سکے 'میں نے صوفے مرمت کے لیے دکان پر دینے تھے۔

ارشاد:

اچھا یہ سارے کام میرے سپرد ہیں اور وہ تمہارا میاں انجینئر کیا کرتا ہے۔ عمیر صاحب دی گریٹ ٹوبل ہز بنڈا!

شبانہ:

انہیں فرصت نہیں ہوتی ناں ارشاد! ان کے آفس میں کام بہت ہے۔

ارشاد:

اور مجھے فرصت ہوتی ہے جس کی تین فیکٹریاں ہیں۔ ایک ٹانگ میری ڈیفنس میں دوسری گرین ٹاؤن کے ہتھیاروں کے۔۔۔

شبانہ:

شکر ہے تمہارے پاس تیسری ٹانگ نہیں ہے۔

(دونوں ذرا سا ہنستے ہیں۔ یکدم شبانہ چپ ہو جاتی ہے۔)

ارشاد:

کیا ہوا؟ کافی پیچھے گی؟

(شبانہ نفی میں سر ہلاتی ہے۔)

کیا بات ہے؟

شبانہ:

یہ کچھ چل نہیں رہا ارشاد۔۔۔

- ارشاد: کیا؟
- شبانہ: یہ ہم دونوں کا سٹیج شو!
- ارشاد: میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔
- شبانہ: کبھی بھی نہیں سمجھے ارشاد!
- ارشاد: تمہیں میرا انتظار کرنا چاہیے تھا شبانہ!
- شبانہ: میں بیٹھی انتظار کرتی رہتی اور تم میم سے شادی کرا لیتے۔
- ارشاد: میں نے تمہاری شادی ہو جانے کے بعد مار تھا سے بیاہ کیا۔
- شبانہ: اس سے کیا فرق پڑتا ہے! پہلے تم نے ممی کو انکار کیا تھا کہ نہیں۔
- ارشاد: میں ایم بی اے کرنا چاہتا تھا۔ مجھے لندن جانا تھا۔ تمہاری ممی کا قصور ہے 'وہ انتظار کر لیتیں۔ ایسی تم کون سی بڑھی ہو گئی تھیں۔ دو سال شادی رک نہیں سکتی۔
- شبانہ: (اٹھتے ہوئے) لیکن اب ہم یہ باتیں کیوں کر رہے ہیں؟
- ارشاد: پتہ نہیں کیوں؟ واقعی کیوں کر رہے ہیں ہم یہ باتیں؟
- شبانہ: ارشاد!
- ارشاد: فکر نہ کرو۔ پلمبر پہنچ جائے گا۔ لوڈر حاضر ہو جائے گی۔
- شبانہ: یہ بات نہیں ہے۔
- ارشاد: پھر کیا بات ہے؟
- شبانہ: یہ پچھلے تین سال۔۔۔ یعنی جب سے تم لندن سے لوٹے ہو 'میں Explain نہیں کر سکتی' لیکن یہ تین سال۔۔۔
- ارشاد: اب تم چھنی منی تو نہیں ہو 'بات کر دناں۔
- شبانہ: وہ عمیر اور میرے درمیان کچھ ٹھیک نہیں چل رہا، جیسے اندھا شیشہ ہمارے درمیان آ گیا ہو۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی، تمہیں میری مدد کرنی ہوگی ارشاد!
- ارشاد: (خوشدلی سے) میں ابھی الیکٹریشن بھیج دوں گا۔ مسٹر شارٹ جج لوگ مین!۔۔۔
- شبانہ: (جاتے ہوئے) تم نہیں سمجھ سکتے 'تم نے میری زندگی کتنی مشکل کر دی ہے!

کت

صبح کا وقت

ان ڈور

سین 23

(ہاشمے کی مہر، عمیر اور شبانہ بیٹھے ہیں۔ ساتھ رضا بھی ہے۔ شبانہ قوس پر

کھن (گا کر عمیر کو دیتی ہے۔ وہ ہاتھ سے پلیٹ پرے کرتا ہے۔)

رضا: ابو میں تو س لے لوں؟

عمیر: ضرور!

رضا: ابو۔۔۔ آپ Pink Panther دیکھیں گے میرے ساتھ؟

عمیر: ہاں شام کو!

رضا: ماما میں یہ ٹوسٹ ساتھ لے جاسکتا ہوں نرسری میں؟

شبانہ: ہاں۔

(رضا جاتا ہے)

عمیر: تم سوچ لو شبانہ۔۔۔ اب ناگنر بدل گئے ہیں۔ اب ہر انسان اپنے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے۔

میں تمہیں رضا کے لیے اپنی نیک نامی کو بچانے کے لیے کسی صلیب پر چڑھنے کا مشورہ

نہیں دوں گا۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ یہ اپنی زندگی کا عہد ہو گا۔

ایثار، قربانی، مدد، محبت۔ یہ Cliches ہو جائیں گے۔ کباڑ خانے کا مال۔۔۔ سوچ لو۔۔۔

(غم سے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 24 آؤٹ ڈور رات

(شبانہ کار میں جا رہی ہے۔ آنسو بے تکلف اس کے گالوں پر گر رہے ہیں۔)

کٹ

سین 25 آؤٹ ڈور رات

(ایک بڑی کوٹھی میں کار داغل ہوتی ہے۔ ارد گرد جتیاں جل رہی ہیں۔ شبانہ کار

سے اترتی ہے۔ بھاگ کر اندر جاتی ہے۔ کیمروہ کوٹھی میں اسے فالو کرتا ہے۔ گیت

جاری رہتا ہے:)

تیرے من چلے کا سودا

کٹ

سین 26 ان ڈور رات

(بیدروم کے دروازے پر شبانہ دستک دیتی ہے۔ اندر سے ٹائٹ سوٹ میں ارشاد آتا ہے۔)

ارشاد: خیر تو ہے؟

شبانہ: نہیں۔

ارشاد: اچھا ہو جائے گی اندر آؤ۔

(شبانہ اندر جاتی ہے۔ ارشاد ڈریسنگ گاؤن پہنتا ہے۔)

ارشاد: اس وقت اکیلی آئی ہو۔ وہ تمہارا میاں عمیر کہاں ہے؟ نو بل ہر بینڈ! گڈ گڈ۔

شبانہ: دورے پر گیا ہے۔

ارشاد: تو مجھے فون کر لیتیں۔

شبانہ: ارشاد!

ارشاد: او بھئی اتنے سیریس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

شبانہ: آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟

ارشاد: (مضطرب ہو کر) اگر۔۔۔ تم طلاق لے لو تو میں تم سے شادی کر سکتا ہوں کل ہی۔۔۔ کل صبح۔

شبانہ: میں محبت کی بات کر رہی ہوں تم شادی کا کہہ رہے ہو۔

ارشاد: (سر کھلا کر) پھر؟

شبانہ: تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟

ارشاد: جان حاضر کر سکتا ہوں شبانہ۔۔۔ روح پیش کر سکتا ہوں۔۔۔ تمہاری خاطر مر سکتا ہوں۔

شبانہ: یہ جان یہ زندگی یہ روح تمہاری چیزیں نہیں ہیں ارشاد! کیا تم میری مرضی پر اپنی مرضی قربان کر سکتے ہو؟ میرے اختیار کو مان سکتے ہو؟ اپنے ارادے کو میری خاطر چھوڑ سکتے ہو؟ (وقف) سوائے اپنی will کے آدمی کے پاس دینے کو اور کچھ ہوتا ہی نہیں ارشاد۔

ارشاد: (کچھ لمبے سوچ کر) ہاں۔۔۔ میں تمہاری رضا کے لیے اپنی ہر خوشی قربان کر سکتا ہوں۔

تمہاری خواہش پر اپنا ارادہ قربان کر سکتا ہوں۔ اپنی will سرطرح کر سکتا ہوں۔

شبانہ: تو پھر آج کے بعد۔۔۔ کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا۔۔۔ نہ کبھی میرے راستے میں

آنا اور نہ۔۔۔۔

ارشاد: ایک ہی شہر میں رہ کر شبانہ؟

شبانہ: ہاں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے۔

ارشاد: تم ایسے ہی چاہتی ہو شبانہ؟

(شبانہ سر مثبت انداز میں ہلاتی ہے۔ ایک آنسو گرتا ہے۔)

کٹ

سین 27 ان ڈور شام کا وقت

سلمیٰ: اور وہ اسی شہر میں رہتی ہے سر؟

ارشاد: ہاں!

سلمیٰ: آپ ان سے کبھی نہیں ملے۔۔۔ اتفاقاً بھی نہیں؟

ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے) دیکھو سلمیٰ! انسان کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا موقع ضرور

ملتا ہے کہ وہ اپنے ارادے کو اپنے تمبیہ کو اپنی will کو کسی دوسرے کی رضا پر قربان کر دے۔۔۔ کسی دوسرے کی فلاح پر نچھاور کر دے۔

سلمیٰ: لیکن یہ آسان کام تو نہیں سر!

ارشاد: میں کب کہہ رہا ہوں کہ آسان کام ہے۔ بہت ہی مشکل بلکہ بہت ہی زیادہ مشکل کام ہے

لیکن اس کے بغیر شمع روشن نہیں ہوتی، آگ بجڑکتی ہی نہیں۔

سلمیٰ: میں سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں سر۔

ارشاد: عام انسان کی عام زندگی میں ارادہ، مرضی، تمبیہ بہت منتشر حالت میں رہتے ہیں۔ اس کی

خواہش پھٹکی، پھٹکی سی رہتی ہے۔ لیکن کسی ایک واقعے کے دوران، کسی لمحہ قبولیت کے

وقت جب کسی شدید دباؤ کے محذب شخصے میں سے ارادے کی روشنی گزرتی ہے تو یہ

روشنی اپنے سارے وجود کو بھڑکا دیتی ہے۔ پھر آدمی اپنی ذات کے گرد گھومنا بند کر دیتا

ہے اور کسی بڑے Orbis کا مسافر بن جاتا ہے۔۔۔ کسی اور مدار میں گردش کرنے لگتا

ہے۔

سلمیٰ: لیکن سر اپنی will کو کسی اور کے سامنے سرگرد کرنا اتنا آسان بھی تو نہیں۔ ایسے تو آدمی

Slave ہو جاتا ہے اور بیسویں صدی میں غلامی کا تصور بالکل ناقابل قبول ہے۔

سلسلہ:

ارشاد:

سليمی:

کیسے سر؟

ارشاد:

آپ کے کام آیا سر----- اپنی will کو سرِ غر کرنے کا سبق؟

ہاں ایک مدت کے بعد۔۔۔۔۔ جب میں اسے بھی بھول گیا۔۔۔۔۔ تو کچھ ماہ ہوئے۔۔۔۔۔ میں نے اپنے ارادے کا دیار روشن کیا اور اس کی چو کھٹ پر رکھ دیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ اس نے وہ دیا بھجوا دیا کہ روشن رہنے دیا۔۔۔۔۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہا سہلی۔

ک

سین 28

آؤٹ ڈور

دن

(سہیلی اور عامر دونوں کار میں جا رہے ہیں۔)

لیکن تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو عامر؟

کہیں بھی

لیکن تم مجھے بتاؤ پھر کہیں نہیں لے جاسکتے۔۔۔ میری مرضی کے بغیر۔

سلسلہ:

عالم:

سکھ

عامر: خدا کے لیے خوفزدہ نہ ہو سلمیٰ! میں تمہیں اپنی امی سے ملانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔
سلمیٰ: لیکن کیوں آخر۔۔۔۔۔ کیوں؟

عامر: اس لیے کہ وہ میری امی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں پسند کریں۔
سلمیٰ: کاررو کو عامر۔۔۔۔۔ پلیز کاررو کو۔۔۔۔۔ اسی وقت اسی لمحے (کارر کتی ہے) میں کوئی چیز نہیں ہوں، کوئی شے نہیں ہوں جسے پسند کرنے یا ناپسند کرنے کا تمہاری اماں جی کو اختیار ہو۔ وہ کون ہوتی ہیں اپنی پسند کی پوٹلی والی۔۔۔۔۔

عامر: لیکن سلمیٰ۔۔۔۔۔ میری خاطر۔۔۔۔۔!
سلمیٰ: پتہ نہیں کیوں لیکن ابھی ابھی مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ تم وہ آدمی نہیں ہو جس کے لیے میں اپنا ارادہ اپنی مرضی اپنے سیلف کو سرنڈر کر سکوں۔ میں اگر چاہوں گی تو تمہاری امی سے ملوں گی، نہ چاہوں گی تو بالکل نہیں۔ She may go to hell!
عامر: لیکن سلمیٰ۔۔۔۔۔

(سلمیٰ کار سے اترتی ہے اور فٹ پاتھ پر جاتی ہے۔)
سلمیٰ: شاید ابھی میں اپنے محور کے گرد گھومنا چاہتی ہوں! ابھی میرا جادو میرے لیے اہم ہے۔ میں بڑے سفر کے لیے تیار نہیں ہوں عامر۔
عامر: کیا کہہ رہی ہو؟

(عقب میں گیت چلتا ہے: تیرے من چلے کا سودا ہے۔۔۔۔۔)

سلمیٰ: میں کہہ رہی ہوں بائے بائے۔۔۔۔۔
(دوسری سمت میں چلتی ہے۔ کیمرہ اسے فالو کرتا ہے۔ تصویر عامر پر شل ہوتی ہے۔)

قسط نمبر 9

کردار

ارشاد	:	ہیرو۔ سالک
گڈریا عبد اللہ	:	ارشاد کے ہیرو مرشد
مومنہ	:	ہیروئن
ندیم	:	چور۔ ڈکیت۔ بد تمیز نوجوان
سراج	:	چالیں کے لگ بھگ۔ دنیا کی آرزو میں بھاگنے والا
پیر	:	ایک جعلی پیر۔ عمر ساٹھ کے قریب
خلیفہ	:	ہٹاکٹا۔ چالیں کے لگ بھگ عیار آدمی
عورت	:	مضیبت زدہ عورت
لڑکی	:	نوجوان۔ حالات کی ستائی ہوئی

سین 1 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(بابا عبد اللہ گڈ ریا اپنے ریوڑ کے ساتھ ارد گرد موجود ہے اور لانگ شاٹ میں نظر آتا ہے۔ پھر وہ اپنے سارے ریوڑ کو لے کر ایک طرف کو چل نکلتا ہے اور دریا پر آ جاتا ہے۔ کمرہ دریا کو مختلف زاویوں سے دکھاتا ہے اور اس دریا کی لمبیں مارتی سطح پر ورد شروع ہو جاتا ہے۔)

ڈزالو

سین 2 ان ڈور گہری رات

(اسی ورد کے آڈیو کے حوالے سے ہم Sweep کر کے ارشاد کی لیبارٹری میں آتے ہیں اور اس کو اوسلو سکوپ پر لہروں کو ایڈ جسٹ کرتے دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی کاپی پر کچھ نوٹس لکھتا ہے۔ پھر پانی کے بیکر میں الیکٹروڈ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اوسلو سکوپ پر نمونے بند ہوتے ہیں اور کمرہ ذکر کے بڑھتے ہوئے طوفان سے بھر جاتا ہے۔ ارشاد گہرا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ قریب ہے کہ وہاں سے بھاگ جائے کہ روشنی کے Spot میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا بابا گڈ ریا اس کی طرف آتا ہے اور ڈر اور رہ کر اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس کے آنے کے ساتھ بھینروں کی آوازیں ذکر پر غالب آ جاتی ہیں اور پھر جھم ہو جاتی ہیں۔)

عبد اللہ:

دیکھ بابا لوکا میری بات دھیان سے سن۔۔۔ اور پھر اس پر غور کر۔۔۔ کہ سائنس کی ایجادیں انسان کو سکون اور اطمینان نہیں دے سکتیں، آرام اور آسانی ضرور دیتی ہیں لیکن تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد انسان پھر چیخنے چلانے لگ جاتا ہے۔۔۔ بے چین ہو جاتا ہے۔۔۔ گہرا جاتا ہے۔ پھر وہ اور ایجادیں کرنے لگ جاتا ہے اور طریقے تلاش کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے لیکن ان سے خیر نہیں پڑتی۔

ارشاد:

پھر میں اپنی لیبارٹری سے نکل جاؤں بابا جی؟
عبد اللہ: نہیں بابا لوکا۔۔۔ باہر نہیں نکلتا، صرف سوچتا ہے اور غور کرتا ہے۔۔۔ فکر کرتا ہے کہ

ہم نے مادی قوتوں پر تو بڑا کنٹرول حاصل کر لیا ہے لیکن ہم انسانی دل کے اندر نہ اتر سکے۔۔۔۔ اس کے زہر اور امرت سے واقف نہ ہو سکے۔ ہم نے ایٹم کی ساخت تو دریافت کر لی لیکن روح کے ایٹم کو جانچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ارشاد: پھر ہم کیا کریں سرکار؟

عبداللہ: ساتھ ہی ساتھ میرا ایمان ہے بابو لو کا کہ مستقبل کی سائنس 'مادے کی سائنس' نہیں ہوگی بلکہ انسان کی سائنس ہوگی۔ اب تجھ پر اور تیرے ملک پر۔۔۔۔ اس سلطنت خداداد پر سائنسی تحقیق کے رخ بدلنے کا فرض عاید ہوتا ہے۔ اب تم پر انسان کو اور اس کے وجود کو اور اس کی روح کو پرکھنے کا فرض واجب ہوتا ہے۔

ارشاد: لیکن یہ کس طرح سے ہو سرکار؟

عبداللہ: دیکھ بابو لو! پیغمبروں نے آکر انسان کی کایا پلٹ دی۔ اب چونکہ پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اس لیے اب سائنس دانوں کی ڈیوٹی بنتی ہے کہ وہ نبیوں کے کام اور نبیوں کے علم کو اس دنیا میں پھیلائیں اور دکھی انسان کی مدد کریں۔ یہ کام اور کسی سے نہیں ہوگا، صرف تم جیسے لوگوں سے ہوگا۔

ارشاد: میں نے اس تحقیق کے لیے سب کچھ چھوڑا ہے حضور!

عبداللہ: دیکھ بابو لو! تمہاری ساری تحقیق طاقت اور طاقت کے حصول سے وابستہ ہے۔ ہم اپنے غرور اور تکبر کا جھنڈا بلند رکھنے کے لیے طاقت کی فضیلیں بناتے رہتے ہیں۔ اپنے ارد گرد مجمع جمع کر کے خوش ہوتے ہیں لیکن یہی مجمع ہمارے لیے مستقبل کے خطرے بن جاتے ہیں۔۔۔۔ ہمیں اور ڈراتے ہیں۔۔۔۔ اور دھمکاتے ہیں۔۔۔۔ اور کمزور کرتے ہیں اور کمزور ہو کر ہم زیادہ طاقت کی زیادہ تکبر کی تلاش میں نکل جاتے ہیں۔ لیکن بابو لو! ہمیں طاقت کی بجائے صلح صفائی اور امن سلامتی کا سبق دیا گیا ہے۔ طاقت، تکبر اور تنازعے کے پانی پت کو حدیبیہ میں تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ منزل دو قدم پر ہو میرے سونہیا۔۔۔۔ سامنے ہو اور آوازیں دے دے کر بلا رہی ہو تو صلح نامہ واپس پر دستخط کر کے حدیبیہ سے لوٹ جانے کا آرڈر ہے۔

ارشاد: (حیرانی سے آنکھیں پھاڑے بابا کو دیکھ رہا ہے۔ بابا اپنی جگہ پر سکون ہے، دس سیکنڈ کا وقفہ)

عبداللہ: سن بابو لو! ارشاد خوش نصیب! امن آشتی، صلح صفائی، سلام سلامتی کی لیہار فری میں کام کرے گا تو روح کے ایٹم کی تحقیق ہو جائے گی۔۔۔۔ انسان سوکھا ہو جائے گا۔۔۔۔

رحمتہ العالمین کی ٹھنڈی ہوا چلے گی اور ساری دنیا فتح مکہ میں اتر کر سکھ کا سانس لے گی۔
اور اگر ایسا نہ ہوا۔۔۔۔۔ ایسا نہ ہو سکا تو پھر بیکار ہے۔ بند کر دے یہ لیبارٹری اور واپس چلا
جا۔۔۔۔۔ موبیس مارنے۔۔۔۔۔ جشن منانے۔۔۔۔۔

(ارشاد بھونچکا بابا عبداللہ کو دیکھے جاتا ہے۔ عین اس وقت ندیم ٹھڈا مار کر
پھناک سے دروازہ کھول کر اندر آتا ہے۔ بابا گڈریا بڑی آہستگی کے ساتھ وہاں
سے دو قدم واپس لے لیتا ہے اور فیلڈ سے نکل جاتا ہے۔)

ندیم: یہ خوشبو کیسی ہے؟

ارشاد: خوشبو! ہاں خوشبو تو ہے۔۔۔۔۔ وہ تو ہو گی۔

ندیم: میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ایک پیالی کافی بنا دو لیکن تم نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔

(ارشاد حکم کی تعمیل کے لیے اٹھتا ہے۔)

اب رہنے دو۔ میں خود ہی بنا کے پی چکا ہوں۔ میں کسی کا ادھار نہیں رکھا کرتا اور کسی کا
احسان بھی نہیں لیتا۔

ارشاد: (قریب آ کر ندیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) کس قدر تعلیم ہے تمہاری۔۔۔۔۔ ندیم؟

ندیم: ایم اے۔۔۔۔۔ ایم اے انگلش!

ارشاد: خوب!

ندیم: لیکن یہ کیوں پوچھا؟

ارشاد: نہیں نہیں۔۔۔۔۔ کوئی خاص وجہ نہیں۔ پوچھنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ سوال نہیں کرنا مجھے
کسی سے۔

ندیم: میں نے تمہارا سپورٹ مانگا تھا۔

ارشاد: پتہ نہیں کہاں رکھا ہے۔

ندیم: تم سمجھتے ہو ارشاد صاحب کہ میں قرعہ گاؤں والوں کی طرح سچ سچ تمہیں کتوں والی سرکار
سمجھنے لگوں گا۔ تم سمجھتے ہو کہ جو ڈھونڈ تم نے رچا رکھا ہے اس کا پردہ مجھ پر کبھی فاش
نہیں ہوگا۔

ارشاد: میں تو ایسی کسی خوش فہمی میں جھکا نہیں تھا یہاں

ندیم: میں تمہیں مہارکھا دیتا ہوں۔۔۔۔۔ کہ تم نے اپنے رات کے دھندے پر بہت اچھا غلاف

چڑھا رکھا ہے۔ تمہارا Camouflage بہت پختہ ہے اور تم پولیس کے ہتھے نہیں چڑھ

سکتے۔ لیکن آخر کب تک؟

ارشاد: میرے متعلق تمہارے اندازے پر---- مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(ندیم اپنی جیب میں سے ارشاد کا پاسپورٹ نکالتا ہے۔)

ندیم: تمہارا پاسپورٹ تمہارے بریف کیس میں تھا۔ تمہیں معلوم تھا اور تم مجھے چکر دے رہے تھے۔ اب سچ بچ بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنا اسلحہ ہے؟

ارشاد: (مسکرا کر) بہت---- بے شمار!

ندیم: اس میں سے کتنا مجھے دو گے؟

ارشاد: ابھی گیلا ہے 'چلے گا نہیں'۔ ابھی وہ میرے کام کا بھی نہیں۔

ندیم: (دھکا دے کر) آگے چلو---- تمہاری ان ذو معنی باتوں سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ چلو دکھاؤ مجھے----

(ارشاد محبت سے آگے چلتا ہے۔ پیچھے ندیم فالو کرتا ہے۔)

کتوں والی سرکار بنا پھر تا ہے چار سو بیس۔ نقل!

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(موٹر سائیکل پر عامر سوار ہے۔ اس کی پشت پر ایک چالیس پینتالیس برس کا آدمی ہے۔ یہ آدمی چہرے سے چھوٹا موٹا دکھائی پڑتا ہے۔ شلوار قمیض میں ملبوس ہے۔ آنکھوں پر سستی سی عینک ہے۔ عامر اسے کافی دور سے لا کر وہاں چھوڑ جاتا ہے جہاں سے ارشاد کے گھر کو راستہ جاتا ہے۔ سراج اور عامر چند لمبے باتیں کرتے ہیں جن میں عامر اشارے سے سراج کو سمجھاتا ہے کہ ارشاد صاحب کا گھر کہاں ہے۔)

کٹ

سین 4 ان ڈور دن

(ارشاد ہماڑو پھیر رہا ہے۔ پھر وہ ہماڑو چھوڑ کر چلے کے پاس جاتا ہے اور دیکھنی میں جیج چلاتا ہے۔ اس کے بعد پھر ہماڑو پھیرنے میں مشغول ہوتا ہے۔)

اس دوران ذکر بیک گراؤنڈ میں جاری رہتا ہے۔ دروازے کو ٹھوکر مار کر ندیم داخل ہوتا ہے۔

ندیم: کھانا تیار ہو گیا؟

ارشاد: بس ذرا سی دیر ہے!

ندیم: (گھڑی دیکھ کر) لیکن میں نے تو ناشتہ نہیں کیا تھا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

ارشاد: (آہستہ سے فریج کے پاس جاتا ہے اور فریج کا دروازہ کھولتا ہے۔) پھل؟ دہی؟

دودھ۔۔۔۔۔۔ مٹھائی؟ جو چاہو لے لو۔

ندیم: ان چیزوں سے میری بھوک نہیں مٹتی۔ ایک بجنے والا ہے اور یہ ہے تمہارا انتظام؟

ارشاد: بس تھوڑی سی دیر ہے؟

(ندیم فریج میں سے آئس کریم نکال کر بڑے پیکٹ میں ہی چیچ ڈال کر کھاتا ہے۔)

ارشاد: (ایک شیشے کا پیالہ اے آفر کرتا ہے۔) اس میں ڈال لو جتنی ضرورت ہو۔

ندیم: کیوں؟ ڈبے میں کیوں نہیں کھا سکتا میں؟ کیا تم میرا جھوٹا نہیں کھانا چاہتے؟

ارشاد: نہیں نہیں! بسم اللہ اسی میں سے کھاؤ۔ تمہارا جھوٹا کھانا ہی تو مبارک ہے ہمارے لیے۔

ندیم: طنز کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔ شرمندہ کر رہے ہو مجھے۔

ارشاد: خدا بخواتے!

ندیم: کیا پکایا ہے؟

ارشاد: پھلیاں ہیں۔۔۔۔۔۔ فریج بینز!

ندیم: (غصے سے) تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں گوشت کے سوا اور کچھ نہیں

کھاتا۔

ارشاد: دراصل ندیم مجھے بھول گیا کہ۔۔۔۔۔۔ کہ وہ۔۔۔۔۔۔

ندیم: میں بھول گیا کہ میری ضرورت بھول گئی!

ارشاد: بد قسمتی سے دونوں۔۔۔۔۔۔ یہ تو حال ہے میرا۔ غلط کی پیشوائی میں نے خاک کرنی ہے!

ندیم: اب اگر یہ پھلیاں تیار بھی ہو جائیں تو بھی میں بھوکا ہی رہوں گا۔

ارشاد: ہرگز نہیں! میں ابھی تمہیں مرغی بھون کر دوں گا۔

ندیم: اب اس وقت بھونو گے مرغی! مجھے بھوک لگی ہے شدید۔

ارشاد: (دبئی کے پاس جاتا ہے اور آگ بند کرتا ہے۔) میں ابھی تمہارے لیے چم لانا

ہوں۔

- ندیم: (گھڑی دیکھ کر) پندرہ منٹ کے اندر اندر!
- ارشاد: (اپنی گھڑی دیکھ کر) بالکل! پانچ منٹ کا مارجن دے دینا مجھے۔
- (ندیم پاس آتا ہے اور تنگ کرنے کے انداز میں اس کے سامنے چھاتی تان کر کھڑا ہوتا ہے۔)
- ندیم: تم مجھے مارتے کیوں نہیں؟
- ارشاد: اس لیے کہ تم خود اپنے آپ کو بڑی سخت سزا دے رہے ہو۔
- ندیم: بھلا یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ سچ کچ بتاؤ۔
- ارشاد: تم ندیم ہو۔۔۔۔۔ دوست ہو۔۔۔۔۔ اور میرا ٹیسٹ ہو۔ اگر میں تمہارے ٹیسٹ میں فیل ہو گیا تو پھر مجھے ایک بار پھر سے سارا سفر شروع کرنا پڑے گا۔
- ندیم: میں تمہارے اس ڈرامے میں الجھتا نہیں چاہتا۔ جا کر چرغہ لاؤ۔۔۔۔۔ جلدی۔
- ارشاد: (مسکرا کر) ساتھ چلنا پسند کرو گے؟
- ندیم: تاکہ کہیں پکڑا جاؤں۔۔۔۔۔ پولیس شناخت کر لے۔ یہ ہے تمہاری عقل۔۔۔۔۔ یہ ہے تمہارا Spiritual وژن!
- ارشاد: آئی ایم سوری (چلا جاتا ہے۔)
- (ندیم پھلیوں والی دیگچی کھول کر اندر جھانکتا ہے اور ڈوکی چلاتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور کچھ ہی دیر بعد

(پھانک کے سامنے Beware of dogs کے بورڈ کے سامنے سراج محمد کھڑا ہے۔ وہ اس تذبذب میں ہے کہ اندر جائے یا واپس لوٹ جائے۔ پھانک کھلتا ہے۔ کار میں ارشاد سوار ہے۔ کار باہر نکلتی ہے۔ ارشاد سراج سے بات کرتا ہے اور اسے کار میں ساتھ بٹھاتا ہے۔)

کٹ

سین 6 ان ڈور کچھ ہی دیر بعد

(لیبارٹری۔ ایک بڑا سائنس کیریئر اٹھائے مومنہ آتی ہے۔ اس وقت ندیم

یہاں موجود ہے۔ وہ ارشاد کی رنگین بوتلوں کو دیکھتا ہے اور ان کے پانی بے دریغ آپس میں ملاتا ہے اور پھینکتا جاتا ہے۔)

مومنہ: سلام علیکم جی!

ندیم: وعلیکم سلام۔۔۔۔ آہا تو یہ عیش ہیں۔ سبحان اللہ! اسی لیے اتنے اجاڑ میں کو نخی لے رکھی ہے۔ پورے بارہ سالے!

مومنہ: وہ جی سر کہاں ہیں؟ میں ان کے لیے کچھ پکا کر لائی تھی۔

ندیم: کیا پکا کر لائی ہیں آپ؟

مومنہ: وہ دراصل جی۔۔۔۔ میں نے کھانا خود نہیں پکایا۔ میری امی کی سٹوڈنٹ کی شادی تھی۔ میں تو گئی نہیں ان کے ساتھ وہی کھانا لائی تھیں۔ رات کو ولیمہ تھا۔۔۔۔ انہوں نے نفن بھر کر ساتھ کر دیا۔ یہ نفن کیریئر بھی انہی کا ہے دو لہا والوں کا۔

ندیم: اتنی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ (نفن کو ہاتھ لگاتا ہے) یہ بتائیں کیا کچھ ہے اس کے پیٹ میں؟

مومنہ: کچھ تو سٹیم روٹ ہے۔۔۔۔ بریانی ہے۔۔۔۔ قورمہ ہے۔ شاہ عالمی سے نائی بلایا تھا انہوں نے۔

ندیم: دادا! (قریب جا کر کلائی سے پکڑتا ہے) آئیے مل کر کھائیں۔

مومنہ: (خوفزدہ ہو کر) نہیں جی تھینک یو! میری ٹیکسی باہر کھڑی ہے۔۔۔۔ مجھے جلدی ہے۔ یہ مجھے ٹھیک پتہ نہیں جی کہ کھانا تائی نے پکایا تھا کہ Caterers آئے تھے۔

ندیم: اپنا ذبہ تولے جائیں کھانا نہ کھائیں بے شک۔

مومنہ: وہ جی ڈبہ میں پھر لے جاؤں گی۔

(جلدی سے جانے کی کوشش کرتی ہے۔)

ندیم: بیٹھو سوہو۔۔۔۔ اس بڈھے سے ہم اچھے نہیں؟

مومنہ: ہاں جی وہ تو ہے۔۔۔۔ لیکن آپ انہیں بتا دیجئے گا مومنہ آئی تھی۔۔۔۔ مومنہ عدیل۔

ندیم: رکو گی نہیں؟

مومنہ: پھر آؤں گی جی۔ ڈبے کا خیال رکھنا۔۔۔۔ دو لہا والوں کا ہے۔۔۔۔ کافی مہنگا لگتا ہے۔

ندیم: اور تم یاد رکھنا مجھے زردہ پسند ہے۔

مومنہ: جی ضرور یاد رکھوں گی۔ آپ سر کے بیٹے ہیں؟ اور انہی کا تعلق؟

ندیم: میں ندیم ہوں۔۔۔۔ صرف آپ کا دوست!

(ندیم ہنستا ہے۔ مومنہ کی طرف بڑھتا ہے۔ وہ پہلے کھل پالچلتی ہے پھر بھاگنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور دن

کسی چرخہ ہاؤس کے سامنے یہ سین بنا لیجئے۔ کیمرو پہلے چرخہ والی مشین پر جاتا ہے جس میں کئی مرنے سلاخوں پر گھوم رہے ہیں۔ پھر انگلیٹھی پر آتا ہے جہاں دو چار مرغ سینوں پر چڑھے بھنے جا رہے ہیں۔ بعد ازاں کڑائی پر آتا ہے جس میں کڑکڑاتے تیل میں مرغیاں سرخ ہو رہی ہیں۔ جب کیمرو پیچھے ہوتا ہے تو نظر آتا ہے کہ سراج اور ارشاد دکان کے آگے کھڑے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ دکاندار کا چھوٹا ایک بیگ میں ارشاد کا سامان لاتا ہے۔ وہ قیمت ادا کرتا ہے۔ دونوں کار کی جانب جاتے نظر آتے ہیں۔

کٹ

سین 8 ان ڈور دن

(ندیم لیبارٹری میں موجود ہے۔ اس نے مومنہ عدیل کا ٹفن کیریئر ایک لمبی تپائی نما میز پر بے ترتیبی سے پھیلا رکھا ہے۔ اس پر پانی کا جگ اور گلاس بھی ہے۔ خود وہ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے اور ٹائٹل اس نے اسی لمبی میز پر ایک دوسرے کے اوپر کر کے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کی گود میں پلیٹ ہے جس میں اس نے بے تحاشہ بوٹیاں ڈال رکھی ہیں۔۔۔ کیمرو سب سے پہلے اس کی پلیٹ دکھاتا ہے۔ پھر کرسی کے نیچے ادھر ادھر کیمرو کی نظر پڑتی ہے جہاں ہڈیاں گری ہوئی ہیں۔ پھر وہ ندیم کو دکھاتا ہے۔ وہ بیدردی اور بے جگری سے مرغی کا گوشت کھا رہا ہے۔ پھر ہڈی دور پھینکتا ہے۔ اب اس کا پاؤں اچانک ٹفن کیریئر کو لگتا ہے۔ ایک ڈبہ جس میں قورمہ ہے، قالین پر گرتا ہے۔ کیمرو اس گرے ہوئے سالن کو خوبصورت لائٹ کریم کالر کے قالین پر گرادکھاتا ہے لیکن ندیم اپنی جگہ سے

نہیں ہلتا۔ اس وقت ارشاد چرغہ لے کر دروازے میں آتا ہے۔

ارشاد: لو بھئی ندیم صرف تین منٹ لیٹ ہوں۔۔۔۔

(یکدم ارشاد کی نگاہ گرے ہوئے کھانے پر پڑتی ہے۔)

ندیم: میں تو سیر ہو گیا۔ یہ رات کے لیے رکھ دو۔ ڈنر پر کھاؤں گا۔

(ارشاد نشوونکا لیتا ہے اور گھٹنوں کے بل ہو کر قورمہ صاف کرنے لگتا ہے۔ ساتھ

ساتھ وہ باتیں کرتے ہیں۔)

ندیم: تمہارا خیال ہو گا کہ ابھی تک ندیم بھوکا بیٹھا ہے۔ بھائی صاحب! میرے سارے

انتظامات اوپر والا کرتا ہے۔ ایسا سٹیم رو سٹ کھایا ہے کہ جی خوش ہو گیا۔ جس کا کوئی

نہیں ہوتا اس کا خدا ہوتا ہے۔ مائنڈ یو!

ارشاد: چلیے خوشی کی بات ہے کہ آپ کو اوپر والے کا احساس ہو گیا۔

ندیم: تم جھوٹے پیر بنے بیٹھے ہو تو ہم بھی کسی سے کم نہیں۔ ہمارے لیے من و سلوئی اترتا

ہے۔۔۔۔ خود۔۔۔۔ دیکھ لیا تم نے۔

ارشاد: بالکل! وہ پتھر میں بھی کیڑے کو رزق دیتا ہے۔

ندیم: یہ بار بار حضرت صاحب آپ کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کریں مجھ سے۔

صرف آپ کو خدا کا پتہ ہے۔۔۔۔ صرف آپ مسلمان ہیں۔۔۔۔ آپ ہی کو پتہ ہے کہ

زندگی کیا ہے۔ پتہ ہے میرا جی کیا چاہتا ہے؟

ارشاد: کیا چاہتا ہے؟

ندیم: میرا جی چاہتا ہے جو آدمی تمہاری طرح دوسروں کو نیکی کا راستہ دکھائے اس کا گلا گھونٹ

دوں۔

ارشاد: عام طور پر ہر ایک کا یہی رد عمل ہوتا ہے۔ نیکی کی بات سننا بڑے حوصلے کی بات ہے۔

ندیم: مجھے سرمن دینے والے Preachers زہر لگتے ہیں۔ اپنے اعمال دیکھتے نہیں اور دوسروں

کے عمل پر نظر رکھتے ہیں ہر وقت۔ ماں باپ 'استاد' بڑھے سب ذلیل کہینے لگتے ہیں

مجھے۔۔۔۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔

ارشاد: تمہارا مشاہدہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں۔ تم نے زیادہ ترویجی بڑے لوگ دیکھے ہوں گے جو

توفیق کے بغیر بڑائی کا اعلان کر بیٹھتے ہیں۔

(اب ارشاد سارا سالن نشو سے اٹھ چکا ہے۔ وہ غسل خانے میں جاتا ہے وہاں سے

گیلا تولیہ لاتا ہے اور قالین کو رگڑتا ہے۔ جب وہ قالین کو رگڑ رہا ہے ندیم اپنے سے

ہوئے کندے ہاتھوں سے اسے پیچھے سے دونوں کندھے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔)

ندیم: اٹھ جاؤ! کچھ اپنی عمر کا خیال کرو۔ تمہارا خیال ہے اس طرح میں بدل جاؤں گا؟

(ارشاد کو اس وقت غصہ چڑھا ہوا ہے لیکن وہ برداشت کر رہا ہے۔)

ارشاد: شکریہ! (تولیہ اسے دیتا ہے۔)

ندیم: تمہارا خیال ہے تم مجھے شرمندہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟

ارشاد: نہیں! میرا ایسا کوئی خیال نہیں۔

ندیم: میں کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلا۔ بھلا میں کون ہوں ارشاد صاحب؟

ارشاد: تم میرا ٹیٹ ہو ندیم! جیسے تیز ہوا ہلکی پتنگ کا ٹیٹ ہوتی ہے۔ محمد حسین پوسٹ مین

صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اللہ کے راستے میں ہر انسان

ہر واقعہ ہر قسم کے حالات یا تو دین بن جاتے ہیں۔۔۔ یا آپ کو دنیا بن جانے پر مجبور کر

دیتے ہیں۔

ندیم: تم نے پوچھا نہیں یہ فن کیریز کون لایا تھا؟

ارشاد: کون؟

ندیم: تمہاری محبوبہ لائی تھی۔۔۔ اور کون 'مومنہ' مجھے پہنچے نہیں تھا کہ اور ساری باتوں کے

ساتھ ساتھ اس عمر میں تمہیں عورتوں کا بھی شوق ہے۔ چوائس اچھی ہے۔ سارے

گن ہیں تم میں۔

(اس وقت ارشاد پورے ہاتھ کا تھپڑ مارنے کے لیے اٹھاتا ہے۔ پھر مسکرا کر

ہاتھ چھوڑ دیتا ہے۔ جیب سے لیسن ڈرائیو نکال کر ہتھیلی پر آفر کرتا ہے۔)

کٹ

سین 9

ان ڈور

سہ پہر

(سراج قالین پر گرم سم سا بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بیٹھک نما ڈرائنگ روم ہے جہاں فرشی

نشست کا بھی انتظام ہے۔ یہاں قالین دیوار کے ساتھ بچھا ہے اور دیوار کے

ساتھ ساتھ گاؤں لگے ہیں۔ ارشاد آتا ہے۔)

ارشاد: معاف کیجئے مجھے ڈرائیو ہو گئی۔

(سراج قالین کی کوشش کرتا ہے۔)

نہیں نہیں بیٹھے بیٹھے۔

سراج: سر۔۔۔ مجھے عامر نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ بہت رحمدل ہیں۔

(ارشاد ہپ پاکٹ سے پرس نکالتا ہے۔)

سراج: نہیں جی۔۔۔ مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ دال دلیہ چل رہا ہے اللہ کے فضل

سے۔

ارشاد: تو پھر؟

سراج: میں پریشان ہوں سر بہت پریشان۔ یہ بے چینی مجھے کہیں بیٹھنے نہیں دیتی۔ میں کسی کی

بات نہیں سن سکتا۔ نہ اپنے کام کر سکتا ہوں نہ کسی اور کے۔ ایک چکر ہے جو مجھے بھگائے

پھرتا ہے۔

ارشاد: (محبت سے سراج کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔) سر! جہاں تک میرا بس چلا جہاں تک

ممکن ہو میں آپ کی پریشانی رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔

سراج: یہ لمبی کہانی ہے سر۔۔۔ آپ کے پاس وقت ہے؟

ارشاد: وقت ہی تو حاصل کیا ہے زندگی سے۔ فرمائیے!

سراج: پہلے میری زندگی طلب میں گزری سر! دولت کو حاصل کرنے کا شوق۔۔۔ محبت کو

پانے کا جنون۔۔۔ طاقت کا سودا۔۔۔ مشہور ہو جانے کی آرزو۔۔۔ لیکن اب سر وہ سب

کچھ شاید۔۔۔ شاید باقی نہیں ہے۔ لیکن اب ایک سوال مجھے چٹ گیا ہے۔ اسی سوال کا

جواب میری مشکل بن گیا ہے اور اسی سوال کو دل سے نکالنے کے لیے میں آپ کے

پاس آیا ہوں۔

ارشاد: کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ سوال کیا ہے؟

سراج: سر! اس ترقی پذیر ملک میں جہاں مادہ پرستی مذہب بن گئی ہے۔۔۔ جہاں مقابلہ سخت

ہے۔۔۔ جہاں قدم قدم پر انسان اپنی اقدار کو چھوڑے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہاں۔۔۔

اس معاشرے میں کیا آدمی نیک رہ سکتا ہے۔۔۔ تقویٰ ممکن ہے؟

ارشاد: آپ کا دل کیا کہتا ہے؟

سراج: میرا خیال ہے ایسے معاشرے میں آدمی چاہنے کے باوجود نیک نہیں رہ سکتا۔ کوشش

کے باوصف شرافت اختیار نہیں کر سکتا۔

ارشاد: اس کی وجہ؟

سراج: عائشہ کی بنیادی وجہ مادہ پرستی ہی ہے۔۔۔ اور ہماری قدروں کا ٹوٹنا!

ارشاد: سراج صاحب! آج کے معاشرے میں۔۔۔۔۔ اس ترقی افزا مغربی تقلید کے عہد میں 'وچہ مادہ' پرستی نہیں بلکہ خواہش کی شدت ہے۔ انسان نے یہاں بھی۔۔۔۔۔ ہمارے دلیس میں بھی۔۔۔۔۔ خواہش کو خدا بنا لیا ہے۔ پہچان اس کی یہ ہے کہ خواہش کو خدا بنانے والا کم نصیب نفس امارہ کا غلام ہو جاتا ہے۔ وہ ترش رو، بد خو، بد زبان ہوتا ہے۔

سراج: دیکھو جی۔۔۔۔۔ آپ کی بات کتابی حد تک تو درست ہے لیکن اگر خواہشات پوری نہ ہوں تو آدمی غصہ ورنہ ہو تو کیا ہو بے چارہ؟

ارشاد: لیکن آپ نے یہ بھی دیکھا سراج صاحب کہ جن لوگوں کی زیادہ خواہشات پوری ہو جاتی ہیں 'وہ زیادہ تند خو ہوتے ہیں۔ عموماً وہ لوگ جو دل کے صحن میں اتری ہوئی خواہش کو روٹی کا ٹکڑا اڑال کر الگ ہو جاتے ہیں 'وہ کسی اور مقام پر ہوتے ہیں۔ وہ شور نہیں مچاتے۔ وہ کس مقام پر ہوتے ہیں سر؟

ارشاد: وہ صبر کے مقام پر ہوتے ہیں اور صبر کا مقام ہی ایک ایسا گیٹ دے ہے جہاں پہنچ کر ہر آدمی آزاد ہو جاتا ہے اور آزادی بڑی نعمت ہے سراج صاحب۔۔۔۔۔ یہ تو آپ مانیں گے! صبر میں ایک ہی خوبی ہے کہ یہ خواہش کے پٹے سے آزاد کر دیتا ہے۔

سراج: صبر آزادی عطا کرتا ہے سر؟

ارشاد: صبر انسان میں غنا اور بے فکری پیدا کرتا ہے لیکن صبر وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو آزادی سے محبت کرتے ہیں اور آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ فریڈم لودر ہیں 'صرف وہی صابر ہو سکتے ہیں۔ بے صبر انسان اپنی خواہش کی بے شمار زنجیروں سے بندھا ہوتا ہے۔ اس کو اپنی بیڑیوں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی لیکن وہ اسیر ہوس انہی زنجیروں کے ساتھ قبر میں اتر جاتا ہے۔ آزادی بڑی نعمت ہے سراج صاحب۔۔۔۔۔ لیکن کوئی کوئی آدمی صبر کا دامن تمام کر اس نعمت سے فیض یاب ہوتا ہے 'باقی سب تو آزادی کی برکتوں پر مضمون نویسی کر کے فوت ہو جاتے ہیں۔

کٹ

کچھ دیر بعد

ان ڈور

سین 10

(نہیم) اس وقت بیڈ روم میں ہے۔ وہ سارے بیڈ روم کی چیزیں الٹ پلٹ کر چکا ہے اور اس وقت ارشاد کے رائٹنگ ڈیسک کو تھس تھس کر رہا ہے۔ ایک نچلے

دراز کو وہ زور سے کھولتا ہے۔ نہیں کھلتا تو ٹھنڈا مار کر کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔
دراز کھلتا ہے۔ اس میں بہت سے کاغذات کے نیچے سے ایک پستول نکلتی ہے۔
جس وقت ندیم نے ڈیسک کو کھولنا اور بگاڑنا شروع کیا ہے اس وقت ارشاد آکر
دروازے میں سے اس کی حرکتیں دیکھتا ہے۔)

ارشاد: یہ آپ کیا کر رہے ہیں ندیم؟

ندیم: میں پستول تلاش کر رہا تھا۔ آخر کار مل گئی۔

ارشاد: آپ کسی بہتر طریقے سے بھی یہ تلاشی لے سکتے تھے۔

ندیم: تم نے مجھے خود کہا تھا کہ جب تک میں یہاں رہنا چاہوں نہ رہ سکتا ہوں۔

ارشاد: بالکل۔۔۔۔

ندیم: تم نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے جس چیز کی ضرورت ہو جو کچھ درکار ہو کسی اور کے

آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا صرف تم سے مانگنی ہے۔ قیام کے دوران میں نے کوئی واردات
نہیں کرنی۔ کسی سے نہ کچھ لوٹا ہے نہ چرانا ہے۔

ارشاد: بالکل! میں اپنے الفاظ کا پابند ہوں۔ ندیم اگر آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو میں مہیا

کروں گا۔۔۔ کھانا، کپڑا، رہائش۔۔۔۔

ندیم: میری ضروریات اتنی معمولی نہیں ہیں۔ تم کسی دیہاتی کو بے وقوف بنا سکتے ہو پڑھے

لکھے تعلیم یافتہ آدمی کی ضروریات کمپلیکس ہوتی ہیں۔ کپڑا کھانا مینا اہم نہیں میرے
لیے۔ مومن بھلا دو گے میرے لیے؟

ارشاد: (خاموش ہے)۔

ندیم: میں نے تم سے پستول مانگا تھا۔ دیا تم نے؟

ارشاد: مجھے یاد نہیں تھا کہ پستول کہاں ہے۔۔۔ اور کیوں ہے؟ آپ مجھے بتاتے ہیں تلاشی کر

دیتا۔

ندیم: تم نے کہا تھا کہ میں اس گھر کو اپنا گھر سمجھوں۔

ارشاد: بالکل کہا تھا!

ندیم: تو پھر مجھے میرا جی چاہا میں نے تلاش کر لیا۔ یہ میرا گھر ہے۔

ارشاد: ہاں ہے تو۔۔۔ لیکن اگر اجازت لے لیتے۔۔۔ تو۔۔۔ شاید۔۔۔۔

ندیم: دیکھا دیکھا۔۔۔ دیکھا تمہارے قول اور فعل میں کتنا فرق ہے۔ تم کہتے ہو یہ میرا گھر ہے

لیکن اس کے باوجود مجھے اجازت کی بھی حاجت ہے۔ یہ تم سارے نیک لوگوں کی

مصیبت ہے۔ تمہارے قول اور فعل میں فرق ہے۔۔۔ زمین آسمان کا۔ تم کہتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔

ارشاد: شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔

ندیم: میری پستول کا لاک خراب ہو گیا تھا اس لیے مجھے ضرورت تھی اس پستول کی۔ میں ہتھیار کے بغیر Safe محسوس نہیں کرتا۔

ارشاد: اب خوش ہیں آپ؟

(ندیم پستول کو چومتا ہے۔)

ندیم: ہتھیار ساتھ ہو تو آدمی محفوظ محسوس کرتا ہے۔

ارشاد: ایک ہتھیار تم نے ہتھیالیا ہے ندیم ایک میں پیش کروں؟

ندیم: لاؤ نکالو!

ارشاد: اگر خدا پر توکل کرو گے تو تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ اپنا آپ ڈھیلا چھوڑ دو گے تو۔۔۔ پانی خود تمہاری حفاظت کرے گا۔ سطح پر تیرنے لگو گے۔

ندیم: Get out of the Room میں تم جیسے Preachers کا۔۔۔ اور سلی Sermonizer کا گلا گھونٹ سکتا ہوں۔۔۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔۔۔

(اٹھا کر ایک شیشے کا گلدان ارشاد کو مارتا ہے۔ وہ جھک جاتا ہے۔ گلدان دروازے سے لگتا ہے اور کرچیاں کرچیاں ہو کر گر جاتا ہے۔ کیمبرہ شیشے کے ٹکڑوں پر جاتا ہے۔)

کٹ

سین 11 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ٹرے میں کھانا اٹھائے ارشاد آتا ہے اور ٹرے کو سراج کے سامنے رکھتا ہے۔ اب

دو دونوں قالین پر بیٹھے کھانا بھی کھاتے ہیں اور باتیں بھی کرتے ہیں۔)

ارشاد: سادہ پھلیاں ہیں۔ لنگر سمجھ کے کھائیں پلیز!

سراج:

(کھانے میں شمولیت کرتے ہوئے) میں نے بڑے لنگروں کی روٹیاں توڑی ہیں

حضور۔۔۔ لیکن بڑا ہمدل ہوا ہوں۔ بڑے پیروں کی صحبت میں رہا ہوں لیکن بیکار۔۔۔

صوفی طے تو بد دین۔۔۔ پیر طے تو حریص۔۔۔ رہبر طے تو فاسق۔۔۔ سب جگہ ایک ہی

دستور دیکھا حضور کہ ہر بادی یہی چاہتا تھا کہ مرید مطیع ہو کر چلے۔۔۔۔۔ لائٹھی سے ہانکا جائے اپنی عقل کبھی استعمال نہ کرے۔

ارشاد: اور تم کو اطاعت کی حقیقت نہ بتائی سراج صاحب! تمہیں چھوٹی اطاعت کی چابی سے بڑے سفر کا انجن شارت کر کے نہ دیا۔

سراج: ایسی تو کوئی بات نہ ملی سر! پورے بیس سال پہلے میں اس راستے پر پڑا تھا۔۔۔۔۔
ڈزالو

سین 12 آؤٹ ڈور دن

کیمرہ اندرون شہر کی گلیوں میں جا رہا ہے۔ کبھی وہ جھجے دکھاتا ہے، کبھی دروازے۔ کبھی مکانوں کی ساخت، کبھی گلی کے پیچ و خم۔ اس دوران سراج کی آواز میں یہ مکالمے سپر امپوز ہوتے ہیں۔ آخر میں کیمرہ ایک دکان پر جا کر رکتا ہے جہاں سراج دو تین دوسرے آدمیوں کے ساتھ ورق کوٹنے میں مشغول ہے۔ جب کیمرہ ورق کوٹنے والوں کے پاس پہنچتا ہے تو مکالمہ بند ہو جاتا ہے اور ورق کوٹنے کی آواز فیضان ہوتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔)

سراج: سر میں نے اندرون شہر جنم لیا۔ میری تین پشتیں اسی گلی سے گزرتی ہوئی قبروں میں جا بیسیں۔ میں نجیب الطرفین ہوں۔ میں نے اشرفوں میں آنکھیں کھولیں۔ ماں نے جب دودھ پلایا، وضو کر کے پلایا۔ ہمارے گھر میں مرد اعلانیہ بدقماش نہ تھے۔ وہ برے کام کر کے ان پر نہ تو فخر کرتے نہ ہی شہادتیں اکٹھی کر کے ان سے اپنی برائیوں کا اعلان کرواتے۔ میرے پرکھوں میں نہ تو بدعت تھی نہ ہی بد نظری۔۔۔۔۔ یوں سمجھ لیجئے سر ہم ہوائے زمانہ سے بچے ہوئے تھے۔ پھر وقت بدل گیا۔ رزق حلال کافی نہ رہا۔ کہیں سے بد نیکی در آئی۔۔۔۔۔ مرد بد نظری کا بھی شکار ہوئے۔ آتے جاتے دوسروں پر نظر رہنے لگی اور اپنا احوال مخفی ہو گیا۔ گلی کے بہت سے لوگ کھلے علاقوں میں جا بیسے۔ بس سرکار بد نظری کا آغاز ہوا۔ لوگ کیا پہنتے ہیں؟ کیا کھاتے ہیں؟ کیسے رہتے ہیں؟ لوگوں کے احوال سے اپنے جاسے ٹک ہو گئے۔۔۔۔۔ اپنے قلعے سر دھڑ گئے۔۔۔۔۔ اپنی نیندیں حرام ہو گئیں۔۔۔۔۔ اپنا چین جلاو ہو گیا۔ میری تینوں پشتوں نے ورق کوٹنے سے اب یہ رزق کافی نہ رہا۔ میں اندر کی بد نیکی سے بھاگا سر ارشاد۔۔۔۔۔ میرے لیے کوئی پناہ تھی میں نے سنا

تھا کہ وہ بڑے صوفے ہیں۔۔۔۔ کرنی والے ہیں۔۔۔۔ پل میں دکھ دور کرتے 'ضرورت
پناتے' حالات بدل دیتے ہیں۔

(ورق کو نئے والے کی دکان میں کمرہ سراج کا کلوز اپ لیتا ہے۔)

کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک بڑا کھلا سامیدان ہے جس میں جا بجا قبریں بھی ہیں۔ کچھ مجاور بیٹھے کجور
کی گھلیوں پرورد کر رہے ہیں۔ ایک جانب کوئٹہ ڈنڈے کھڑک رہے ہیں۔
پینے گھونٹنے کا عمل جاری ہے۔ ایک چٹائی پر کچھ سوالی انتظار میں ہیں۔ جگہ جگہ
گوٹے اور پھولوں کے ہار لٹکے ہیں۔ سارا منظر نیلے کا ہے۔ کمرہ ایک حجرے کے
دروازے پر جا کر نکلتا ہے۔ چند لمحوں بعد ایک سوالی اندر سے نکلتا ہے۔ اس کے
بعد ایک آدمی جو پیر جی کا خلیفہ ہے 'باہر آتا ہے۔ دروازے کی کنڈی کھڑکاتا
ہے۔ ایک شان استغنا سے وہ دروازے کے ساتھ لٹکے ہوئے ہار کو سوالیوں کی
طرف پھینکتا ہے۔ ایک نوجوان کی گود میں ہار گرتا ہے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر دروازے
کی طرف بڑھتا ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور شام گئے

(حجرے کے اندر پٹنگ پر پیر صاحب سبز چادر پر نیم دراز ہیں۔ ان کے اپنے
چہرے پر بے چینی نمایاں ہے۔ کبھی ان کی آنکھ پھڑکتی ہے، کبھی ناک پھڑپھڑاتی
ہے۔ وہ ایک پرچ میں سیب کامربہ رکھے کھا رہے ہیں۔ ان کی پائنتی ایک جوان
سال لڑکی بیٹھی ان کے پاؤں دبانے میں مشغول ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے پلو سے
آنسو بھی پونچھ لیتی ہے۔ ایک کونے میں سراج محمد ہاتھ باندھے بیٹھا ہے۔)

عورت یہ نہیں مانتی سراج۔۔۔ کہتی ہے میرے ڈکڑے کر دیں لیکن قوم کے ساتھ نہیں جاؤں
گی۔

بھیر: کیوں بھڑا؟ جذبہ فعل حق۔۔۔۔۔ سلوک کو شش عروج ہے۔ تو روز آسکے گی؟ خدمت کر سکے گی؟

عورت: کر لے گی جی کر لے گی۔ آپ حکم دیں پیر جی۔

بھیر: (آنکھیں پھر کر آسمان کی طرف دیکھ کر) حق اللہ۔۔۔۔۔ حکم حاکم کا۔۔۔۔۔ حکم دائمی دم بہ

دم۔۔۔۔۔ حکم نزول۔۔۔۔۔ مفردات عروج مرکبات۔۔۔۔۔ عروج مواخذہ حکم عقل فعال نباتات و جمادات زشتی! حکم خارجی و باطنی۔۔۔۔۔ حکم فانی اللہ بقاء اللہ۔۔۔۔۔

عورت: (بات بالکل سمجھ نہیں پائی) جی جی سرکار! بالکل درست۔۔۔۔۔ بالکل حق۔۔۔۔۔

بھیر: کیوں بھڑا تو نے حامی نہیں بھری؟

(لڑکی سر ہلاتی ہے۔)

بھیر: روز آئے پاؤں دابے۔۔۔۔۔ ثواب لے اول طول۔ اول۔۔۔۔۔ توبہ اخلاص سر رضا۔

عورت: آئے گی جی روز آئے گی سرکار! آپ حکم دیں تو میں یہیں چھوڑ جاؤں درگاہ پر۔

(بھیر نہ جواب دیتا ہے نہ متوجہ ہوتا ہے منہ میں سیب کا ٹکڑا ڈالتا ہے اور حق اللہ)

حق اللہ کا ورد کرتا ہے۔ آہستہ سے گھٹنوں کے بل سراج آگے بڑھتا ہے۔)

سراج: سرکار!

بھیر: بیٹا بہ نجس پلید کتے۔۔۔۔۔ بیٹا رہ۔ تحصیل خشوع جائز۔۔۔۔۔ باطن سے غضری حکمرانی

نکال پھینک۔۔۔۔۔ ختم کو پھل بننے میں فلک الافلاک التوبہ کا سہارا ڈھونڈ۔۔۔۔۔ مولید ثلاث

عادت ہیں۔ حد عقل نامکمل پھر بھی بکواس کرتا ہے۔

سراج: (نہ سمجھتے ہوئے) حضور میں سمجھا نہیں تمہیں کیا کروں گا؟

(اس وقت خلیفہ اور اس کے ساتھ نوجوان حجرے میں داخل ہوتے ہیں۔ خلیفہ

آخری جملہ سنتا ہے اور نوجوان کو چھوڑ کر سراج کے پاس آتا ہے۔ پھر جھک کر

سمجھانے کے انداز میں سراج کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا ہے۔ بہت ہی آہستہ

سرگوشی کے عالم میں:)

خلیفہ: یہاں آکر سمجھنے کی شرط نہیں۔ حضور جذب کی کیفیت میں ہیں۔ جو بولتے ہیں حق

ہے۔ پھر ہم جیسوں کو اس کی سمجھ کہاں!

سراج: میرا ایک مسئلہ تھا جناب عالی!

خلیفہ: سب حل ہو جائیں گے کیا دینی کیا دنیاوی! حضور کی پابند کت ذات پر بھروسہ رکھو۔

حضور میں رہوئے منہ سے قلب سے اطاعت کرو۔۔۔۔۔ ہر مسئلہ حل ہو جائے گا۔

بیر: (یکدم انگلی اٹھا کر) قوت القلوب۔۔۔ محافظہ۔۔۔ اطاعت موكده۔۔۔ اذکار منقولہ۔۔۔
حق اللہ۔۔۔ حق اللہ۔

سراج: میں سمجھا نہیں سائیں جی کی رمز۔

خلیفہ: بھائی میرے سمجھنا پوچھنا کچھ نہیں۔۔۔ میں دیکھتا ہوں تمہیں کبر کی بیماری ہے۔ اندر آؤ
میرے ساتھ۔

بیر: (بڑے طمطراق سے) لڑکی پاس آ میرے!

عورت: آپ کے پاس بیر جی؟ (لڑکی سے) اٹھ پاس جا۔

(لڑکی اٹھتی ہے، دوڑا نو ہو کر بیر کے آگے بیٹھتی ہے۔)
خلیفہ: اٹھئے میرے ساتھ چلئے۔

(سراج خلیفہ کے ساتھ جاتا ہے۔ بیر کے آگے سر جھکا کر لڑکی بیٹھتی ہے۔)
بیر: دست خدا ہے پیشوا۔۔۔ ہماری طرف دیکھ کم عقل لڑکی۔۔۔ بد نصیب!

عورت: (آہستہ) گھبرا نہیں صغریٰ! شاہ جی کی طرف دیکھ۔

(لڑکی بیر کی طرف دیکھتی ہے۔ بیر کے چہرے پر شیطانیت برس رہی ہے۔)
کٹ

سین 15 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ایک چھوٹا سا حجرہ جس کی دیواروں پر پرانی تلواریں لٹکی ہوئی ہیں۔ جابجا کیلنڈر
نما تصویریں خانہ کعبہ اور زیارات کی بھی لٹکی ہوئی ہیں۔ چھت سے سبز رنگ کی
چادریں لٹک رہی ہیں جن میں گونے اور پھولوں کے ہار ہیں۔ کمرے میں شیشے
کے چوکور مستطیل ڈبے ہیں جن میں تمبرکات پڑے ہیں۔ کہیں پرانی کتابوں کا
ڈھیر ہے۔ سارے کمرے میں سبز روشنی پھیلی ہے۔ دروازہ کھول کر خلیفہ اور
سراج داخل ہوتے ہیں۔)

خلیفہ: یہ نوادرات چھ پشتوں سے چلی آرہی ہے۔ شاہ جی کسی کو دکھاتے نہیں پر آپ کے لیے
حکم ہو گیا تھا۔ ان کی زیارت سے باطن روشن کر لیجئے۔ ایسا خزینہ کہیں نہیں ملے گا۔ ایسا
موقع کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

(سراج ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انداز میں تمبرکات کی جانب بڑھتا ہے۔ اس

وقت اوپر سے ایک تھیلی کرتی ہے جس میں کچھ نقدی اور نوٹ ہیں۔ سراج حیران ہوتا ہے۔)

خلیفہ: اٹھا لیجئے۔ اٹھا لیجئے! غیب سے مدد ہوئی ہے۔ اٹھا لیجئے۔ کرم ہو گیا، فضل ہو گیا ہے۔ شاہ جی کی نظر کرم کا صدقہ اٹھا لیجئے۔

(سراج تھیلی اٹھاتا ہے۔ ہزار کا نوٹ نظر آتا ہے۔)

کٹ

سین 16 ان ڈور شام کا وقت

(سراج اور ارشاد قالین پر بیٹھے ہیں۔)

سراج: بات ہی ایسی ہوئی کہ میرے اعتقاد میں مضبوطی ہوتی چلی گئی۔

ارشاد: جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے دل میں طلب کیا تھی؟

سراج: بیٹی کی شادی تھی۔ ہاتھ پھیلانے کی عادت نہ تھی۔ قرض کہیں سے ملتا نہ تھا۔ یہی راست

لوگوں نے بتایا۔ شروع شروع میں تو روز ہی درگاہ سے کچھ نہ کچھ ملتا رہا۔ یافت ہونے لگی۔۔۔۔۔ پھر ایک واقعہ ہو گیا ارشاد صاحب۔

ارشاد: جی فرمائیے! میں سن رہا ہوں۔

سراج: شاہ صاحب اس لڑکی کے ساتھ بھاگ گئے جو میری طرح حالات کی دلدل سے تنگ

تھی۔ درگاہ پر کوئی باقی نہ رہا۔۔۔۔۔ سوالی کچھ دنوں جاتے رہے پھر۔۔۔۔۔ جگہ سنسان ہو گئی۔۔۔۔۔ میں بھی عجیب تذبذب میں گھر گیا۔۔۔۔۔

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور دوپہر کا وقت

(کچھ مجذوب نمادرویش سیاہ کپڑے پہنے گلے میں مالائیں لٹکائے تافار ہے ہیں۔)

پہلے قولی کا الاپ غالب رہتا ہے پھر الاپ آہستہ ہو کر بیک گراؤنڈ میں چلا جاتا

ہے اور اس پر سراج کی آواز غالب آ جاتی ہے۔)

سراج: میں دو دن کا سفر کر کے درگاہ پر پہنچا تھا۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ وہاں سے ایسا تعویذ ملتا ہے

جس سے قرضہ اتر جائے گا۔۔۔ بیٹی کی شادی پر جو قرض میں نے اٹھایا تھا ارشاد صاحب اس کے قرض خواہ روز تک کرتے تھے۔۔۔ روز حملہ آور ہوتے تھے۔۔۔ لیکن یہ جگہ بھی فراڈ نکلی۔ یہاں میں ایک رات رہا اور میرا بیوہ چوری ہو گیا۔۔۔ خالی ہاتھ گھر لوٹا۔۔۔ پھر توبہ کی کہ کسی درگاہ پر نہ جاؤں گا۔

ذوالو

سین 18 آؤٹ ڈور دن

(ایک کھلے میدان میں ایک فقیر سبز لباس پہنے گھنگھروؤں والا سونا کھڑکا جا رہا ہے۔ اس کے بہت پیچھے جیسے آوازیں دیتا سراج جا رہا ہے۔ اس پر ارشاد اور سراج کا مکالمہ سپر امپوز کیجئے۔)

ارشاد: اس سفر کی صعوبت تو آپ نے فضول اختیار کی۔

سراج: تو میں کیا کرتا؟

ارشاد: مشائخ کی تلاش تو انسان کو اپنی اصلاح کے لیے کرنی چاہیے جیسے بیمار ڈاکٹر تلاش کرتا ہے۔ ایک سے آرام نہ آئے تو دوسرے کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے لیکن آپ تو ہمیشہ حالات بدلنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگے۔

سراج: مجھ پر لوگوں نے تعویذ کیے تھے۔ مجھ پر اثر ہو گیا تھا ارشاد صاحب! کیا اللہ والے دنیا کے کام نہیں کرتے؟

ارشاد: کرتے ہیں۔۔۔ سارے کام کرتے ہیں۔ خلق ہی کے تو کام آتے ہیں۔۔۔ لیکن کام مقصود بالذات نہیں۔۔۔ مقصود روح کی شفا ہے، بگڑے دل کی اوور ہالنگ ہے۔ روح کی شفا تو آپ نے کبھی طلب ہی نہیں کی۔۔۔ اللہ کی محبت تو آپ نے مانگی ہی نہیں۔ ایسی دکانوں پر پھرتے رہے جہاں روح کا سودا ہی نہیں ملتا۔ آپ بھی بڑے بھولے ہیں سراج صاحب!

ذوالو

سین 19 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سین سے لہذا ذوالو بتا کر دکھائیے کہ لقمہ و دق میں آگے آگے عبد اللہ

گڈ ریا اپنا ریوڑ لے کر جا رہا ہے۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہے۔ اس سے پیچھے
 ارشاد آرہا ہے اور سارے میں ذکر کی آواز گونج رہی ہے۔ ساتھ ساتھ دل کے
 دھڑکنے کی آواز بھی آتی رہتی ہے۔
 کٹ

سین 20 ان ڈور رات

- (سراج اور ارشاد گم سم قالین پر بیٹھے ہیں اور اسی طرح باتیں ہو رہی ہیں۔)
- ارشاد: میں آپ کی ساری بات سمجھ گیا ہوں سراج صاحب، لیکن شاید ابھی تک آپ خود اپنا
 عندیہ نہیں سمجھ پائے۔ آپ کو خود معلوم نہیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔
- سراج: میں اس ترقی کرنے والے ملک میں مادہ پرست لوگوں کے درمیان رو کر ایمانداری سے
 زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھ سے ہوتا نہیں۔
- ارشاد: جی!
- سراج: میں نے کئی درگاہوں پر حاضری دی۔۔۔۔۔ بے شمار پیروں کے پاؤں دابے۔۔۔۔۔ جس کے
 گلے میں منکے دیکھے اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔۔ بہت جگہ حاضری دی۔۔۔۔۔
- ارشاد: پھر؟
- سراج: سب نے مجھے لوٹا۔۔۔۔۔ ہر ایک نے میری چڑی اتاری۔۔۔۔۔ سب نے مال بنایا۔
- ارشاد: شاید آپ ان فقیروں سے اور ان پیروں سے دنیا بہتر بنانے کا نسخہ لینے گئے تھے۔ آپ کو
 خود معلوم نہیں تھا کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔
- سراج: میں متقی بننا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ پرہیزگار اور ایماندار بن کر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔
- ارشاد: اس کے لیے تو زیادہ دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں سراج صاحب! اس کے لیے
 تو ایک فیصلے کی ضرورت ہے کہ کھٹا لینا ہے یا میٹھا۔ طلب کی ہو اور پیاس جان لیو اور تو
 رہبر خود بخود دروازے پر آکر دستک دیتا ہے۔
- سراج: کمال ہے! آپ اننا مجھے ہی تصور وار ٹھہرا رہے ہیں۔
- ارشاد: کیا آپ دیکھتے نہیں سارے شہر میں نیم حکیم بھرے بیٹھے ہیں 'Fake Doctors'! جعلی
 وردیوں میں گھوم رہے ہیں اصل بن کر! بہرہ و پیسے پالیس من پھرتے ہیں! وہ نمبر مال
 بنانے والے ان پڑھ استاد، غیر نما سکھ و سیاستدان، ہر طبقے میں جعل ساز موجود ہیں۔ آپ

صرف جعلاز پيروں کے کیوں خلاف ہیں؟

سراج: وہ اس لیے کہ حیر اللہ کی راہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ارشاد:

جعلاز بہرو پیئے اور اصل میں فرق قائم رکھنا چاہیے سراج صاحب۔۔۔۔ اور پھر ہم لوگ تو کبھی کبھی اصل کی منزل بھی کھوٹی کر دیتے ہیں۔

سراج: وہ کیسے سر؟

ارشاد:

ہم جیسے حرمیں، غرض مند، ہوس کار، روپیہ دو گنا کرانے والے، انعامی بانڈ کا نمبر معلوم کرنے والے، ریس کا گھوڑا پوچھنے والے اچھے بھلے صاحب کشف کو اونچے مقام سے کھینچ کر گہرے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ جو آدمی فقیر کے پاس مانگنے ہی دینا جاتا ہے، وہاں آگے سے مقابلے میں دنیا ہی نکلے گی۔ اور جب ان دونوں کا ٹکراؤ ہوگا تو مانگنے اور دینے والے دونوں کے منہ پر کالک ہی ملی ہوگی۔

سراج:

میں تو کہتا ہوں کہ اس دنیا میں کوئی اصلی آدمی، کوئی اصلی رہبر، اصلی ہادی ہے ہی نہیں۔

ارشاد:

آپ اپنی طلب درست کر لیجئے، اصل آدمی مل جائے گا۔ خود بخود آجائے گا آپ کے پاس۔۔۔۔ کرایہ خرچ کر کے، ٹکٹ خرید کے!

سراج:

چلئے پھر ٹھیک ہے ارشاد صاحب میں دنیا سے منہ موڑتا ہوں آج سے، اسی لیے

سے۔۔۔۔ دکان میں چھوڑتا ہوں، گھر میں نے چھوڑا ہے۔ آپ مجھے اپنا غلام بنالیں، اپنا خلیفہ بنالیں، یہاں ڈیرا چلائیں۔

ارشاد:

مبتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ رزق حلال کمائے اور اپنی اور اپنے گھر والوں کی کفالت کرے۔ آگے چل کر وہ کام تو اسی طرح سے کرتا رہے گا لیکن آہستہ آہستہ اس سے علائق دنیا جدا ہوتے جائیں گے۔۔۔۔ فکر اہل و عیال، اندیشہ مال و زر، حب و جاہ و تمکنت سے چھٹکارا ہونے لگے گا۔ جب تعلق اور جگہ ہو جائے گا تو یہ کام فردی رہ جائیں گے اور فردی کاموں کا عمر بھر کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔

سراج:

اصل میں بات یہ ہے ارشاد صاحب کہ میں کرامت کی تلاش میں آپ کے پاس آیا تھا اور عامر صاحب نے مجھے یہی امپریشن دیا تھا۔ لیکن افسوس مجھے آپ سے وہ حاصل نہیں ہوا جو میری آرزو تھی۔ آپ تو مجھے پھر میری دلدل میں واپس بھیج رہے ہیں گہری اور گوڑے گوڑے کھوپڑی دلدل میں!

ارشاد:

(حیرانی، خوشدلی اور خوش اسلوبی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا ہے۔)

سراج:

یہ عامر صاحب بھی بڑے بھولے آدمی ہیں۔ کہتے تھے سارے جا لے اتر جائیں گے!

بات شیشہ ہو جائے گی ارشاد صاحب سے مل کر۔ یہاں تو سواہ بھی نہیں!

ارشاد: میل جول رکھیں سراج صاحب آتے جاتے رہیں۔ کیا پتہ آپ سے ہمیں کچھ فائدہ ہی پہنچ جائے۔۔۔ کوئی راہ ہی سیدھی ہو جائے ہماری۔

سراج: خدا نہ کرے میں اب یہاں قدم رکھوں یا پھر کبھی آؤں اس طرف۔ وہ تو قصہ ہی ختم ہو گیا۔ میری تو خواہش تھی کہ آپ مجھے یہاں رکھتے اپنا خلیفہ بناتے۔ ہم یہ ذرا چلاتے لوگوں کی مدد کرتے۔ لیکن آپ تو مجھے رزق حلال کمانے کو کہہ رہے ہیں۔ حد ہو گئی! میں دنیا چھوڑنی چاہ رہا ہوں آپ وہی پکڑا رہے ہیں۔

ارشاد: میں آپ کو کلہاڑی اور رسی سے زیادہ اور کیا دے سکتا ہوں سراج صاحب!

سراج: (غصے سے) ادھی میں نے کیا کرنی ہے کلہاڑی اور رسی! سر میں مارنی ہے؟

(غصے کے ساتھ اٹھتا ہے اور "ہونہہ" کہہ کر باہر نکل جاتا ہے۔)

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(ندیم ایئر پورٹ کے باہر۔ اس نے داڑھی بڑھا رکھی ہے۔ شلوار قمیض پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں تسبیح اور چھوٹا سا بیگ ہے۔ سر پر دوپٹی ٹوپی ہے۔ خوب بہروپ بنایا ہوا ہے۔ گیٹ پر ٹکٹ دیکھنے والے سپاہی کو اپنا ٹکٹ دکھا کر اندر چلا جاتا ہے۔)

کٹ

سین 22 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ندیم ہال کے اندر امیگریشن کے کاؤنٹر کی قطار میں کھڑا ہے۔ ندیم کے چہرے کے گداز آپ سے اس کی پریشانی عیاں کی جائے۔ جب وہ کاؤنٹر پر پہنچتا ہے تو وردی پوش امیگریشن آفیسر قدرے شک و شبہ سے اس کا پاسپورٹ دیکھتا ہے۔ پھر آگے پیچھے پاسپورٹ کے صفحات کی ورق گردانی کرتا ہے۔ پھر اس پر شبہ کا کرندیم کے حوالے کر دیتا ہے۔ ندیم اطمینان کا سانس لے کر کلیئر کیے ہوئے

لوگوں میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آفیسر آکر ندیم سے اس کا پاسپورٹ مانگتا ہے۔ ندیم پریشانی کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ پاسپورٹ اس نے آفیسر کو دیتا ہے جو تصویر نکال کر ندیم کا چہرہ اس سے ملاتا ہے، شک و شبہ کے ساتھ اس پاسپورٹ کو دیکھتا ہے اور پاسپورٹ کو ہاتھ میں لے کر پھر کاؤنٹر پر آتا ہے۔ ساتھ ساتھ ندیم ہے۔ کچھ دیر ان دونوں آفیسروں کے درمیان خاموش مکالمے ہوتے ہیں اور پھر دوسرا آفیسر پاسپورٹ ندیم کو دے کر اسے سلیوٹ کرتا ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ ندیم پاسپورٹ لے کر واپس اپنی جگہ پر چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سواریاں اس بس میں ٹیٹھتی ہیں جو جہاز تک جایا کرتی ہے۔ ندیم بھی اس بس میں سوار ہوتا ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 10

کردار

ارشاد :	ہیرو۔ سالک
مومنہ :	ہیروئن
ڈاکیہ محمد حسین :	ارشاد کے مرشد
بابا غلام دین :	ڈاکیہ محمد حسین کے مرشد
اماں طالعاں :	بوڑھی معصوم عورت
ندیم :	دنیا سے ناراض اپنے سے ناخوش
پروفیسر عائشہ :	مومنہ کی والدہ
عذرا :	امیر کبیر چوہدرائن۔ بیوہ
شاہدہ	[
کلثوم	
انوشے	
جاوید	
رضوان	
یونیورسٹی کے طلباء طالبات :	

سین 1 ان ڈور شام کا وقت

(حوالات میں کچھ فاصلے سے چلتا ہوا ارشاد آتا ہے۔ اس کے ساتھ سپاہی ہے۔ شبہ یہ گزرتا ہے جیسے اسے خود حوالات میں بند کرنے کے لیے سپاہی ساتھ ہے۔ کچھ دور جا کر سپاہی ایک سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچتا ہے۔ پہلا سپاہی دوسرے نگران سپاہی سے کچھ کہتا ہے۔ پھانگ کا نگران سلاخوں والا دروازہ کھولتا ہے۔ پچھلا سپاہی مڑ جاتا ہے اور دوسرا سپاہی ساتھ چل کر حوالات کے قیدیوں کی کھڑکی کے آگے پکارتا ہے:)

سپاہی: کون ہے بھی ندیم حمید ولد سردار علی؟ ملاقاتی آئے ہیں۔
 ندیم: (سلاخوں کے پاس آکر) میں ہوں ندیم حمید۔۔۔ سلام علیکم ارشاد صاحب!
 (سپاہی لوٹ جاتا ہے۔)

ارشاد: وعلیکم السلام۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تمہیں۔۔۔ یعنی کس طرح یہاں؟
 ندیم: بس جی۔۔۔ میں خود نہیں جانتا کیسے۔۔۔ کوئی ایسا بڑا واقعہ بھی نہیں ہوا جس سے میری کایا کلب ہو گئی ہو۔۔۔ میں نے کوئی بڑی تبدیلی بھی اپنے اندر محسوس نہیں کی لیکن۔۔۔
 ارشاد: پھر بھی تم نے یہ فیصلہ کیسے کیا؟

ارشاد: اچانک سر بالکل اچانک! میں بڑی سہولت سے آپ کے پاسپورٹ پر ٹریول کر رہا تھا۔ آپ کے چرائے ہوئے ٹریولرز چیک میرے لیے کافی تھے۔۔۔ لندن میں میرے لیے پولیٹیکل اسالیم کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔۔۔

ارشاد: جب سب سہولتیں مہیا تھیں تو پھر تم نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کیوں کیا؟ لندن کا چانس کیوں نہ لیا؟

ندیم: سر آپ کو معلوم تھا کہ میں نے آپ کا پاسپورٹ بڑی دھونس سے لیا ہے۔ آپ کو تو پتہ تھا کہ آپ کے ٹریولرز چیک میرے پاس ہیں۔ پھر آپ نے پولیس کو رپورٹ کیوں نہ کی؟ مجھے کیوں نہ پکڑ دیا؟

ارشاد: اس کی کوئی معقول وجہ میرے پاس بھی نہیں ہے ندیم! لیکن ہو سکتا ہے یہ محض غفلت ہو میری جانب سے۔

ندیم: نہیں، غفلت نہیں۔۔۔ آپ نے مجھے چانس دیا۔۔۔ میں دوعی تک بڑے آرام سے پہنچ

کیا تھا ارشاد صاحب۔ وہاں ایئرپورٹ پر میں ڈیوٹی فری شاپ میں گھوم رہا تھا جب اچانک ایک پرفیوم کے شوکیس کے آگے مجھے یوں لگا جیسے کوئی خوشبو میرے پاس سے گزری۔۔۔۔ میں سمجھا جیسے ان بوتلوں میں سے کوئی کھلی رہ گئی ہے۔ میں کتابوں والی سائیڈ پر چلا گیا خوشبو ساتھ تھی۔۔۔۔ جیسے تمباکو میں مٹی کا عطر ملا ہو۔۔۔۔ پہلی بارش کی خوشبو میں کوئی جلتا سگریٹ پھینک گیا ہو۔

ارشاد: پھر؟

ندیم: پھر مجھے پتہ چلا کہ آپ دوئی میں تھے۔۔۔۔ وہیں کہیں گفٹ شاپ پر۔۔۔۔ میرے ساتھ ساتھ۔۔۔۔ اور آپ نے میرے لیے دونوں دروازے کھول دیئے تھے۔۔۔۔ زندگی کا دروازہ بھی اور عاقبت کا گیٹ بھی!

ارشاد: میں ایسی کرامات نہیں کر سکتا ندیم! اس کے لیے اور لوگ ہوتے ہیں۔

ندیم: آپ نے پاسپورٹ بھی مجھے دے دیا۔ ٹریولرز چیک بھی عنایت کر دیئے اور ساتھ ساتھ میرے مردہ دل کو بھی جکا دیا۔ اب فیصلہ مجھے کرنا تھا!

ارشاد: اور پھر تم نے یہ فیصلہ کیا؟

ندیم: میں ایک دروازے سے لندن میں داخل ہو سکتا تھا سر! پولیٹیکل اسالیم لے سکتا تھا۔ دوسری طرف اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے اپنے اندر کی سزا سے بچ سکتا تھا۔۔۔۔ میں نے اپنے اندر کی سزا سے بچنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ مانیں گے تو نہیں لیکن میں بہت خوش ہوں۔۔۔۔ سب کچھ آپ نے کیا۔۔۔۔ سب کچھ۔

ارشاد: یہ بھی تمہاری شرافت ہے ندیم کہ تم اتنے بڑے قدم کا کریڈٹ مجھے دے رہے ہو۔ ورنہ یہ تو تمہاری اپنی چوائس تھی۔۔۔۔ تمہاری اپنی قوت فیصلہ!

ندیم: سر آپ گفٹ شاپ پر آئے تھے ناں دوئی ایئرپورٹ پر؟ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا ناں؟ اب آپ مجھ سے ہاتھ نہیں ملائیں گے؟

ارشاد: ضرور ندیم! ضرور! (ہاتھ بڑھاتا ہے۔)

ندیم: (دونوں ہاتھوں میں ہاتھ پکڑ کر) دعا کیجئے گا سر۔۔۔۔ میں بدل نہ جاؤں۔۔۔۔ مگر نہ جاؤں۔ دعا کیجئے گا سر۔۔۔۔ میں ایک مدت کے بعد زندہ ہوا ہوں! کہیں میں پھر نہ مر جاؤں۔ دعا کیجئے میری ناں میرا فیصلہ نہ بدل دے۔۔۔۔ وہ میرے معاملے میں بہت کمزور ہے۔

سین 2 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد کے سامنے پروفیسر عائشہ اور عذر اسلمان بیٹھی ہیں۔)

ارشاد: ایمان اور یقین ایک اونچی کند ہے پروفیسر صاحب! یہ ماورائے پیغامات کھینچ سکتی ہے وہاں کی آگاہی کا گھیراؤ کر سکتی ہے۔۔۔۔ لیکن دماغ بد قسمتی سے وہاں نہیں پہنچ پاتا۔ وہ دنیاوی معاملات ہی سلجھانے کے کام آتا ہے۔

عائشہ: اب اتنی آسانی سے تو عقل اور عقل کی کنٹری بیویشن کو Negate نہ کریں ارشاد صاحب! آج کا عہد۔۔۔۔ اس عہد کی ترقی۔۔۔۔ انسانی سوجھ بوجھ یہ سب کچھ عقل کے تحفے ہی تو ہیں۔

ارشاد: میں آپ سے ڈس ایگری نہیں کر رہا پروفیسر صاحب۔۔۔۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ اب ہم نے فراست، بصیرت اور وجدان کی نعمت سے منہ موڑ لیا ہے اور سائنس دانوں نے اسے پکڑ لیا ہے۔ وہ جب بھی کوئی تھیوری بناتے ہیں 'Speculation' کرتے ہیں 'Discover' کرنے کی تیاری کرتے ہیں تو ان کا سارا دار و مدار ایک یقین پر 'ایک فیتھ' پر ہوتا ہے۔۔۔۔ اپنی تھیوری کے اعتقاد پر اس کے خواب پر۔

عائشہ: تھیوری کے اعتقاد پر؟

ارشاد: سائنس دان کسی ایک مفروضے پر، کسی ایک Hunch پر سالہا سال ریسرچ کر سکتا ہے۔۔۔۔ یقین کے ساتھ، اعتماد کے ساتھ۔۔۔۔ اس کا فیتھ مضبوط نہ ہو تو Discoveries کا سلسلہ بند ہو جائے، دریا فتوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

عائشہ: آپ سائنس دانوں کو Defend تو کر رہے ہیں، لیکن ایک عجیب طریقے سے۔

ارشاد: آج کے عہد میں انسانوں کے سوال اور ان کے تھانے بدل گئے ہیں پروفیسر صاحب! اسی لیے سائنس دانوں کے رویے کو غور سے دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر ڈاکٹر Jonaz Salk کو اس بات کا پختہ یقین نہ ہوتا کہ کہیں نہ کہیں، کسی نامعلوم میں، کسی اور معلوم میں پولیو کا نسخہ موجود ہے تو وہ پولیو ویکسین کی کھوج میں یوں نہ نکلتا۔ ڈاکٹر Salk نے بھی کسی پرانے بابے کی طرح پختہ اور کامل اعتماد کے ساتھ اپنی ریسرچ کو اعتقاد کے حوالے کر دیا۔ سوال میز حاتھا، یقین کامل نے جواب صحیح نکال دیا۔۔۔۔ اور ایک ڈاکٹر Salk پر ہی کیا موقوف ہے سائنس کی بھری پری دنیا میں۔۔۔۔

عذر: لیکن اس وقت جن سوالوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے ان کے جواب آپ کے بابے نہیں

دے سکتے۔ ان کے جواب تو ڈاکٹر 'سائیکس ایٹرسٹ' Politicians, Consultants اور Economists وغیرہ ہی دے سکتے ہیں۔۔۔۔ جو دو اور دو چار کر کے بتا سکیں۔۔۔۔ سارے مسائل ڈسکس کر سکیں ہمارے ساتھ اول سے آخر تک۔

ارشاد: عجیب بات ہے کہ جس طرح پہلے مرشد بات منواتا تھا، کرو سر جھکواتا تھا، اسی طرح اب سائنس دان ایک تھیوری کے آگے 'ایک مفروضے کے آگے' ایک یقین کے آگے خود بھی جھکتا ہے اور اپنے چیلے کو بھی جھکاتا ہے۔۔۔۔ عقل سے بھی 'بصیرت سے بھی اور وجدان سے بھی۔

عذرا: پھر اہمیت کس کو ہوئی۔۔۔۔ جسم کو، روح کو یا دماغ کو؟

ارشاد: کمال ہے بیگم صاحبہ! آپ سٹول کی تینوں ٹانگوں کے بارے میں پوچھ رہی ہیں 'ان میں سے اہم ترین کون سی ہے کہ سٹول کرنے نہ پائے اور اپنا توازن قائم رکھے۔

عائشہ: تینوں ہی اہم ہیں سبز سلمان اور ایک جیسی اہم ہیں۔

عذرا: مجھے تو سمجھ نہیں آتی بالکل۔ میں تو قدم قدم پر غلطیاں کرتی ہوں اور قدم قدم پر گرتی ہوں۔

ارشاد: انسان غلطی بھی کرتا ہے، مگر تا بھی ہے اور ناکام بھی ہوتا ہے۔۔۔۔ انسان جو ہوا۔ اس کائنات میں صرف ایک ذات ایسی ہے جو نہ غلطی کرتی ہے اور نہ ہی ناکام ہوتی ہے۔

عذرا: خدا کی ذات!

ارشاد: اب جو لوگ اپنی غلطیوں پر اور کمزوریوں پر کڑھتے ہیں 'ان میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں' وہ نعوذ باللہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔۔۔۔ اور جب ان سے خدا بنا نہیں جاتا کہ یہ ناممکن بات ہے تو پھر وہ شیطان بن جاتے ہیں اور بڑے نقصان کرتے ہیں۔

عائشہ: سارے معاشرے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

ارشاد: سارے معاشرے کو اپنے آپ کو 'پورے ماحول کو۔۔۔۔ (موڈ بدل کر) پاکہتن میں میں نے بابا صاحب کے حزار پر ایک فقیر کو دیکھا کہ ہاتھ میں روٹی رکھے کھا رہا تھا اور اس کے کچلوں کے کبوتروں کو ڈال رہا تھا۔ میں نے کہا "بابا! اس درگاہ میں تم کیا کام کرتے ہو؟" کہنے لگا "صاحب! ہم گرتے ہیں اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر گرتے ہیں اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ہمارے بابوں نے مومن کی یہی شان

بتلائی ہے کہ گرے تو پھر اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ پھسلے تو پھر سنبھل جائے۔ مومن وہ نہیں ہوتا کہ ٹھوکر ہی نہ کھائے۔ مومن وہ ہوتا ہے کہ ٹھوکر کھائے تو ترنت اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔

عائشہ: لیکن میں تھوڑا سا اس سے مختلف سوچتی ہوں ارشاد صاحب۔۔۔ میرے۔۔۔ خیال میں۔۔۔

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(فروٹ منڈی کے مختلف مناظر۔ بھیڑ بھاڑ میں بابا غلام دین ماتھے کے آگے سے کانچہ رکھے کمر پر تین چار بھاری بھاری پٹیاں لاد کر جا رہا ہے۔ اس کے چہرے سے بوجھ کے آثار نمایاں ہیں۔ بابا غلام دین ایک آڑھت کے آگے جا کر رکتا ہے اور آڑھتیاں کی پیٹھ سے سامان اتارنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 4 ان ڈور شام کا وقت

(گاوں کے کچے گھروں میں ایک گھر۔ بوڑھی اماں طالعاں چولہے کے پاس بیٹھی روٹی ہانڈی کر رہی ہے۔ چولہے سے ایلوں کا دھواں اٹھ رہا ہے اور خوبصورت صابر شاہر پر امید اماں بیٹھی رسوئی کر رہی ہے۔ ایک مرتبہ اٹھ کر اندر کوٹھڑی میں جاتی ہے اور کپڑے سے منہ بند ایک کجا اٹھا کر لاتی ہے۔ اس میں شاید گھی ہے۔ کھانے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اتنے میں بابا غلام دین کا ہاتھ پکڑے گاؤں کا کالی داڑھی والا ملا فیملہ میں داخل ہوتا ہے۔ دونوں آکر اماں کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بابا غلام دین مجرم سا بنا کھڑا ہے اور اس کے چہرے پر مایوسی اور کرب کے آثار ہیں۔)

طالعاں: بیٹھو مولوی جی! بیٹھو۔۔۔ موڑھے پر بیٹھو۔۔۔ منی پر بیٹھو۔۔۔ موڑھا کر دے غلام
رہیں۔۔۔

مولوی: نہیں بی بی میں اس وقت نہیں بیٹھوں گا پھر کبھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اس وقت تو میں بابے غلام دین کو واپس کرنے آیا تھا۔

(کیمرہ بابے غلام دین کا چہرہ دکھاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر داڑھی پر آرہے ہیں۔)

طالعال: بابے غلام دین کو واپس کرنے آئے ہو مولوی جی؟

مولوی: ہاں بی بی! کچھ میرا علم چلا نہیں بابے پر۔

(اماں بابے کی طرف دکھ بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ بابا اور بھی مایوس اور مجرم سا تصویر یاس بنا کھڑا ہے۔)

طالعال: (وقفے کے بعد) کیوں غلام دین! نہیں چلیا کوئی زور؟

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

طالعال: (تشفی بھرے انداز میں) کوئی نہیں کوئی نہیں! اللہ خیر کرے گا۔ فضل کرے گا میرا

مولا۔۔۔۔۔ سوہنا سائیں۔۔۔۔۔ پالن ہار جہاناں کا۔

مولوی: میں نے پورے چھ مہینے اس کو سبق دیا بی بی۔ بڑی محنت کی اس پر صبح شام۔ پر اس کی

زبان ہی نہیں چلتی۔ بڑی نیک پاک روح ہے پر مجبور ہے بچار۔ اس نے بھی پورا زور

لگایا ہے۔ پورا ساتھ دیا ہے۔۔۔۔۔ پر اس کی زبان ہی نہیں چلتی۔

طالعال: کیوں غلام دین! کچھ بھی نہیں آیا؟

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

مولوی: میں نے بڑی محنت کی ہے بی بی! اللہ کو حاضر ناظر جان کر اس پر جان کھپائی ہے لیکن یہ

پورے چھ مہینے میں سبحانک اللہ۔۔۔۔۔ کا کہنا بھی نہیں سیکھ سکا۔ بسم اللہ شریف البتہ سیکھ

کیا ہے۔ اس کے آگے اس کی زبان ہی نہیں کھلتی۔

طالعال: (محبت سے) سنا تو بھلا مجھ کو بھی بسم اللہ شریف!

غلام دین: (روتے ہوئے) بسم اللہ الرحمن الرحیم!

(سسکیاں بھر کر رونے لگتا ہے۔)

طالعال: (اٹھ کر اس کے کندھے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے) کوئی نہیں غلام دین!

کوئی نہیں۔ تیرا اتنا سیکھ لینا بھی بہت ہے۔ اسی میں ہم دونوں کی بخشش ہو جاتی ہے

انشاء اللہ!

مولوی: (ہاتھ بڑھا کر) چھا بابا مجھے اجازت ہے!

غلام دین: (دونوں ہاتھ ملاتے ہوئے 'روہانسی آواز میں) مہربانی۔۔۔۔ مہربانی۔۔۔۔ اللہ تیرا بھلا کرے۔۔۔۔ اللہ تجھے برکت دے۔۔۔۔ رتبے اونچے کرے۔۔۔۔

مولوی: اچھا بی السلام علیکم!

طالعان: وعلیکم السلام مولوی صاحب! اللہ خوش رکھے جی۔۔۔۔ بھاگ لگائے۔۔۔۔ نبی پاک کا دیدار نصیب کرائے۔

(اماں باپ کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے اس کو چارپائی تک لے جا کر بیٹھاتی ہے۔ وہ مایوسی اور نامرادی کی تصویر بنا فضا میں نگاہیں اٹھائے بیٹھ جاتا ہے۔ اماں زمین پر بیٹھ کر اس کے جوتے اتارتی ہے اور پاؤں اٹھانے میں مدد کرتی ہے کہ وہ چارپائی پر اچھی طرح سے بیٹھ جائے۔ اس غم کی تصویر کو اماں بڑی دردمندی سے دیکھتی ہے تو بابا غمناک آواز میں پوچھتا ہے:)

غلام دین: اب میں ساری عمر بسم اللہ بسم اللہ پڑھتا ہوں ای نماز گزار ہوں گا طالعان؟

طالعان: ایہہ بی تو اللہ کا ہی کلام ہے غلام دیناں۔ اس نے کوئی پوچھ کرئی ہے تیرے سے۔ کوئی سارا کلام تو نہیں پوچھتا اس نے۔

غلام دین: پر میری تو نماز نہیں ہوئی ناں طالعان خالی بسم اللہ پڑھنے سے۔

طالعان: اب اس میں تیرا کیا قصور غلام دیناں۔ تو نے بھی محنت کری 'مولوی جی نے بھی پڑھائی کرائی چھ مہینے۔ نہیں پلٹی تیری زبان۔ تیرا تو کوئی قصور نہیں ناں! (بابا ہاتھ کا اشارہ کرتا ہے کہ چلو اچھا ہوا جو ہوا۔)

چاہ پیئے گا؟

(بابا اثبات میں سر ہلاتا ہے۔ اماں جلدی سے چو لہے کی طرف جاتی ہے۔ ہانڈی اتارتی ہے اور پانی کی کھلی دیکھی رکھتی ہے اور نیچے جھک کر چو لہے میں پھونکے مارنے لگتی ہے۔ اسی اثناء میں دور سے مغرب کی اذان کی آواز آتی ہے۔ بابا آہستگی سے پاؤں نیچے اتار کر جوتا پہنتا ہے اور چو لہے کے قریب جاتا ہے۔ اس دوران اماں یہ جملے بولتی جاتی ہے۔)

طالعان: لے میں جمالے کی بیوی کے لیے تعویذ لکھا کر لائی ہوں وہ آپنی سوہرے گھر جا بیٹھا ہے پاگل۔ ہے کوئی عقل کی بات! کچے چیر نے پکا تعویذ کر کے دیا ہے تسلا کر کے۔۔۔۔ پر

جمالا ہی سوہرے گھر چلا گیا۔ اب تعویذ کیا کرے بھار!!!

غلام دین: میں نماز پڑھ آؤں طالعان پھر آکر چائے پیوں گا۔

طالعاں: بسم اللہ بسم اللہ! جس طرح تیری مرضی۔۔۔۔۔ جو تیری روح میں آئے۔۔۔۔۔ جو تو چاہے۔۔۔۔۔
جو تو کرے۔۔۔۔۔

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنے گھر کے پھانگ پر کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں وہ ڈاک ہے جو اس نے ابھی محمد حسین سے وصول کی ہے۔ اس کے سامنے پوسٹ مین محمد حسین اپنی سائیکل تھامے کھڑا ہے۔)

محمد حسین: ارشاد میاں! جب توجہ غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ پر مرکوز ہو جاتی ہے تو پھر بہاریں آ جاتی ہیں۔ انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا حال منال، علم و دانش، کیت تجارت، صنعت، حرفت، رنج و غم اور سود و زیاں جو کچھ بھی ہے اللہ کے لیے ہے۔ پھر وہ طلب دنیا میں ہر قدم پر طلب مولا کو موجود پاتا ہے۔ کھائے پئے، ناچے گائے، روئے سوئے، نارکت اس کا اللہ اور اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ کچھ لوگ جب ناظم جمہور انسانی اور نگران حقوق انسانی اور آزادی اظہار لسانی کے نعرے مارنے لگتے ہیں تو مولا کی رضا اور مولا کی خوشنودی کا مقصد ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ کام اچھے ہیں لیکن نارکت بدل جاتا ہے۔ منزل دوسری آ جاتی ہے۔ پھر لٹوالنا گھومنے لگتا ہے بھوجی۔

ارشاد: لٹو کو کس طرح سے بچاؤں سرکار کہ الٹا نہ گھومے؟

محمد حسین: شام کو بستر جھاڑنے سے پہلے ٹوپی پگڑی اتارے بغیر دیوار سے لگ کر پوچھ 'آج سب کام تیری رضا کے ہوئے مولا۔۔۔۔۔ تیری خوشنودی کے؟'

ارشاد: جواب مل جائے گا سرکار؟

محمد حسین: پوچھے گا تو ضرور ملے گا، پر تو نے آج تک کبھی پوچھا ہی نہیں۔ اوئے تیری شہ رگ کے پاس تو اس کا تخت ہے۔ فوراً جواب ملے گا۔ جس زبان میں پوچھے گا اسی میں ملے گا۔

ارشاد: مجھے تو کبھی سنائی نہیں دیا سرکار!

محمد حسین: اوئے صبح صبح تو اخبار پڑھتا ہے۔۔۔۔۔ پھر ٹیلی فون پر دوستوں سے بحث کرتا ہے۔۔۔۔۔ محفل میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے جاتا ہے۔۔۔۔۔ پھر ڈاش انیٹا پر باراں مسالے دیکھتا ہے۔۔۔۔۔ شام کو ہینڈ فون لگا کر بی بی سی ریڈیو جرمنی اور واکس آف امریکہ سنتا ہے۔۔۔۔۔

اوتے تھے کو آواز کدھر سے آجانی ہے۔

ارشاد: مجھے کبھی بھی آواز نہیں آئے گی سرکار؟

محمد حسین: ہمارے حضرت سائیں نور والے فرمایا کرتے تھے۔ ”محمد حسین ہر کارے۔“ میں ہاتھ باندھ کر کہتا۔ ”جی سرکارے۔“ فرماتے ”جہاں مولا نہیں وہاں رولا ہے۔ جوں جوں لوگ مولا سے دور ہوتے جائیں گے رولا بڑھتا جائے گا۔ اور ایک دن یہی شور ان کو ایسے پکڑ لے گا جس طرح حضرت صالح کی قوم کو چیخ نے پکڑ لیا تھا۔“

ارشاد: اب میرے لیے کیا ارشاد ہے سرکار؟

محمد حسین: تیرے لیے کیا ارشاد ہونا ہے بھائی! میں نے عرض کی تھی۔۔۔ فرمایا وقت آنے پر خود ہی لگ جائے گی مہر۔

ارشاد: آپ خود ہی لگا دیجئے سرکار!

محمد حسین: تجھ پر تو بڑی مہر لگتی ہے بھائی! خزانے کی۔۔۔ لاکھ کی مہر جو شام کو سرکاری خزانے پر لگتی ہے۔ یہ ہمارے والی نہیں ڈلیوری کی مہر جو دن میں لاکھوں ہزاروں خطوں پر لگ جاتی ہے۔ تیری مہر بڑی ہے بھائی۔۔۔ اونچے رتبے والی!

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں سرکار! میرا رتبہ اور اونچا؟

محمد حسین: (غصے سے) اوتے تیرے دربار پر تو محمد حسین ہر کارے جیسے کئی کتے دم ہلاتے آیا کریں گے اور بھنڈارے کا انتظار کیا کریں گے قطار میں بیٹھ کر۔ جا جا۔۔۔ بس اب چلا جا اور میرا دل نہ جلا۔ زیادہ بات کی تو میں دہائی دے کر چھاتی پیٹ لوں گا کہ محمد حسین ڈاکیہ پیچھے رہ گیا۔۔۔ ماندہ ماندہ ہو گیا۔۔۔ در ماندہ ہو گیا اور کوٹ پتلون والا سب کچھ لوٹ کر لے گیا۔ جا جا۔۔۔ چلا جا۔

(ڈاکیہ اپنے پونے سے بھیگی آنکھیں پونچھتا ہوا سائیکل پر سوار دور نکل جاتا ہے۔ ارشاد اسے دیکھتا رہ جاتا ہے۔

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(مومنہ زور درنگ کا لباس پہنے بسنت بہار بنی ارشاد کے گھر کی طرف آ رہی ہے اور پیچھے مڑ کر دیکھ رہی ہے۔ وہ تھوڑی سی خوفزدہ نظر آتی ہے۔ اس

کے قریب سے ارشاد اپنی کار میں گزر رہا ہے۔ دور جا کر بیک لگاتا ہے اور پھر گاڑی ریورس کرتا اس کے قریب پہنچتا ہے۔ تھوڑی دیر کھڑکی میں سے مومنہ کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ پھر نکل کر باہر آتا ہے اور اس کے ساتھ مزید باتیں کرتا ہے۔ اس کے بعد اسے اپنی ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا ہے اور گاڑی کا رخ موڑتا ہے۔ گاڑی چلی جا رہی ہے اور دونوں کا مکالمہ سپر امپوز ہوتا ہے۔

ارشاد: ایک تو مجھے تمہاری باتیں ٹھیک سے سمجھ نہیں آتیں مومنہ۔

مومنہ: سر میں تو بالکل ٹھیک ٹھیک بیان دیتی ہوں۔ میں نے تو کبھی کوئی بات چھپائی ہی نہیں آپ سے۔ ادھر میری ایک خالہ رہتی ہے سر 'ان سے پیسے لینے آئی تھی۔

ارشاد: پیسے لینے آئی تھی؟

مومنہ: وہ سر انہوں نے امی سے ادھار لیے تھے پرائز بانڈ خریدنے کو، لیکن آج تک واپس نہیں کیے۔

ارشاد: لیکن یوں اکیلی؟ ایسی اجاڑ جگہ میں؟

مومنہ: نہیں سر میں اکیلی تو نہیں تھی 'رکشہ ڈرائیور تھا میرے ساتھ۔ لیکن وہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا سر۔۔۔ فضول فضول باتیں کر رہا تھا۔ میں نے جہاں وہ ٹرانسفارمر ہے ناں سر

وہاں اسے چھوڑ دیا۔

ارشاد: آئندہ کبھی آؤ تو اپنی امی کو ساتھ لے کر آیا کرو۔

مومنہ: سر امی میرے ساتھ آرہی تھیں لیکن ادھر آنے کو کوئی سواری ہی نہیں ملی۔

ارشاد: اور وہ رکشہ ڈرائیور جسے تم نے ٹرانسفارمر کے پاس چھوڑا تھا؟ وہ فضول فضول باتیں کرنے والا؟

مومنہ: نہیں سر اوہ تو میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا۔۔۔ آپ کا دل رکھنے کو۔

ارشاد: میرا دل رکھنے کو؟

مومنہ: وہ سر میں نے اس لیے کہہ دیا تھا کہ آپ کو محسوس نہ ہو کہ مومنہ اتنی دور آئی پیدل چل کر۔ ورنہ مجھے تو کوئی سواری ملی ہی نہیں۔ آپ کو برا لگتا ہے ناں سر جب مجھے پیدل چلنا

پڑتا ہے۔

ارشاد: نہیں کوئی ایسا خاص برا تو نہیں لگتا۔

مومنہ: لگتا ہے سر لگتا ہے۔ آپ ایسے ہی میرا دل رکھنے کو کہہ رہے ہیں کہ نہیں لگتا۔ ورنہ

آپ کو تو بہت ہی برا لگتا ہے۔

ارشاد: کیوں؟

مومنہ: آپ بڑے حساس ہیں سر اور آپ کو چھوٹی چھوٹی چیزیں خود ہی نظر آ جاتی ہیں۔ یہ کیسے پتہ چل جاتا ہے سر؟

ارشاد: (چڑکر) کیا پتہ چل جاتا ہے؟

مومنہ: کچھ نہیں سر۔ میں خود تو نہیں کہہ رہی۔۔۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ سر ایک بہت بڑے بزرگ ہو گئے ہیں۔ ان کے سر کے پیچھے روشنی کا ایک ہالا ہے زرد رنگ کا۔۔۔۔۔ بسنتی رنگ کا سر۔۔۔۔۔ جیسے یہ میرا سوٹ ہے ناں سر بالکل ویسا۔۔۔۔۔

ارشاد: اچھا دیکھو! جب تک بس سناپ نہیں آ جاتا تم نے کوئی بات نہیں کرنی۔ چپ رہنا ہے۔

مومنہ: میں نے تو پہلے بھی کوئی بات نہیں کی سر۔۔۔۔۔ بلکہ آج تک آپ سے کوئی بات نہیں کی۔

میں تو بس دیباچے سے بول کر چلی جاتی ہوں اصل کتاب تو میں نے کھولی ہی نہیں اور کھول کے کرنا بھی کیا ہے سر اوہ تو اب جدہ بھی چھوڑ گیا ہے اور کوپن ہیگن پہنچ کر ٹیکسی چلانے لگا ہے۔ سر اس میں غیرت نہیں ہے 'عدیل میں سر۔ غیرت ہوتی تو مجھے اس طرح سے چھوڑ کر نہ جاتا۔ میں آپ کو کبھی اصل کہانی سناؤں گی سر 'اپنے خاندان کی اور اپنے ابا جی کی۔ میرے ابا جی بڑے غیرت مند آدمی تھے سر۔۔۔۔۔

کٹ

دن

ان ڈور

سین 7

(شاہدہ 'کلتھوم' انوشے 'جاوید اور رضوان ارشاد کے دروازے کو کھول کر پوچھتے ہیں:)

سے دی کم ان سر؟

(ہاٹ پلیٹ پر ایک صراحی کے اندر پانی کھول رہا ہے اور ارشاد اس پانی کو اور ساتھ سناپ وائچ کو دیکھ کر ایک کاپی پر تیزی سے نوٹس لے رہا ہے۔ طالب علموں کے گرد وہ کی طرف دیکھے بنا ہاتھ لہرا کر کہتا ہے:)

ارشاد: شوئر شوئر کم ان اینڈ پی سٹڈ۔

(لڑکے لڑکیاں آہستگی سے سامنے لگے صوفوں کی طرف بڑھتے ہیں اور شریف بچوں کی طرح اپنی اپنی نشست پر بیٹھ جاتے ہیں۔ شاہدہ گردن گھما کر سارے کمرے کا جائزہ لیتی ہے۔

جاوید ہاتھ کے اشارے سے شاہدہ اور اس کی قریبی لڑکی کو بتاتا ہے کہ وہ بھی خوب ٹھاٹھ ہیں۔

رضوان قریبی تپائی پر سے رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔

ارشاد اس سارے سائنسی عمل کو دیکھتے ہوئے اپنے سفید ادور آل کی اوپری جیب سے کیلکولیٹر نکال کر جلدی سے کوئی حساب کتاب کرتا ہے اور پھر حاصل ضرب دیکھ کر اطمینان کا سانس لیتا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی جواب نکلا۔ اب وہ کیلکولیٹر واپس اپنی جیب میں ڈالتا ہے 'ہاٹ پلیٹ آف کرتا ہے' قریب پڑے تولیے سے ہاتھ پونچھتا ہے اور ان طالب علموں کی طرف آتا ہے۔ جو انہی ارشاد ان کے قریب پہنچتا ہے 'وہ سارے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔)

ارشاد: (ہاتھ کے محبت بھرے اشارے سے) پلیز پلیز۔۔۔۔۔ بی سیٹ ابی سیٹ!!

شاہدہ: سر ہم سارے آپ کے پڑوسی ہیں اور نیو کیمپس سے آئے ہیں۔

کلثوم: اور آپ سے ملنے کے اتنے خواہش مند ہیں سر کہ آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

ارشاد: آئی ایم آنرز!

جاوید: سر وہ آپ نے ہمارے ساتھیوں کو کیا پٹی پڑھا دی ہے کہ وہ سارے کے سارے بیک

وقت آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ارشاد: ہئی!

شاہدہ: کچھ سنوڈنٹ آپ کو ملے تھے سر 'نہر کنارے'۔

ارشاد: نہر کنارے!

جاوید: وہ جو کشتیوں میں بیٹھے قوالی کر رہے تھے۔

ارشاد: اوہ آئی سی! بالکل ملے تھے۔۔۔۔۔ ضرور ملے تھے۔ بڑے خوبصورت 'نہایت ذہین اور بہت

عسراست باز تھے۔

شاہدہ: وہ آپ کے لیے ایک گانا بھر کر لا رہے ہیں سر۔

ارشاد: گانا بھر کر؟

رضوان: ان کا آرکسٹر ہے سر۔۔۔۔ اور وہ آپ کے لیے ایک کورس تیار کر کے لا رہے ہیں۔
ارشاد: میرے لیے؟ وہ کیوں؟

شاہدہ: وہ آپ کے Followers ہو گئے ہیں سر۔ کیا کہا تھا آپ نے ان کو؟

ارشاد: کچھ نہیں! میں نے ان سے کوئی خاص بات تو نہیں کی۔ میں سیر کر کے لوٹ رہا تھا تو انہوں نے مجھے روک لیا۔۔۔۔ اور کہنے لگے 'ہمارے درمیان زبردست اختلاف رائے ہے سر اور ہم ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور ہماری دوستیاں دشمنیوں میں بدل رہی ہیں۔ کیا آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟

انوشے: وہ آپ کو جانتے تھے؟

ارشاد: بالکل نہیں۔۔۔۔ نہ میں ان کو جانتا تھا نہ وہ مجھے جانتے تھے۔۔۔۔ بالکل اسی طرح جیسے میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔

انوشے: میرا نام انوشے ہے سر اور میں بائنی کے فاسٹل ایئر میں ہوں۔

شاہدہ: میرا نام شاہدہ ہے سر اور یہ جاوید ہیں 'ہم دونوں جر نلزم کے سٹوڈنٹ ہیں۔

کٹھوم: میں کٹھوم ہوں سر۔۔۔۔ اپلائیڈ سائیکالوجی 'فاسٹل ایئر۔

رضوان: میرا نام رضوان ہے سر اور میں نے آپ کو نہر کنارے بہت لمبی لمبی سیریں کرتے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے گھر والوں سے بھی آپ کا ذکر کیا تھا۔

ارشاد: بڑی مہربانی 'شکریہ! لیکن اس وقت تو آپ کی کلاسیں ہو رہی ہوں گی۔

کٹھوم: وہ سر ہم وہاں سے پھٹا کھا کے آگئے ہیں۔

ارشاد: (مسکرا کر) وہ کیوں؟

شاہدہ: آپ سے جو ملنا تھا۔ ہم کو بڑی جیلیسی ہو رہی تھی سر کہ آپ کو ٹری والوں سے تو اتنی لمبی باتیں کر آئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔

ارشاد: (خس کر) ابھی ان کا ایک مسئلہ تھا۔

جاوید: ہمارے بھی تو بے شمار مسئلے ہیں سر۔

ارشاد: وہ پوچھ رہے تھے کہ ہم اپنے اختلافات سے کیسے سمجھوتہ کریں۔۔۔۔ کیسے انہیں ختم کریں کہ لائف Peaceful ہو۔

شاہدہ: ناممکن سر 'ناممکن۔

ارشاد: اسی بات پر آپ کے دوست بھی حیران تھے 'شہر کنارے والے۔ لیکن پھر وہ مان گئے 'جب میں نے ان سے یہ کہا کہ میری طرف دیکھو۔۔۔۔ میں ایک وجود ہوں (بینے پر ہاتھ

مارتا ہے) ایک زندہ وجود اور میرے کچھ اعضاء ہیں۔۔۔۔۔ کچھ اندرونی، کچھ بیرونی اور یہ سارے کے سارے ایک دوسرے سے مختلف عمل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک دوسرے سے فرق فرق کاموں میں مصروف ہیں۔۔۔۔۔ ایک دوسرے سے ناموافقت رکھتے ہیں۔ کس لیے بھلا؟

شاہدہ: اس وجود کو زندہ رکھنے کے لیے!

ارشاد: اس وجود کو صحت مند، تو مند، طاقتور اور Healthy رکھنے کے لیے! ان سارے اختلافات کا مرکز یہ وجود ہے۔ ان سارے اختلافات کا مقصد اس وجود کی آبیاری، نگہداری اور پاسداری ہے۔ یہ تو ہوا حیوانی وجود، اور ایک اور بھی زندگی ہے۔ کیوں انوشے؟

انوشے: لیس سر، پلانٹ لائف!

ارشاد: کیا کرتا ہے تمہارا پودا اختلاف کے اندر رہ کر؟

انوشے: اس کی جڑیں اندھیرے میں رہ کر خوراک اوپر سپلائی کرتی ہیں سر اور پتے روشنی سے تغذیہ حاصل کر کے سیلز کو زندہ رکھتے ہیں۔

ارشاد: اس کے کام کا کچھ پیار اساتمام بھی ہے!

انوشے: Photo Synthesis سر!

ارشاد: اب اگر آپ لوگ میرے اعضاء بدن کو حکم دے دیں کہ اے بدن کے حصو! اپنے اختلافات بھلا کر سب ایک جیسا کام شروع کر دو تو میں تو شام سے پہلے فوت ہو جاؤں گا۔

شاہدہ: خدا نہ کرے سر!

ارشاد: اور اگر انوشے کے پودے سے کہیں کہ بھی ایر کیر یا اپنی جڑوں اور پتوں کے اختلافات مٹا کر ان سے ایک ہی کام لیا کرو۔۔۔۔۔ تو اگلے دن مالی آکر کہے گا سارا پودا سوکھ گیا بی بی جی! اس کو کہاں پھینکوں۔

رضوان: یہی بات آپ نے ان سے کی تھی؟

ارشاد: یہی بات میں نے ان سے کی تھی۔

جاوید: آپ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ سائنس میں اختلاف ہوتا ہے۔۔۔۔۔ سیاست میں اختلاف ہوتا

ہے۔۔۔۔۔ مذہب میں اختلاف ہوتا ہے۔

ارشاد: جس قدر طاقتور اور جاندار اور صحت مند وجود ہوگا اسی قدر اس کے اندر تنوع ہوگا۔۔۔۔۔

اور یہی تنوع اور یہی فرق اس وجود کی زندگی کا ضامن ہوگا۔ Unity ہمیشہ Diversity میں ہوتی ہے۔۔۔ اختلاف میں ہوا کرتی ہے۔

جاوید: تو پھر بنے دیں فرقے دین میں؟

ارشاد: بنے کیا دیں بھائی، بنے ہوئے ہیں۔ آپ کو بس ان کا احترام کرنا ہے۔ جس طرح میرے اس وجود کا بوجھ اٹھانے والی ٹانگیں میرے معدے کا، میرا معدہ میرے منہ کا، میرا منہ میرے ہاتھ کا، میرا ہاتھ میرے اعصاب کا، میرے اعصاب میرے دماغ کا احترام کرتے ہیں بالکل اسی طرح دین کے مختلف فرقے بھی اپنے اپنے اختلافات کے باوجود ایک وجود واحد کی زخمت میں مصروف رہتے ہیں۔۔۔ مذہب کی زخمت میں۔

شاہدہ: فرقے بھلے ہوں بشرطیکہ ان میں ایک دوسرے کا احترام ہو۔

ارشاد: لو بھی ہم سب سے تو کلثوم سیانی نکلی۔

شاہدہ: میں شاہدہ ہوں سر کلثوم یہ ہے۔

ارشاد: اودہ آئی ایم سوری!

جاوید: تو پھر اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے رہیں؟

ارشاد: ضرور۔۔۔ بالضرور! لیکن دوسروں کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا بھی ویسا ہی احترام کریں جس قدر ایک زندہ وجود کے اندر مختلف عمل کرنے والے اعضائے بدن ایک دوسرے کا کرتے ہیں۔ اگر کل کو میری آنکھیں میرے کانوں سے کہنے لگیں، 'بھئی تم کمال کے ہو' سوائے سننے کے تمہیں کچھ آتا ہی نہیں۔ ادھر تک تو دیکھ نہیں سکتے تمہارا کیا فائدہ؟ اور میری زبان میری آنکھوں سے کہے حد کرتی ہو بی بیو! ذرا سا بھی مزا چکھ کے نہیں بتا سکتیں۔ ہوا سے اڑ کر ایک ذرہ نمک مرچ تمہارے قریب بھی آجائے تو رو رو کر برا حال کر لیتی ہو۔ دفع کرو یہ اختلاف اور میرے جیسی ہو جاؤ، میں بھی زبان تم بھی زبان بن جاؤ۔۔۔ بلکہ سارے اعضائے بدن زبان بن جاتے ہیں۔

جاوید: یہ سب تو ٹھیک ہے سر، لیکن اختلاف ہے بری چیز۔

کلثوم: جاوید کا مطلب ہے سر کہ اختلاف ہونا نہیں چاہیے۔

ارشاد: جہاں سوچ ہوگی، فکر ہوگا۔۔۔ تدبیر ہوگا، وہاں اختلاف ضرور ہوگا۔ لیکن ہم اختلاف کے باوجود 'مواافت اور اختلاف کے باوجود رہا و ضبط' میل ملاپ اور یکجہتی کی زندگی

بسر کر سکتے ہیں بلکہ کر ہی اس طرح سکتے ہیں اختلاف رکھ کر اور کوئی طریق ممکن ہی نہیں۔

شاہدہ: (اچانک) اچھا سر کوئی ایسا فارمولا بتائیے جس سے خدا کی محبت پیدا ہو۔۔۔۔ روحانیت بڑھے۔

ارشاد: خدا کی محبت؟

شاہدہ: جی!

ارشاد: اپنے ہاتھ آپس میں رگڑو۔۔۔۔ شاباش۔۔۔۔ رگڑو دونوں ہتھیلیاں۔

شاہدہ: (دونوں ہاتھ زور سے رگڑتی ہے۔)

ارشاد: کیا کوئی گرمی پیدا ہوئی؟

شاہدہ: (دونوں ہاتھ گالوں کو لگا کر) جی سر بہت!

ارشاد: بس اسی طرح رگڑتے رگڑتے گرمی محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں کام میں لگنا

ضروری ہے پوچھتے پھرنا اور کتابیں پڑھنا ضروری نہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں بلکہ صرف پوچھتے ہی رہتے ہیں۔

کلمہ: دیے سر منہ زبانی اللہ اللہ کرنے سے کچھ فرق پڑتا ہے؟

ارشاد: کمال کرتی ہو لڑکی! کھٹائی کا نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کا نام لینے سے دل پر

کوئی اثر ہی نہ ہو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

جاوید: سر یہ تصوف کیا چیز ہے؟

ارشاد: اپنے اخلاق سنوارنے اور بہتر انسان بننے کا نام تصوف ہے۔ درود و خلیفہ اس کا سہارا

ہیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر کرنے سے سارے مرحلے طے ہو جاتے ہیں۔ ان

بے چاروں کو کسی نے سمجھایا ہی نہیں کہ معاملات اور اخلاق کی درستگی کے بغیر وظیفے کاٹ

نہیں کرتے۔ بس اسی نا سمجھی کی وجہ سے وہ محروم رہتے ہیں۔

رضوان: روحانی ترقی کرنے کا آسان سا طریقہ کیا ہے؟

ارشاد: آسان سا طریقہ تو یہ ہے کہ بزرگوں کے ساتھ لگے لپٹے رہنا چاہیے۔ چاہے خود جس

طرح کے بھی ہوں۔ میرا مطلب ہے بزرگان دین کے ساتھ ہر بڑھے بابے کے ساتھ

نہیں۔

رضوان: بزرگ کچھ ترقی کروا سکتے ہیں سر یہ بزرگان دین؟

ارشاد: حد کرتے ہو رضوان میاں! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انجن تو فیصل آباد پہنچ جائے اور بوکیاں

ادھر ہی کھڑی رہ جائیں۔

کلوٹوم: سر آپ پہلے میری ایک بات کا جواب دیں۔

شاہدہ: نہیں سر پہلے میری بات کا جواب دیں۔

ارشاد: نہیں بھی اب کلوٹوم کی باری ہے۔۔۔۔۔ جی!

کلوٹوم: سر آپ یہ بتائیں کہ سود کیوں حرام ہے؟ جوئے کی کیوں منائی ہے؟ بیک بانگ کی کس لیے اجازت نہیں؟

ارشاد: بس یہ حکم ہیں کلوٹوم بی بی اور حکم کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

جاوید: لیکن ہم تو کسی بات کی دلیل مانے بغیر یا اس کی Logic سمجھے بغیر اسے تسلیم نہیں کریں گے۔ ہم بڑھے لکھے لوگ ہیں۔

ارشاد: دیکھو اگر کسی کمرے میں تمہارے جیسے علوم جدیدہ کے ماہر اور اس شہر کے بڑے بڑے

دانشور جمع ہوں اور بڑے بڑے باریک فلسفوں کی باتیں کر رہے ہوں اور ایک انجینئر ہانپتے

ہانپتے آئیں اور کہیں کہ فوراً اٹھو بھاگو بھاگو یہ بلڈنگ گرا چاہتی ہے تو سب اٹھ کر بھاگ

جائیں گے اور ایک شخص بھی دلیل یا Reason نہیں مانگے گا۔

جاوید: لیکن سر یہ تو۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔

ارشاد: اگر ڈاکٹر کوئی دوا تجویز کر دے 'بلا حیل و حجت استعمال کرنا شروع کر دیں گے کہ یہ

اس علم کا ماہر ہے اور اس کے تقاضوں کو جانتا ہے لیکن اگر دین کا عالم کوئی بات کہہ

دے تو سو سو طرح کے مسئلے اور باریکیاں نکالیں گے اور مسلسل اعتراض کرتے چلے

جائیں گے۔

شاہدہ: مولویوں کی بات کیسے مان لیں سر! ان میں تو آپس کے اختلافات ہی ختم نہیں ہوتے۔

اب کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں!

ارشاد: اتنی دیر میں یہی تو قصہ بیان کرتا رہا اور آپ پھر وہیں پہنچ گئیں۔ دیکھئے اختلاف کہاں

نہیں اور کس میں نہیں۔ وکیل حضرات ایک ہی واقعہ میں ایک دوسرے کے خلاف

ہوتے ہیں اور خوب خوب جھگڑا کرتے ہیں بلکہ ان کے جھگڑا کرنے کو اور اختلاف

کرنے کو باقاعدہ کٹہرے بنا کر دیے جاتے ہیں۔ جھگڑا کرنے کے لیے سیشنل قسم کا

فرنچیز بنا کر دیا جاتا ہے پکھڑیوں میں۔۔۔۔۔ پھر میں ابھی کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹروں میں

اختلاف ہوتا ہے مگر وہاں کوئی نہیں کہتا کہ کس کا علاج کریں کس کا نہ کریں۔ ان کے

تو آپس کے اختلاف ہی ختم نہیں ہوتے۔

یہ تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں سر! شاہدہ:
لیکن اس کی وجہ کیا ہے کہ ان کا جھگڑا اور اختلاف ہمیں اختلاف نہیں لگتا اور ان کا لگتا ہے کلثوم:
بڑی شدت کے ساتھ مذہب والوں کا؟

ارجشاد: وجہ اس کی یہ ہے۔۔۔ اپنی۔۔۔

کلثوم:

ارجشاد: وجہ اس کی یہ ہے کلثوم بی بی کہ جو بات کسی کو کرنی ہوتی ہے اور اس کی ضرورت کبھی جاتی ہے اس میں خلاف اور ناخلاف کی پروا نہیں کی جاتی۔ دین کی چونکہ پروا نہیں اور اس کی قدر نہیں اس لیے حیلے بہانے تلاش کیے جاتے ہیں۔

کلثوم: شاید اس کی وجہ یہ ہو سر کہ جان اور مال چونکہ زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور لوگ ان کے۔۔۔

ارجشاد: شاباش! کلثوم تو سوچنے والی لڑکی ہے بھئی۔ بات یہ ہے کہ جان اور مال جس قدر عزیز ہوتے ہیں اگر ایمان بھی ایسا ہی عزیز ہو تو روح کے علاج کی فکر کی جائے اور پہلو بچانے کے لیے کسی قسم کے بہانے نہ تلاش کیے جائیں۔ (اچانک تیزی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

مجھے ایک سیکنڈ معاف کرنا!

(بھاگ کر لیبارٹری کی طرف جاتا ہے۔ وہاں مائیکرو بیو ادون کا سوچ آف کرتا ہے۔ ادون کا ڈھکنا کھول کر دیکھتا ہے۔ اس میں ڈسک پر پیالہ گھوم رہا ہے۔)

کٹ

عصر کا وقت

آؤٹ ڈور

سین 8

(عقب میں عصر کی اذان ہو رہی ہے۔ دیہاتی سی گلی ہے۔ ایک جانب سے غلام

دین ایک ٹوکرا اور سی لیے منڈی سے واپس آ رہا ہے۔ گلی کی دوسری طرف سے

ڈاکیہ محمد حسین سائیکل پر سوار آ رہا ہے۔ جو نہیں وہ غلام دین کو دیکھتا ہے سائیکل

سے اتر جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کراس کرتے ہیں۔ غلام دین اسے نہیں

دیکھتا۔ ڈاکیہ سلام کرتا ہے۔ غلام دین منہ میں کچھ پڑھتا ہوا آگے گزر جاتا ہے۔

کچھ دور جا کر ڈاکیہ پھر سائیکل پر سوار ہو جاتا ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(مومنہ پھانک کے پاس آتی ہے۔ کتوں کا بھونکنا سپراپوز کیجئے۔ مومنہ پھانک کھول کر اندر جاتی ہے۔ ساری طرف کیو تر پھیلے ہیں۔ وہ ان میں سے گزر جاتی ہے اور کیو تروں کو کچھ باجرہ بھی ڈالتی ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ارشاد اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے دو تین کیمرے پڑے ہیں جنہیں وہ صاف کر رہا ہے۔ اس کے سامنے مومنہ عدیل بیٹھی ہے۔)

مومنہ: وہ سر آپ میری بات نہیں سن رہے شاید!

ارشاد: پوری طرح سے سن رہا ہوں مومنہ۔

مومنہ: وہ سر آپ کچھ دیر کے لیے یہ کیمروں کی صفائی بند نہیں کر سکتے؟

ارشاد: ضرور بند کر سکتا ہوں!

مومنہ: سوری سر جب کوئی شخص کام کر رہا ہو تو مجھے لگتا ہے شاید وہ میری بات نہیں سن رہا۔

ارشاد: (کیمروں سے رکھ کر) لیجئے۔۔۔ اور فرمائیے!

مومنہ: سر وہ۔۔۔ بات اتنی ہے کہ پتہ نہیں میں کہاں سے شروع کروں۔ سر یہ بات کو شروع کرنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

ارشاد: بات کو ختم کرنا بھی ایسا ہی مشکل ہوتا ہے مومنہ۔

مومنہ: وہ جی آپ کی فیکٹری میں ہی ہے کو الٹی کنٹرول سیکشن میں۔۔۔ اچھا ہے جی۔

ارشاد: کیا میں اسے ملا ہوں؟

مومنہ: کیا پتہ ملے ہوں سر یا پھر شاید اب آپ کی امی نے بھرتی کیا ہو۔ وہ سر مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

ارشاد: عامر جیسا ہے؟

مومنہ: نہیں سر عامر سے تو اچھا ہے۔ امیر ہے جی بڑی کو بھی ہے اس کی ڈیفنس میں چار کینال کی۔

ارشاد: پھر تو فوراً پکڑ لو سوچو مت۔

- مومنہ: سر وہ۔۔۔ امی کا خیال ہے کہ میں عدیل کے پاس چلی جاؤں۔ وہ لڑکی بھاگ گئی سر جو
عدیل کے ساتھ گئی تھی جدہ۔ بتائیں ناں کیا کروں میں؟
- ارشاد: تمہارا دل کیا چاہتا ہے مومنہ؟ وہ کیا گواہی دیتا ہے؟
- مومنہ: میرا دل سر؟
- ارشاد: ہاں تمہاری اپنی مرضی کیا ہے؟ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟
- مومنہ: چھوڑیں سر میرے دل کی باتیں۔ دل کی باتیں سنوں تو پتہ نہیں کیا بنے میرا!
- ارشاد: پھر بھی کچھ تو تمہاری بھی آرزو ہوگی۔
- مومنہ: ہے جی۔۔۔ بہت بڑی خواہش ہے میری لیکن سر پوری نہیں ہو سکتی۔
- ارشاد: کیوں؟
- مومنہ: سر میری خواہش ہی ایسی ہے نہ پوری ہونے والی۔ (اٹھتے ہوئے) سر تو میں اس سے
شادی کرالوں۔۔۔ مونچھوں والے کو الٹی کنٹرول سے؟
- ارشاد: بروہن مونچھیں ہیں اس کی مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔
- مومنہ: بروہن مونچھیں سر اور گرے رنگ کی آنکھیں!
- ارشاد: اچھا ہے بہت اچھا۔ کرالو!
- مومنہ: تھینک یوسر۔۔۔ میں اب امی کو بتاؤں گی تو وہ مائنڈ نہیں کریں گی کہ سر نے اجازت دے
دی ہے۔
- (چند قدم چلتی ہے پھر لوٹتی ہے۔)
- مومنہ: لیکن ایک بات تھی سر۔۔۔ میں شادی تو کرالوں گی اس سے لیکن ایک مشکل ہے سر۔
- ارشاد: ارشاد!
- مومنہ: میں۔۔۔ وراصل بات یہ ہے سر میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ وہ اچھا ہے۔۔۔ بہت
اچھا ہے لیکن ویسا اچھا نہیں ہے سر۔
- ارشاد: عدیل تمہیں ویسا اچھا لگتا تھا۔ مومنہ؟
- مومنہ: ہاں جی وہ لگتا تھا۔ لیکن جب وہ لڑکی مجھ سے جیس ہو گئی تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو گیا
سر۔
- ارشاد: ایسی صورت میں تم جدے چلی جاؤ۔۔۔ اب تو وہ لڑکی بھی وہاں نہیں ہے اور تمہاری امی
بھی یہی چاہتی ہیں۔
- مومنہ: ہاں جی۔۔۔ یہ فیصلہ بہتر ہے۔ کم از کم اس میں امی تو خوش ہو جائیں گی۔ کیا پتہ ان کی

دعائیں ہی لگ جائیں مجھے۔ اچھا سر خدا حافظ۔ یہی ٹھیک ہے، عدیل ہی بہتر ہے۔
(چلی جاتی ہے۔ ارشاد کیمرہ اٹھا کر صاف کرتا ہے۔ کچھ لمحوں بعد مومنہ پھر
دروازے پر ابھرتی ہے۔)

مومنہ: وہ سر میں اندر آسکتی ہوں؟ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔

ارشاد: آئیے، آجائیے!

مومنہ: (بیٹھ جاتی ہے) اب پھر مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کیسے بات شروع کروں۔

ارشاد: جیسے جی چاہتا ہے شروع کر دو۔

مومنہ: وہ سر۔۔۔ بات یہ ہے کہ آپ کی فیکٹری میں کوالٹی کنٹرول سیکشن میں ایسا کوئی آدمی
نہیں ہے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہو۔

ارشاد: تو وہ براؤن مونچھوں اور گرے آنکھوں والا؟

مومنہ: وہ سر میں تو کبھی کوالٹی کنٹرول سیکشن میں گئی ہی نہیں۔

ارشاد: تمہارا مطلب کیا ہے مومنہ؟

مومنہ: سر میں امی کو سمجھا نہیں سکتی کہ اب میں شادی نہیں کرانا چاہتی۔ اگر میں اس کوالٹی
کنٹرول منیجر کا ڈھونگ کھڑا نہ کروں گی تو امی مجھے جدہ بھیج دیں گی عدیل کے پاس
زبردستی۔

ارشاد: نہیں نہیں، وہ ایسا نہیں کریں گی۔

مومنہ: آج سے ڈیڑھ سال پہلے اور بات تھی سر بالکل اور بات۔ میں خوشی سے چلی جاتی لیکن
اب مجھے کسی کے ساتھ نہیں رہنا سر، کسی کے ساتھ نہیں۔۔۔ میں اور میری خواہش
بڑی بچی سہیلیاں ہیں۔ امی ہمیں پڑا رہے دیں ساتھ ساتھ۔ ہم دونوں کسی کو کیا تکلیف
دے رہے ہیں۔

(مومنہ آنکھیں جھکاتی ہے۔ ایک آنسو اس کی گال پر گرتا ہے۔ ارشاد جلدی
سے کیمرہ اٹھا کر اس کی تصویر بناتا ہے۔ مومنہ حیرانی سے ارشاد کو دیکھتی ہے۔)

کٹ

فجر کا وقت

آؤٹ ڈور

سین 11

(بابا غلام دین کا صحن۔ لانا اپنی کوٹھڑی کے سامنے صف بچھائے رحل پر قرآن

پاک رکھے تلاوت کر رہی ہے۔ چو لہے سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ اوپر پانی کی دیکھی ہے۔ بابا مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اندر داخل ہو کر سیدھا کوٹھڑی میں جاتا ہے اور کھونٹی سے لٹکا ہوا قرآن پاک اتارتا ہے۔ سینے سے لگا کر باہر آتا ہے۔ جوتا اتار کر صف کے دوسرے کنارے پر بیٹھنے لگتا ہے تو اماں طالعاں تلاوت ختم کر کے قرآن پاک کو بند کر رہی ہے اور اپنی جگہ سے اٹھ رہی ہے۔ بابا بڑی محبت سے قرآن پاک کو بوسہ دے کر اسے کھولتا ہے اور اپنی گود میں رکھتا ہے۔ پھر وہ جگہ نکالتا ہے جہاں اس نے نشانی کے طور پر مور کا پر رکھا ہوا ہے۔ ایک نظر پیچھے کے صفحے کو دیکھتا ہے کہ یقین ہو جائے کہ کل واقعی اس نے یہی پڑھا تھا۔ جب وہ دیکھ چکتا ہے تو صفحے کے درمیان میں آیت پر انگلی رکھ کر کہتا ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اور پھر ہر سطر پر انگلی پھیرتے ہوئے یہ کہتا جاتا ہے۔

غلام دین: ایہ میرے صاحب کا فرمان ہے، ایہی سچ ہے۔ ایہ میرے مولا کا فرمان ہے، ایہی حق ہے۔ ایہ بھی سچ ہے۔ ایہ بی حق ہے۔ ایہی حق ہے۔ ایہ میرے مالک کا فرمان ہے، ایہی حق حقیقت ہے۔ ایہ میرے اللہ کا فرمان ہے، ایہی سچ ہے۔ ایہ میرے سرکار کا فرمان ہے، ایہی واجب ہے۔ ایہی لائق ہے۔ ایہ میرے صاحب کا فرمان ہے، ایہی درست ہے۔ ایہ میرے مولا کا فرمان ہے، ایہی حق حقیقت ہے۔

(پھر وہ غنغنی آواز میں تلاوت کرنے لگتا ہے۔ کیمبر اماں پر مرکوز ہوتا ہے جو گرم پانی میں چائے کی پتی ڈال کر اسے ابالادے رہی ہے۔ پھر اس میں دودھ ڈال کر ابالادیتی ہے۔ اسی میں چینی ڈالتی ہے اور ابالادیتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تھوڑا سا وقت لیا جائے۔ جتنا بھی وقت پروڈیو سر لے سکے اتنا ہی اچھا ہے۔ کیمبر پھر بابا غلام دین پر جاتا ہے جو اپنی تلاوت ختم کر کے بڑی احتیاط کے ساتھ مور کا پنکھ قرآن پاک میں رکھتا ہے۔ قرآن پاک کو احتیاط سے بند کر کے اور اسے بوسہ دے کر جزدان میں بند کرتا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پانچ چھ مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر اور یہی کہتا ہوا منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ قرآن پاک اندر لے جا کر کھونٹی پر لٹکاتا ہے۔ باہر آکر چو لہے کے پاس بیٹھتا ہے اور چائے کی پیالی اور باسی روٹی کا ناشتہ کرتا ہے۔ دور گاؤں کی

گلیوں میں سے محمد حسین ڈاکیہ اپنی سائیکل چلاتا آتا ہے۔ محمد حسین کو جب ہم کافی دیر تک فالو کرتے ہیں تو وہ بابا غلام دین کے گھر کے محاذ میں آ جاتا ہے۔ اس سے ذرا پہلے وہ اپنی سائیکل سے اتر جاتا ہے اور اس گھر کے آگے سے یوں گزرتا ہے کہ بابا کے گھر کی طرف اس کی کمر نہ ہو۔ ڈاکیہ دور نکل جاتا ہے تو بابا غلام دین اپنی بار برداری کے ر سے کندھے پر ڈال کر گھر کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:

غلام دین: اچھا طالیاں اللہ حافظ!

طالعہاں: رب را کھا غلام دینا رب را کھا!

(بابا گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ اماں گھر کا دروازہ بند کر لیتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 11

کردار

- ارشاد : صاحب ارشاد۔ ہیر و
- ڈاکیہ محمد حسین : ارشاد کا غلام
- بابا غلام دین : ارشاد کو اپنی گدی عطا کرنے والا
- اماں طالعاں : غلام دین کی پار سایوی
- ارشاد کی والدہ : فیکٹریوں کو چلانے والی
- عذرا : نوجوان خوبصورت امیر عورت
- کبیر : ارشاد کا دوست
- یونیورسٹی کے طلباء طالبات اور چند ضمنی کردار

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کے گھر کا بیرونی حصہ۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پہلے ارشاد کبیر کے گرد ناچ چکا ہے۔ اس وقت ایک طرف گانے والے نوجوانوں کا پورا بینڈ ہر طرح سے تیار ہے۔ ان کے قریب ہی وہ طالب علم بھی کھڑے ہیں جو پہلے ارشاد کے ساتھ مباحثہ کر چکے ہیں۔ بینڈ والے لڑکے تفریحاً گانے کا مکھڑا بجاتے ہیں۔ ارشاد اندر سے باہر آتا ہے۔)

ارشاد: السلام علیکم! ارشاد؟

شاہدہ: سر ہم پھر آگئے ہیں۔ آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟

ارشاد: ویلکم ویلکم!

رضوان: وہ سر جس طرح ڈیروں پر نہیں ہوتا 'Holy Man' کے آگے Musicians قوالی کرتے ہیں۔۔۔۔۔

کلثوم: اس رضوان کو کچھ نہیں پتہ 'سر ہم چوکی بھرنے آئے ہیں۔ میرے ڈیڈی مزاروں پر جاتے ہیں۔ وہ بتایا کرتے ہیں کہ وہاں چوکی بھری جاتی ہے۔

جمیل: لیکن سریہ آپ کو کبھی نہیں بتائیں گے کہ سارا آئیڈیا میرا تھا۔

شاہدہ: خواہ مخواہ! میں نے کہا تھا کہ ہم لوگ ان سے اتنا کچھ حاصل کر کے آئے ہیں 'ہم بھی تو کچھ کریں۔

ارشاد: (دونوں ہاتھ اٹھا کر) آہستہ آہستہ آہستہ۔ بھی اول بات تو یہ ہے کہ میں 'Holy Man' نہیں ہوں۔ دوسرے۔۔۔۔۔

رضوان: نہ سہی سر 'آپ Wise Man تو ہیں۔

ارشاد: اس کے ساتھ بھی شاید لگاؤ!

جمیل: Sir don't be so un-assuming

کلثوم: اس دن آپ نے نہیں کہا تھا جو کسر نفسی کرتا ہے اس کے نفس کو کسر لگ جاتی ہے۔ میں نے اپنی کاپی میں نوٹ کر لیا تھا سر 'میں ابھی آپ کو دکھاتی ہوں۔ (کاپی کے صفحہ الٹ پلٹ کرتی ہے۔)

ارشاد: اچھا جواب آپ اور آپ کے ساتھی اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے!

جیل: نہیں سر ہم سب مل کر آپ کو Homage pay کریں گے۔
(رضوان آگے بڑھتا ہے اور میوزک ماسٹر کی ڈیوٹی سنبھالتا ہے۔ اس کے اشارے پر موسیقی شروع ہوتی ہے۔ سب گاتے ہیں۔)

اے بھائی مرے - - - - اے بہناں جی
تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ چلیں گے رستے میں
اور ورد کریں گے رستے میں
ہم سر کو جھکا کر جائیں گے
اور قدم ملا کر جائیں گے

pdf by

*****M Jawad Ali

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

اس مسجد کو کس چاہت سے
اپنے پرکھوں نے بنایا تھا
پھر اس کی ہری محرابوں میں
اشکوں سے چراغ جلایا تھا

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں

(جب پہلا بند ختم ہوتا ہے تو آٹھ نواز کے لڑکیاں ایک گول دائرہ بنا لیتے ہیں۔
اب وہ اس دائرے کو پہلے دائیں اور پھر بائیں لے جاتے ہیں۔ درمیان میں ارشاد
کھڑا ہے۔ جب وہ گیت کے آخر میں آتے ہیں تو اس میں وہی ورد کس کیجئے جو

کبیر والے سین میں تھا۔ گانا آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہوتا ہے 'ورد کی آواز اونچی ہوتی ہے اور ارشاد اسی ورد پر ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر کے بڑے جذبے سے ناچتا ہے۔)

کٹ

سین 2 ان ڈور رات

(رات میں کہیں بہت آہستہ ورد جاری ہے۔ ارشاد پلنگ پر سو رہا ہے۔ فون کی کھنٹی بجتی ہے۔ ارشاد اٹھتا ہے اور فون اٹھاتا ہے۔)

ارشاد: ہیلو۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ کون ہے بھئی؟ (کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر) ایک بج رہا ہے۔۔۔۔۔ اس وقت کون ہے؟ ہیلو۔۔۔۔۔ لیس لیس۔۔۔۔۔ لیس مار تھا!

I am Irshad here. How are the boys?
Yes, ---- Yes my dear. I am a little unwell.
At times dizzy, just dizzy ---- dizzy, nothing
to worry. I promise I will see a doctor. How
is Ishaque? Fine. Don't tell the children. Sickness
is a part of health. Thank you for calling. Take care.
(فون رکھ کر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لیتا ہے جیسے شدید درد ہو۔ کمرہ قریب جاتا ہے۔ ورد اونچا ہوتا ہے۔ ارشاد اسی طرح سر پکڑے غسل خانے کی طرف جاتا ہے۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(اپنا سڑک کے کنارے جو راستہ ارشاد کے گھر کو جاتا ہے 'طالب علموں کا گروپ اسی راستے پر واپس جا رہا ہے۔ اس وقت ان کا مینڈا ہا جا ساتھ نہیں۔ وہ سب چلتے ہوئے گارے ہیں۔ اس گروپ میں سے دو چار لڑکے آگے ہیں جو بھگڑے کے

انداز میں ناچتے ہوئے لیڈ کر رہے ہیں۔ عقب میں بینڈ سپراپوز ہوتا ہے۔)

ہم دونوں کا ہے ایک خدا
ہم دونوں کا ہے ایک آقا
قرآن بھی ایک رسول بھی ایک
اور دونوں کا ہے ایک کعبہ

تم . اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ سریں گے ہم دونوں

صد شکر کرو ہم رنگ ہیں سب
اور اک دو بجے کے سنگ ہیں سب
اک آقا کملی والا ہے
ہم اس کے مست ملنگ ہیں سب

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ سریں گے ہم دونوں
(جس وقت یہ لوگ گاتے ناچتے جا رہے ہیں 'سانے سے عذرا سلمان کار میں آتی
ہے۔ وہ کار روکتی ہے اور ان لوگوں کے گانے کو سنتی ہے)
کٹ

شام کا وقت

آؤٹ ڈور

سین 4

(کامران کی ہار ووری کے قریب طالب علم کشنی چلا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ

ارشاد بھی سوار ہے۔ پورا بینڈ بھی کشتی میں موجود ہے۔ ارشاد کچھ تو ان کا گیت سن رہا ہے کچھ اس کی توجہ سورج غروب ہونے کے منظر پر ہے۔

جس وقت تمہاری مسجد سے
آواز اذان کی آتی ہے
میری بے تاب سماعت میں
گل رنگ چراغ جلاتی ہے
پھر ساتھ ہماری مسجد ہے
آواز اذان کی آتی ہے
دونوں کی صدا کے ملنے سے
نگری جنت بن جاتی ہے
تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
ڈزالو

سین 5 ان ڈور دن

(اس وقت عذرا سلمان اور ارشاد لیبارٹری میں موجود ہیں۔ اس لیبارٹری میں چھوٹی 16 ایم ایم کی سکرین لگی ہوئی ہے اور ارشاد کچھ دور بیٹھا اپنی Transparencies اس سکرین پر دیکھ رہا ہے۔ جب کیمرہ کھلتا ہے تو سب سے پہلے اسی سکرین پر آتا ہے۔ اس وقت چھوٹی سکرین پر چغتائی آرٹس کی کچھ تصویریں آتی ہیں۔)

عذرا: مجھے یوں لگتا ہے جیسے آپ میری بات قطعی نہیں سن رہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج تک کسی نے میری بات سنی ہی نہیں۔

(ارشاد جی بند کرتا ہے۔ چھوٹی سکرین سفید ہو جاتی ہے۔)

ارشاد: آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ میں ہمیشہ آپ کی بات سنتا ہوں، بڑی توجہ سے بلکہ اس پر غور بھی کرتا ہوں۔

عذرا: پھر بتائیے!

یعنی کیا؟

ارشاد:

لوگ میری عزت کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ اگر میں اس سوال کو ذرا پھیلا دوں تو یہ سوال کچھ ایسے ہو گا کہ مرد عورتوں کی عزت کیوں نہیں کرتے۔ مرد اس کے لیے بہت کچھ کرتا ہے لیکن دل سے اس کی عزت کبھی نہیں کرتا۔ کیوں؟ کیوں؟ کیا واقعی ہم نا اہل ہیں؟ کمتر ہیں؟ نالائق ہیں؟ بتائیے ناں؟

آپ لوگ 'یعنی خواتین' عزت کی خواہاں ہیں کہ محبت کی؟

ارشاد:

دونوں کی! Of Course ہم محبت بھی چاہتی ہیں اور عزت بھی۔

عذرا:

فرض کیجئے کہ ان دونوں میں سے فقط ایک چیز مل سکتی ہو تو آپ کون سی منتخب کریں

ارشاد:

گی۔۔۔ عزت کہ محبت؟

ضرورت تو دونوں کی ہے۔

عذرا:

میں چونکہ مرد ہوں، تو تھوڑا بہت کچھ مردوں کی جانب سے آدھا پونا جواب دے سکتا ہوں۔ مرد نے غالباً پتھر اور دھات کے زمانے سے یہ طے کر لیا تھا کہ محبت کسی کے دل میں پیدا نہیں کی جاسکتی۔ یہ برے سے 'چٹے سے' تھوڑی مار کر 'پٹے سے' باندھ کر حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس نے Second Best کو اپنے لیے منتخب کر لیا، عزت کو۔ مرد کو عزت بڑی پیاری ہے۔

ارشاد:

عورت بھی تو عزت چاہتی ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں، اسے عزت ملتی ہی نہیں۔ مرد اپنی گرہ سے عزت کا سکہ کھول کر عورت کی جھولی میں ڈالتا ہی نہیں۔

عذرا:

دیکھئے یہ بات ذرا مشکل ہے۔ آپ کے پاس وقت ہے؟

ارشاد:

بے شمار وقت!

عذرا:

انسان کا وجود ایک تو اس کی اپنی ذات ہے اور دوسرے وہ صفات ہیں جو اس ذات کے اندر ملفوف ہیں۔ ذات وہ سب کچھ ہے جو نظر آتی ہے۔ رنگ روپ، قد، وجود، چھب، بال جو کچھ باہر ہے، ذات کا کرشمہ ہے۔ انسان کی صفات۔۔۔ یعنی وہ کس ہنر میں یکتا ہے، کس درجہ صاحب کمال ہے۔ نخی ہے، دلیر ہے، سچ بولتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ اس کے اندر ہیں۔ یعنی ذات بوسل ہے، اندر خوشبو ہے۔۔۔ آپ لوگوں نے 'یعنی عورتوں نے' بوسل پر بہت توجہ دے رکھی ہے۔ آپ کو خوشبو کی پروا نہیں۔

ارشاد:

ہم خوبصورت لگنا چاہتی ہیں۔

عذرا:

میں بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ خوبصورت لگنے کی جو چاہت ہے، وہ یہی محبت کی

ارشاد:

خواہش ہے۔

عذرا: کمال ہے! تو کیا عورت محبت نہ چاہے؟ محبت اس کا حق ہے بھی۔

ارشاد: محبت نہ کسی مرد کا حق ہے نہ عورت کا۔۔۔۔۔ یہ تو حسن کا حق ہے اور اسے یہ حق بلا تکلف ملتا ہے۔ مرد نے اس بات کو رعایت کر لیا ہے اس لیے وہ بے تحاشا محبت کرتا ہے لیکن محبت کے حصول کے لیے بھاگتا نہیں۔

عذرا: یعنی آپ کو ہماری اس خواہش پر بھی اعتراض ہے محبت پانے کی معصوم خواہش پر؟

ارشاد: خرابی اس وقت شروع ہوتی ہے جب محبت ملتی نہیں۔ پھر مرد عورت کے رابطے میں رخنے پڑنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ تب عورت جھلا کر کہتی ہے دیکھو لوگو! مرد میرا احترام نہیں کرتے۔۔۔۔۔ میری عزت نہیں ہو رہی۔ حالانکہ اس نے کبھی بھی احترام نہیں مانگا ہوتا محبت طلب ہوتی ہے۔

عذرا: چلئے محبت نہ ملے تو پھر کیا ہم احترام سے بھی ہاتھ دھولیں؟

(اب پھر کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور چھوٹی سکرین پر تصویریں آنے لگتی ہیں۔ ترکھان، ٹریفک کا سپاہی، مکاری گر، کنویں میں موٹر سائیکل، استاد اللہ بخش کی پیٹنگ، بازی گر رسہ پر، مختلف صنعت و حرفت اور آرٹس کے ماہر نظر آتے ہیں۔ ان تصویروں پر ارشاد کی آواز سپر امپوز:)

ارشاد: جس طرح مرد نے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے اور اپنا احترام کروانے کے لیے صدیوں اپنے ہاتھ سے اپنے دماغ سے اپنی روح سے ساری قوت لگا کر اور خوشیاں منج کر اپنے لیے ان گنت راستے کھولے، لا تعداد پروفیشن ایجاد کیے، پھر ان میں صاحب کمال پیدا کیے۔۔۔۔۔ کیا آپ لوگوں نے ایسی کڑی محنت کا تصور کیا؟ آپ لوگ عزت و احترام ترک کر کے اپنی پوجا کرواتی ہیں۔ سودہ ہوتی رہی ہے اور ہوتی چلی جائے گی، لیکن بیماری تادیر آرتی اتار نہیں سکتا۔ (روشنی ہو جاتی ہے)

عذرا: چلیے اور کسی فیلڈ میں نہ سہی ایک پروفیشن میں تو مرد عورت کو Beat نہیں کر سکا آپ مانیں گے کہ کوئی مرد ماں نہیں بن سکا۔

ارشاد: اب دیکھ لیں عذرا! جب بھی جہاں کہیں بھی کسی بھی حالت میں کسی مرد کو ماں مل جاتی ہے تو کیا وہ اس کے روبرو دست بستہ کھڑا نہیں رہتا۔۔۔۔۔ لرزتا نہیں اس کی حضوری میں۔۔۔۔۔ دل و جان سے احترام نہیں کرتا۔۔۔۔۔ چاہے وہ ماں اس کی اپنی نہ بھی ہو تب بھی۔

عذرا: (غصے سے کھڑی ہو کر) میں جانتی ہوں آپ مجھے الجھا رہے ہیں۔۔۔۔ چالاکی سے گھر کے اندر دھکا دے رہے ہیں۔۔۔۔ چار دیواری میں مجھوس کرنا چاہتے ہیں۔ As a Human being , As a person اس گھریلو پروفیشن نے عورت کی جڑ مار دی ہے۔ اسے کہیں کا نہیں رکھا۔ یہ ساری خوشامدی مرد کی Tricks ہیں عورت کو گھر میں قید کرنے کی۔۔۔۔ ویسے وہ عورت کی عزت کر ہی نہیں سکتا۔

(یکدم کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ سکرین پر چین فوڈ کی فلم چلنے لگتی ہے۔ اس میں ورزش کرائی جا رہی ہے۔ پھر کچھ خوبصورت ماڈل گرلز کے فوڈ دکھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی امریکن ایکٹریوں کی تصویریں اور لیڈیز میگزین کے صفحات وغیرہ۔)

ارشاد: دیکھ لیجئے یہ سب ذات کا نکھار ہے۔ اور آپ جانتی ہیں کہ ذات کے نکھار سے محبت کی جاتی ہے ذات کی پوجا کی جاتی ہے۔ ذات حیرت میں ڈالتی ہے مسکور کرتی ہے۔ صفات ہوں تو احترام ملتا ہے عزت ہوتی ہے۔ آپ دنیا بھر کی شاعری لے لیں ہماری غزلیں دیکھ لیں۔۔۔۔ سارا عشق حسن سے وابستہ ہے کسی کمال سے نہیں۔

عذرا: ارشاد صاحب! میرا سوال تھا مردانہ کم ظرف کیوں ہے؟ وہ عورت کی عزت کیوں نہیں کرتا؟

ارشاد: میں بھی اس تجزیے کے اندر الجھا ہوا ہوں کہ عورت نے اپنے اندر کی صفات پر توجہ کیوں نہ دی۔۔۔۔ ایسی صفات جن سے احترام ملتا جنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ آپ نے جس قدر اپنی ذات کو اور اپنے وجود کو پرکشش بنانے کی کوشش کی ہے کیا اپنی صفات کو اجاگر کرنے میں اتنا تردد کیا؟

عذرا: (غصے سے) اس لیے کہ عورتوں کی صفات کی پروا ہی کون کرتا ہے۔ کون پوچھتا ہے کہ عورت کس درجہ صاحب کمال ہے۔ مرد کو تو صرف عورت کا سراپا Attract کرتا ہے وہ بے چاری اس کو نہ سجاتی پھرے تو اور کیا کرے؟ مرد کو عورت کے جسم کے علاوہ کیا درکار ہے؟

ارشاد: اصل میں کچھ عجیب سا مفید ہے۔ عورت محبت کی تلاشی ہے اور ہر رشتے سے محبت کی طلب کار ہے۔۔۔۔ مرد احترام اور عزت نفس کے لیے مارا مارا پھرتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے سودے کے طالب ہیں۔

عذرا: اصل میں مرد عورت کو احترام دے ہی نہیں سکتا اس کا حوصلہ ہی نہیں پڑتا۔۔۔۔

تھڑلے تنک نظرے کا۔ وہ عورت کی اندرونی خوبیوں کو Appreciate کر ہی نہیں سکتا۔ وہ جب دیکھے گا 'سرپا دیکھے گا۔۔۔ صورت دیکھے گا۔ جب کوئی توجہ دینے والا ہی نہ ہو تو خوبیوں کو لے کر چائٹا ہے۔ دفع کرو۔

ارشاد: (قدرے اپنے آپ سے) اسی طرح سے انسان۔۔۔ فانی اور ناپائیدار انسان 'جب خدا سے محبت کا متمنی ہوتا ہے تو یہی مشکل درپیش ہوتی ہے۔ ذات محبت کو وجود میں لاتی ہے۔۔۔ اپنی طرف کھینچتی ہے۔۔۔ عشق، لگن اور حب پیدا کرتی ہے۔ خدا کی ذات تک انسان کی رسائی ممکن نہیں۔ ہاں اس کی صفات 'ننانوے یا گنتی تصور میں نہ آنے والی صفات کا احترام اور ان کی حمد و ثنا ہو سکتی ہے۔۔۔ لیکن محبت کرنے والا جو ذات کو آنکھ سے دیکھے کر محبت کرنے کا خوگر ہے 'وہ کیا کرے۔ (بہت ہی اپنے آپ سے) لیکن کچھ لوگ ضرور ہوتے ہوں گے جو اس کی ذات کو بھی جانتے ہوں گے۔

عذرا: آپ مجھے اللہ کا حوالہ دے کر ڈرائیں نہیں۔

ارشاد: خدا نخواستہ! ہرگز نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔ میں ڈرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر احترام کا راستہ اپنائیں گی تو بڑے کڑے کو سبھا گنا پڑے گا۔ سخت محنت کر کے صاحب کمال بننا پڑے گا۔ بڑا ہی مشکل سفر ہے۔ اس کے بعد بھی کون جانے تھک ہار کر پھر کہیں ذات کا سہارا نہ لینا پڑ جائے۔

عذرا: آپ سمجھتے ہیں میں مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عورت محنت نہیں کر سکتی۔۔۔ تسامی پسند ہے۔ دن رات ایک نہیں کر سکتی۔ چھوڑ دیجئے 'یہ تاویلیں۔ میں اپنا آپ منوانا چاہوں تو منوا سکتی ہوں۔ پہاڑ گرانا چاہوں تو گر سکتی ہوں۔ مرد یہ نہ سمجھے کہ اس کے معاشی 'معاشرتی' نفسیاتی قید خانوں کو توڑ نہیں سکتی۔

ارشاد: کیوں نہیں۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ ضرور توڑ سکتی ہیں۔ یہ تو من چلے کا سودا ہے۔ بیگم صاحب! محبت یا احترام 'سودے دونوں ہی سچے ہیں۔ دونوں اصلی ہیں۔ جو جس کو پسند آئے۔۔۔ راہیں دونوں کھلی ہیں۔

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد کے ساتھ نوجوان لڑکا اور لڑکی ہیں۔ ان کا تعلق بینڈ والے گروپ سے

ہے۔ یہ تینوں قدافی سٹیڈیم والے کپلیکس میں گھوم رہے ہیں۔ پس منظر میں اس کپلیکس کی خوبصورتی کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس سین میں ڈائلاگ پراپوز ہوتے ہیں۔)

ارشاد:

(ہنس کر) دیکھو بھئی! میں آپ لوگوں کو کامیابی کا کوئی فارمولا تو نہیں دے سکتا، البتہ ناکامی کا ایک طریقہ ضرور بتا سکتا ہوں۔ آپ زندگی میں ہر شخص کو خوش کرنا شروع کر دیں۔

لڑکا:

ہر شخص کو خوش کرنا شروع کر دیں سر؟
 جب آپ ہر شخص کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں گے تو خود بخود ناکام ہونا شروع ہو جائیں گے۔

ارشاد:

ناکام ہونا شروع ہو جائیں گے سر؟
 ایک بات کو یاد رکھنا بی بی اور اس کو اپنے دل کے قریب لڑکا کے رکھنا کہ تم لوگوں کے غلام ہوتے ہو۔۔۔۔ ان کے بلا تخیل ملازم ہوتے ہو، جن کی تم تصدیق کے اور Approval کے ہر وقت خواہش مند ہوتے ہو۔ اصل میں تمہاری جنگ لوگوں کے خلاف نہیں ہوتی، اپنے ذہن اور اپنی سوچ کے خلاف ہوتی ہے اور تم عمر بھر دوسروں سے لڑتے رہتے ہو۔

لڑکی:

ارشاد:

ہم نے تو اپنا آپ تبدیل کر کے بھی دیکھ لیا۔۔۔۔

لڑکا:

لڑکی:

ارشاد:

پھر بھی لوگوں کے منہ بند نہیں ہوئے۔
 ظاہر کی تبدیلی سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بچو! آپ اپنے بیرونی وجود کو تبدیل کر لیں، لباس بدل لیں، جو گیا کپڑے پہن لیں، داڑھی رکھ لیں، شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں، ملک تبدیل کر لیں۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں ہوگا اور آپ کے ساتھ وہی واقعات پیش آتے رہیں گے جو اب تک آتے رہے ہیں۔ جب تک اندر کی تبدیلی نہیں ہوگی، یہ عمل اسی طرح سے جاری رہے گا۔ دیکھو ایک ہوائی جہاز جس کا انجن خراب ہو چکا ہو، اسے چنٹ کر کے اور اس کا رنگ و روغن تبدیل کر کے آپ اسے اڑا نہیں سکیں گے۔ وہ جب بھی اڑے گا اندر کی خرابی دور ہونے سے اڑے گا۔

لڑکی:

ارشاد:

ہم ایک کلب نہ بنالیں سر، آپ کی سربراہی میں۔۔۔۔ لوگوں کا اندر تبدیل کرنے کے لیے۔۔۔۔ دیکھی انسانوں کی کیا کلب کے لیے۔۔۔۔ مجبوروں کی رہنمائی کے لیے؟
 جس قدر کوئی شخص اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے سے محروم ہوگا اور خود کو بدلنے سے

قاصر ہوگا اسی قدر وہ دوسروں کو تبدیل کرنے پر زور دے گا۔ جس قدر وہ خود اپنے اندر تبدیلی لانے سے معذور ہوگا اسی قدر وہ انسانی فلاح و بہبود کی انجمنیں بنانا چلا جائے گا۔ آپ کے ارد گرد ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ڈوبتوں کو بچانے کی سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں اور وہ خود تیرنا نہیں جانتے۔

لڑکی: چھوڑیں سر! آپ سے تو بات کرنا ہی بیکار ہے۔

ارشاد: (ہنستے ہوئے محبت بھرے انداز میں) اچھا۔۔۔۔۔ اچھا!

کٹ

سین 7 ان ڈور رات

(ارشاد کسی چھوٹے ہال کے سٹیج پر کھڑا ہے اور اس کے سامنے حاضرین کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ وہ ان کے سوالوں کے جواب دے رہا ہے۔)

لڑکی: سر لوگوں کے طعنوں کی اور تنقید کی بوچھاڑ میری طرف ہی کیوں رہتی ہے؟ میں ہی کیوں ہر وقت نشانہ بنی رہتی ہوں؟ مجھ پر ہی کیوں ساری مصیبتیں ٹوٹتی ہیں؟ وائی می وائی می؟

ارشاد: نشانہ نہ بننے کا اور لوگوں کے طعنوں اور تنقید کی بوچھاڑ نہ سہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ خود تیر بننا چھوڑ دیں۔ نارگٹ اینڈ ایرو۔۔۔۔۔ ہدف اور تیر ہمیشہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور یہ ہر وقت آپ کے اندر موجود ہوتے ہیں ہمیشہ ہر گھڑی۔ جب بھی آپ کسی پر تیر چلاتے ہیں یا حملہ کرتے ہیں تو ایک نارگٹ 'ایک نشانہ گاہ' ایک ہدف قٹ کر کے ایسا کرتے ہیں۔ ایک بے سمجھ اور بے انصاف آدمی ساری عمر یہی سمجھتا رہے گا کہ وہ ایک نارگٹ ہے 'ایک نشانہ گاہ' ہے اور اس پر مسلسل تیر اندازی ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ خود احتسابی کے عمل سے گزرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ وہ ایک نشانہ ہی نہیں 'ایک تیر بھی ہے جو وقت بے وقت چلتا رہتا ہے اور خوب خوب زخم لگاتا ہے۔

لڑکا: سر! سلوک کا راستہ اختیار کرنے سے کیا ملتا ہے؟ صوفی ازم سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: صوفی ازم اختیار کرنے سے آپ کے اندر دو کی نہیں رہتی۔ آپ ٹکڑوں میں اور ٹوٹوں میں تقسیم ہونے سے بچ جاتے ہیں اور Dichotomy سے نکل جاتے ہیں۔

دوسرا لڑکا: باطن کے سفر کا راستہ کس طرح سے مل سکتا ہے؟

ارشاد: انا کی مقابلے بازی ختم کرنے سے۔۔۔ ایگو کا کچی ٹیشن ترک کر کے۔ جب آپ دوسروں کی انا کے ساتھ 'ان کی ایگو کے ساتھ اپنی انا اور ایگو کو بھڑانا بند کر دیتے ہیں تو آپ کو باطن کے سفر کا راستہ نظر آنے لگتا ہے۔

دوسری لڑکی: معاشرے کو کس طرح سے درست کیا جاسکتا ہے؟

ارشاد: اپنے اندر عاجزی، بردباری، حلم اور برداشت کا مادہ پیدا کر کے۔۔۔ فتح مکہ کا رویہ اختیار کر کے۔

تیسری لڑکی: پھر اس زندگی میں عمل کا مقام کیا ہوا؟

ارشاد: عمل کا مقصد صرف ایک ہی ہے کہ اپنے اندر کی خامیوں اور غلط فہمیوں کو ایک ایک کر کے پکڑا جائے اور ان کا ازالہ کیا جائے۔

تیسری لڑکی: سر ہم ایک دوسرے کو دکھ کیوں پہنچاتے ہیں؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم خوف زدہ ہوتے ہیں۔

تیسری لڑکی: ہم کیوں خوف زدہ ہوتے ہیں سر؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کون ہیں۔

تیسری لڑکی: ہمیں کیوں معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کون ہیں؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم نے کبھی اس کی تحقیق ہی نہیں کی ہوتی۔۔۔ کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں ہوتا۔

چوتھی لڑکی: ہم برائی کی پیروی کیوں کرتے ہیں سر؟

ارشاد: ہمارے اندر کچھ ایسے حصے کچھ ایسے فیکٹر بھی موجود ہیں جو برائی کو اچھائی سمجھتے ہیں۔

عمران: میرا ایک مسئلہ ہے سر، جس کا میں یہاں ذکر نہیں کروں گا، میں اس مسئلے کو کیسے حل کروں؟

ارشاد: مسئلے سے واقفیت حاصل کر کے، اس کی فہم پیدا کر کے۔

عمران: میں اپنے اندر فہم کیسے پیدا کروں سر؟

ارشاد: مسئلے کا خوف دور کر کے!

عمران: خوف کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے سر؟

ارشاد: خوف کو اپنی طرف سے طاقت فراہم کرنا بند کر دو، خوف ختم ہو جائے گا۔

عمران: میں اپنے خوف کو خود کیوں طاقت فراہم کرتا ہوں سر؟

ارشاد: اس لیے کہ تم نے اپنی قوت اور طاقت کی قدر کرنا نہیں سیکھی۔۔۔ اسے پر تسلیم

نہیں کیا۔

عمران: پھر تو مجھے اپنا آپ پہچاننے کی ضرورت ہے۔

ارشاد: بالکل ہے 'بے شک ہے کیونکہ تم ہی تو جواب ہو لیکن تم سوال بن کر اپنے سامنے بیٹھ گئے ہو اور ضد کر رہے ہو۔

چوتھی لڑکی: (اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور لفظ "سر" کہہ کر روہانسی ہو جاتی ہے۔ اس کا حلق آنسوؤں سے بند ہو جاتا ہے 'آنکھیں بھری آتی ہیں)

ارشاد: (اس کا سوال سمجھ کر) دیکھو بی بی! کسی شے کے گم ہو جانے پر زیادہ غمگین نہیں ہوا کرتے۔ جو شے گم ہو سکتی ہے 'وہ کبھی مل بھی سکتی ہے۔

کٹ

سین 8 ان ڈور رات

(ارشاد پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ ماں اور کبیر پاس ہی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔)

کبیر: تم سمجھتے ہو ہم تمہارے دشمن ہیں۔

ماں: یہی کچھ سمجھتا رہا ہے ہمیشہ۔ اگر مجھے اپنا دشمن نہ سمجھتا تو اپنے سارے حالات سے آگاہ نہ کرتا مجھے۔

ارشاد: میرے سارے حالات آپ کے سامنے ہیں ماں جی۔

کبیر: تم انتہائی گھنے آدمی ہو ارشاد۔ تمہارے قریبی دوست بھی نہیں جانتے کہ تم کیا سوچتے ہو 'کیا چاہتے ہو۔

ماں: تم کن پتھروں سے سر پھوڑ رہے ہو کبیر! تمہارا کیا خیال ہے یہ ہمیں بتائے گا کہ اسے کیا ہوا ہے۔

ارشاد: بتا تو رہا ہوں کہ معمولی زکام ہے۔۔۔ ہلکا سا بخار ہے۔ ڈاکٹر نے دوائی دی ہے 'ٹھیک ہو جاؤں گا۔

ماں: جب تم لندن سے لوٹے ارشاد 'میں نے بار بار تم سے کہا کہ تم مجھے ڈاکٹر کی رپورٹ دکھاؤ۔ تم نے ہمیشہ مجھے ٹال دیا۔

ارشاد: رپورٹ معمولی تھی۔ کوئی خاص بات اس میں درج نہ تھی۔۔۔ پھر یہ نہیں میں نے

اسے کہاں رکھ دیا تھا۔

یہ کہو۔۔۔۔۔ ہاں یہ کہو ڈاکٹر کی رپورٹ بھی تمہارے لیے بے معنی ہے۔

یہ تم سے کس نے کہا۔

چلو تمہارے لیے بے معنی تھی ہوگی۔۔۔۔۔ تم میری تو تسلی کر دیتے۔ پتہ نہیں میں نے

کیا گناہ کیا ہے۔ اس بڑھاپے میں بن تباہ تین فیکٹریاں پوتے پتہ نہیں کہاں ہیں بیٹا شہر

میں ہے اور دنوں مجھے خبر نہیں ہوتی وہ کس حال میں ہے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں کون سی خطا

ہو گئی ہے مجھ سے۔ (رونے لگتی ہے)۔

پتھر دل! یہ حال ہو گیا ہے ماں جی کا تیرے ہاتھوں۔

(سر جھکا کر) اور کچھ؟ اور کچھ آقا؟ ابھی کتنے الزام، کتنی گواہیاں، کیسے سفر باقی ہیں؟ اور

کتنے؟

(آہستہ سے ماں کے کان میں) اسے کسی سائیکی ایٹرسٹ کی ضرورت ہے ماں جی اور

وہ بھی فوراً۔ He needs help۔

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(چمک دار سورج ساری اجاڑ جگہ کو چمکائے ہوئے ہے۔ ارشاد کار میں سفر کر رہا

ہے۔ وہ ایک جگہ رکتا ہے۔ کار سے نکل کر باہر کھڑا ہوتا ہے اور دور ایسے دیکھتا

ہے جیسے اسے کوئی عجیب چیز نظر آ رہی ہو۔)

ڈزالو

سین 10 آؤٹ ڈور وہی وقت

(ارشاد جب غور سے سامنے دیکھتا ہے تو نظر آتا ہے کہ اجاڑ میں جا بجا چوگاٹھیں

گڑی ہیں۔ یہ چوگاٹھیں کم از کم دس ہونی چاہئیں۔ ان پر مختلف قسم کی روشنیاں

چڑھ رہی ہیں۔ منظر خوابی لگتا ہے۔ ارشاد نے اپنے کندھوں پر بڑی سی چادر اوڑھ

رکھی ہے جو ہوا میں لہرا رہی ہے۔ وہ ایک دروازے سے گزرتا ہے تو اس پر

پھولوں کی بارش ہوتی ہے۔ دوسرے دروازے میں سے گزرتا ہے تو اچانک اس پر اوپر سے مٹی گرتی ہے۔ تیسرے دروازے سے گزرنے پر اوپر سے چار پانچ کبوتر اس پر گرتے ہیں۔ اگلے دروازے سے جب وہ نکلتا ہے تو بارش پڑنے لگتی ہے۔ آگے کروا کی مدد سے آبشار دکھائیے جس میں ارشاد داخل ہو جاتا ہے۔

ڈزالو

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد تھری بین سوٹ پہنے اپنے پائیں باغ میں کھڑا تار کے قدم آدم بوٹے کو بیوند لگا رہا ہے۔ بیوند کی شاخ تراشی کرنے کے بعد وہ جوڑ بٹھا کر اس پر سن کی رسی مضبوطی سے باندھ رہا ہے۔ دور سے آواز سنائی دیتی ہے)

محمد حسین: (آف کیمرو) آجا آجا۔۔۔۔۔ اذن مل گیا۔۔۔۔۔ اجازت ہو گئی ارشاد احمد۔۔۔۔۔ تیری منظوری آگئی۔۔۔۔۔ (فیلڈ میں آ جاتا ہے)۔

ارشاد: کیسی منظوری آگئی سرکار؟

محمد حسین: تیری منظوری آگئی بھائی دیوانے۔۔۔۔۔ تجھے پروا لگی مل گئی۔ آجا میرے ساتھ۔۔۔۔۔ آجا آجا۔۔۔۔۔ آجا۔۔۔۔۔

ارشاد: (حیران پریشان ہکا بکا الو سامنے بنا کر تک رہا ہے۔)

محمد حسین: ارے مور کھ جلدی کر۔۔۔۔۔ وقت نکل گیا تو ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ تیرا اذن ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اجازت مل گئی ہے۔

ارشاد: میں سمجھا نہیں آتا!

محمد حسین: تیری قبولیت کا وقت آ گیا ہے۔ چنچی آگئی ہے تیری۔

ارشاد: میری چنچی سرکار؟

محمد حسین: اوئے احتقا تیری ٹیلی گرام آگئی ہے۔۔۔۔۔ ٹیلیکس آگئی ہے تیری (ذرا وقفہ) اوئے تیری فلیکس آگئی ہے۔

ارشاد: (سننے پر ہاتھ رکھ کر بغیر بولے اشارے سے پوچھتا ہے: میری؟)

محمد حسین: اوئے تیری مہر کی منظوری آگئی ہے احتقا۔۔۔۔۔ بے عقتا۔۔۔۔۔ جلدی کر جلدی۔

ارشاد: (بوکھا کر) کدھر حضور؟ کہاں؟ کون ہے؟ کس طرف ہے؟

محمد حسین: آجا میرے ساتھ ---- آجا خوش قسمت ---- خوش منزلا ---- خوش نصیب ---- آجا میرے پیچھے پیچھے (چلتا جاتا ہے)۔ کوئی کوئی ساری عمر دھوکے دھوڑے کھاتے رہتے ہیں اور راہ کی دھول بھی نہیں ملتی اور کسی کسی کو بیٹھے بیٹھائے بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ فرمانروا دولت دل ---- شاہ بندہ نواز ---- (ہاتھ اونچا کر کے نعرے کے انداز میں) شاہ بلند نسبت ---- شاہ دریا گہر ---- شاہ جم چاہ ---- شاہ بندہ پرور ---- درویش نواز ---- شاہ خطا پوش تشریف لاتے ہیں۔ باادب با ملاحظہ ہو شیخ ---- شاہ بندہ پرور 'شاہ درویش نواز' ---- شاہ خطا پوش تشریف لاتے ہیں۔

(محمد حسین آگے آگے ہے اور ارشاد اس کے پیچھے پیچھے تھری پیس سوٹ پہنے سر جھکائے ڈرے ڈرے چل رہا ہے۔ ان دونوں کو ویران سڑکوں پر 'شہر کی پٹری کے کنارے' گاؤں کے جوہڑ کے کنارے 'درختوں کے جھنڈ میں اور پرانے کھنڈروں کے پاس سے گزرتے دکھایا جاتا ہے۔ پھر وہ گاؤں کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے اماں طالعال کے گھر تک پہنچتے ہیں۔ اماں طالعال چوہے کے پاس بیٹھی کچھ پکا رہی ہے اور زکام کی وجہ سے بار بار اپنی اوڑھنی سے ناک پونچھتی ہے۔ بابا غلام دین پیڑی پر بیٹھا گود میں قرآن رکھے اس کی تلاوت کر رہا ہے۔ محمد حسین ہاتھ کے اشارے سے ارشاد کو دروازے کے اندر کرتا ہے اور اس کے ساتھ خود بھی صحن میں داخل ہوتا ہے۔ بابا غلام دین ان دونوں کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ وہ دونوں بابا کے دائیں ہاتھ دری پر دوڑا نو بیٹھ جاتے ہیں۔ بابا غلام دین ذرا سا چہرہ اٹھا کر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ذاکیہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھتا ہے۔ ارشاد خوف زدہ بیٹھا ہے۔ پس منظر میں کلاک کے پنڈولم کی آواز آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ بابا غلام دین ہاتھ کے اشارے سے محمد حسین کو اٹھ جانے کے لئے کہتا ہے۔ محمد حسین اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہے اور دل ہی دل میں نوحہ کرتا ہے۔ جو کیفیت رونے سے پہلے چہرے پر وارد ہوتی ہے اس کا دھیمسا اور دھندلا نقشہ محمد حسین کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہے۔ دروازے سے باہر نکل کر محمد حسین دیوار کے ساتھ لپک لپک کر گلی میں بیٹھ جاتا ہے۔ محمد حسین کچھ اس انداز سے بیٹھتا ہے جیسے سب در کے بیٹنے کا انداز ہوتا ہے۔

اندر بابا غلام دین ہاتھ کے جکے اشارے سے ارشاد کو اپنے قریب بلاتا ہے۔

وہ اسی طرح زمین پر بیٹھے بیٹھے آگے کھسکتا ہے اور ڈراڈرا ان کے قریب آ جاتا ہے۔ بابا اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے سینے سے رگڑ کر صاف کرتا ہے۔ پھر اس کی انگلی پکڑتا ہے اور قرآن کے متن پر رکھ کر فرماتا ہے:

غلام دین: پڑھو!

ارشاد: (ان آیات کی تلاوت شروع کر دیتا ہے)

غلام دین: (ہاتھ کے مدغم اشارے سے ارشاد کو روکتا ہے۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلی سطر پر پھیرتے ہوئے کہتا ہے: ایہ میرے صاحب کا فرمان ہے یہ سچ ہے۔

ارشاد: یہ میرے صاحب کا فرمان ہے یہ سچ ہے۔

غلام دین: یہ میرے مولا کا فرمان ہے یہ حق ہے۔

ارشاد: یہ میرے مولا کا فرمان ہے یہ حق ہے۔

غلام دین: ایہ بھی سچ ہے ایہ بھی حق ہے۔ یہی حق ہے۔

ارشاد: یہ بھی سچ ہے یہ بھی حق ہے۔۔۔۔۔ یہی حق ہے۔

غلام دین: ایہ میرے اللہ کا فرمان ہے یہی سچ ہے۔۔۔۔۔ یہی بہت ہے۔

ارشاد: یہ میرے اللہ کا فرمان ہے یہی سچ ہے۔۔۔۔۔ یہی بہت ہے۔

(غلام دین دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تلاوت بند کر دیتا ہے اور چہرہ اٹھا کر طالعال کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ اپنی بیڑھی کے پاس سے مٹی کے کورے پیالے کو اٹھا کر لاتی ہے اور بابا کے پاس رکھتی ہے۔ پیالہ پانی سے لبا ب بھرا ہے۔ بابا اپنے قرآن کے اندر سے گلاب کا ایک سوکھا دبا ہوا پھول نکالتا ہے۔ بابا قرآن بند کر کے اس پھول کو پانی میں ڈالتا ہے اور پیالہ اٹھا کر ارشاد کو دیتا ہے۔ ارشاد پانی پی جاتا ہے اور پیالہ اپنی گود میں رکھ لیتا ہے۔ پھر اماں طالعال پرانی بوری جیسے کپڑے میں بندھی ہوئی ایک گٹھڑی سی لا کر بابا کو دیتی ہے۔ بابا وہ گٹھڑی ارشاد کو دے کر کہتا ہے:)

غلام دین: اس میں میرا ایک پرانا کبیل ہے اور جوتوں کی ایک پھٹی پرانی جوڑی ہے۔ یہ ورثہ آج سے تیرا ہے۔

(باہر سے کتے کے رونے کی ہلکی سی کوک آتی ہے۔ کٹ کر کے دکھاتے ہیں کہ

محمد حسین نے رونے کے لئے آواز نکالی تھی، لیکن خوف اور اس پر قابو پانے کی

کوشش میں یہ کوک برآمد ہوئی۔ محمد حسین کو آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں۔

اندر ارشاد گٹھڑی کو چوم کر اپنی گود میں رکھتا ہے۔)

غلام دین: اس میں ایک پتھر بھی ہے جو حرص و ہوس کے ستانے پر تیری مدد کرے گا۔
ارشاد: (اثبات میں سر ہلاتا ہے۔)

(بابا دونوں ہاتھ اٹھا کر جانے کا اذن دیتا ہے۔ ارشاد بائیں بغل میں گٹھڑی اور دائیں ہاتھ میں خالی پیالہ اور اس میں پھول لے کر اٹنے قدموں سے دروازے کی طرف چلتا ہے۔ بابا پھر اپنی تلاوت میں مشغول ہوتا ہے۔ ارشاد دروازے سے باہر نکلتا ہے تو ڈاکیہ ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر کہتا ہے:)

محمد حسین: یہ مجھے دے دیجئے سرکار!

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں حضرت!

محمد حسین: اپنے اپنے مقدر کی بات ہے مخدوم۔ تیرے سر پر تاج ہے، تو سلطان ہے، فرمانروا ہے۔
محمد حسین ڈاکیہ تیرا بردہ ہے، خادم ہے۔۔۔۔۔ تیرا داس ہے۔

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں حضرت!

محمد حسین: (چینتے ہوئے اور دونوں چیزیں اس سے بزور لیتے ہوئے) میں ٹھیک عرض کر رہا ہوں میرے شاہا۔۔۔۔۔ میرے والیا۔۔۔۔۔ میرے مخدوم۔ تو ہی شاہ نافذ الامر ہے۔ تجھی کو الامر منکم بتا دیا گیا ہے۔

(پھول والا پیالہ سر پر رکھ کر اور اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اور گٹھڑی بائیں کندھے پر رکھ کر اپنے صاحب ارشاد کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہے۔ ان دونوں کو انہی راستوں پر چلتے دکھایا جاتا ہے جن پر چل کر وہ آئے تھے لیکن فرق یہ ہے کہ اس مرتبہ ارشاد آگے آگے ہے اور محمد حسین پیچھے۔ ان پر محمد حسین کے وہی نعرے سپراپوز ہوتے ہیں۔ ان آوازوں میں ایکو اور Reverberation ہے۔
دونوں لاگ شاٹ میں چلتے جا رہے ہیں۔)

قسط نمبر 12

کردار

- ارشاد : ہیرو۔ بہت بیمار ہے
- مومنہ : ہیروئن
- ارشاد کی والدہ : ماں جی۔ دکھوں کی سرحد سے آگے نکل چکی ہے
- ڈاکیہ محمد حسین : ارشاد کا مرید
- سراج : دنیا دار۔ متذبذب
- پروفیسر عائشہ : مومنہ کی والدہ
- نور محمد : توکل کرنے والا ٹھیکیدار
- اماں طالعاں : بابا غلام دین کی سادہ لوح بیوی
- لیب اسٹنٹ : ایک نوجوان ڈاکٹر
- اور پانچ ملاقاتی

سین 1 ان ڈور رات

(مومنہ جائے نماز پر بیٹھی ہے اور سو جانا چاہتی ہے۔ وہ اپنی امی کی بات غور سے سن بھی نہیں رہی۔ کبھی جوش کے ساتھ شمولیت کرتی ہے اور کبھی ان مانے جی سے۔ پروفیسر فی صاحبہ اپنے ناخن کاٹنے میں مشغول ہیں۔ ساتھ ساتھ وہ مومنہ کو سخت گیر ماں کی طرح دبوچنے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔)

عائشہ: تو میری بات ہی نہیں سنتی مومنہ۔

مومنہ: سن رہی ہوں امی۔ غور سے سن رہی ہوں۔

عائشہ: شادی کے بغیر عورت کا کوئی فیوچر ہے؟

مومنہ: ہاں جی وہ تو ہے۔

عائشہ: تیری عمر کی لڑکیوں کے آگے پیچھے بچے چمٹے ہوتے ہیں۔ وہ ان کی سکول رپورٹوں کے پیچھے دیوانی ہوئی پھرتی ہیں۔ اور تو ہے کہ بس ڈانگ کی ڈانگ نہ کوئی پتہ نہ پھل نہ پھول۔۔۔۔

مومنہ: مجھے کسی اور بات نے دیوانہ بنا رکھا ہے امی۔

عائشہ: کس بات نے؟

مومنہ: (گھبرا کر) وہ امی جی میری ریسرچ میں مشکل پیدا ہو گئی ہے۔ ٹائیل جو Data جمع کرتی رہی ہے وہ کم ہو گیا سارا۔

عائشہ: بے وقوف کبھی ریسرچ کے سہارے بھی عورت کی عمر کتنی ہے۔ میں نے ساری عمر سر دس کی لیکن ایک تیرا سہارا نہ ہوتا تو میں کبھی کی مر کھپ جاتی۔

مومنہ: امی اچھے سارے خلا بھر دیتا ہے کیا؟ ساری تنہائیاں سمیٹ لیتا ہے؟

عائشہ: وہی تو تیل ہے جو عورت کے دیئے میں جلتا ہے۔ تو اللہ کا نام لے کر عدیل کے پاس چلی جا مومنہ۔۔۔۔ چلی جا۔۔۔۔ خدا کے لیے اتنا نہ سوچ کہ وہ ارادہ بدل لے۔۔۔۔ مردوں کے

ارادے کا بھی کیا اعتبار!

مومنہ: اور اگر امی میرے دل میں کوئی اور ہو۔۔۔۔ خدا کی طرح؟

عائشہ: تیرے دل میں؟ کوئی اور؟

مومنہ: (گھبرا کر) بھلا کوئی ہو سکتا ہے لیکن امی اگر بالفرض۔۔۔۔ سوچیں ناں اگر سال ڈیڑھ

سال سے کوئی اور بس گیا ہو دل کا خالی مکان دیکھ کر۔۔۔۔ پھر امی۔۔۔۔ اس کا کیا کروں گی عدیل کے پاس جا کر؟

عائشہ: دل کا بھروسہ نہیں کرتے پاگل۔ کبھی اس نے بھی سیدھی راہ دکھائی ہے۔ اس کم بخت نے بھی کبھی بہتری چاہی ہے انسان کی۔

مومنہ: لیکن امی 'سر تو کہتے تھے کہ۔۔۔۔ کہ قلب کے فیصلے درست ہوتے ہیں ہارٹ کے۔

عائشہ: بھائی وہ اور مقام کے آدمی ہیں۔ ان کے لیے قلب کے فیصلے درست ہو سکتے ہیں۔۔۔۔ تیرا میرا کام تو عقل ہی چلائے گی 'عیاری مکاری سے۔

مومنہ: تو میں چلی جاؤں عدیل کے پاس امی 'ساری کی ساری۔۔۔۔ کہ آدمی پونی؟

عائشہ: پتہ نہیں تجھے کیا ہے مومنہ! عدیل کے پاس تو نے کیا جانا ہے 'تجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے سر کو ہی دیکھ آتی۔ کئی دن سے بستر پر پڑے ہیں۔

مومنہ: بستر پر پڑے ہیں! بیمار ہیں ہمارے سر امی! ہمارے سر!! سر ارشاد!!! کیا ہوا ہے انہیں؟

(جلدی سے سلپیر پہنتی ہے اور دروازے کی طرف بھاگ کر جاتی ہے۔)

عائشہ: کہاں جا رہی ہے تو مومنہ؟ پتہ ہے رات کے گیارہ بجے ہیں 'الٹی کھوپڑی!

(دروازے کے پاس پہنچ کر یک دم مومنہ رکتی ہے 'جیسے سمجھ گئی ہو کہ اس وقت

ماں باہر جانے نہیں دے گی۔ دروازے کے قریبی سوئچ بورڈ پر ہاتھ بڑھا کر بٹن

دباتی ہے۔ کمرے میں اندھیرا پھیلتا ہے۔ پھر دروازے کی چنجنی لگاتی ہے۔ اس

دوران اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں اور کیمرو اس کے چہرے کو مڈ کلوز

اپ میں فریٹ کر رہا ہے۔)

مومنہ: کہیں نہیں امی! میں کہاں جا سکتی ہوں۔ میں تو صرف دروازہ بند کرنے کے لیے انھی

تھی۔ میں بھلا کہاں جا سکتی ہوں۔۔۔۔ کس کے پاس!

عائشہ: میں ناخن کاٹ رہی ہوں 'پکڑ کے بتی بجمادی۔

مومنہ: گیارہ بج گئے ہیں امی۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں 'میں عدیل کے پاس چلی جاؤں گی۔۔۔۔ بس

کچھ مہلت دے دیں مجھے۔

(مومنہ چپ کپ دروازے میں کھڑی ہے۔ جھری میں سے چھوٹی سی لکیر بھر

روشنی اس کے چہرے پر گرتی ہے جس میں اس کے آنسو چمکتے ہیں۔ مومنہ کی

آواز میں نظم تحت اللفظ پہراپوز کریں:)

میں نے چاہا آنسوؤں کی بارش سے
 دل کا صحن دھل جائے
 ایک در تو کھل جائے
 تیرگی سمٹ جائے
 روشنی سی ہو جائے
 میں نے دھویا مل مل کے
 آنسوؤں میں جل جل کے
 پر مرے گھروندے کی
 سیلی سیلی اینٹوں سے
 تیری باس چھٹی ہے
 کھڑکیوں کے پردوں سے
 تیری مہک آتی ہے
 جھللاتی جاتی ہے، گنگناتی جاتی ہے
 اپنے خانہ دل کو
 کیسے مانجھے سے مانجھوں
 کون سے ڈیڑھنٹ سے
 آنگنائی کو کھرچوں
 تاکہ صحن خانے کا
 سارا فرش دھل جائے
 ماضی تمنائی
 حال بن کے کھل جائے۔

(اس نظم کے پیچھے آواز کے ساتھ ہلکا ہلکا طبلہ بھی سنگت کرتا ہے۔)

کٹ

صبح کا وقت

ان ڈور

سین 2

(ارشاد چنگ پر لپٹا ہے۔ کہنی کے بل اٹھتا ہے۔ چائے کی پیالی ساتھ تپائی پڑھ رہی ہے۔ اسے اٹھا کر لیوں تک لے جاتا ہے لیکن چٹا نہیں دواہیں دھر دیتا ہے)

جیسے چائے سے طبیعت نفور کرتی ہو۔)

ماں: میں پلا دوں ارشاد۔۔۔ کچھ کچھ؟

ارشاد: نہیں اماں، جی نہیں چاہتا۔

ماں: تو خود ہی کہا کرتا ہے کہ من کو تو مارنا ہی پڑتا ہے۔ پی لے تھوڑی سی کچھ تو اندر جائے۔

(ارشاد بڑی نقاہت کے ساتھ پھر کہنی کے بل ہو کر بڑے ان مانے جی سے

چائے پیتا ہے۔)

ماں: عہدہ!

(وقفہ۔۔۔ خاموشی جس میں ماں مضطرب نظر آتی ہے۔)

ا: تو مجھے بتائے گا نہیں کہ تجھے کیا ہے۔۔۔ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر؟

رشاد: ان کی ساری رپورٹیں دکھا تو دی ہیں۔

ا: ان سے مجھے کیا پتہ چلے گا۔

رشاد: بس ماں مجھے کچھ نہیں ہے۔ میں ایک چھوٹا سا کورا گھڑا ہوں، چھوٹا سا۔۔۔ اور بڑے

سمندر کے پاس بیٹھا ہوں۔ سمندر مجھ میں سما نہیں سکتا اور میں اپنا گھڑا توڑ کر سمندر میں

شامل نہیں ہو سکتا۔ یہی۔۔۔۔ یہی میری بیماری ہے اور یہی میرا روگ ہے۔

س: یہی تو تیری باتیں ہیں جو میرے اور تیرے درمیان کی پہلی ہیں۔ سچ سچ بتاتے کیا ہے؟

شاد: سچ بتاؤں پورا کہ آدھا؟

س: پورا!

شاد: میں وصل کا آرزو مند ہوں ماں اور میرا یہ وجود درمیان کا حجاب بن گیا ہے۔

س: میں نے تو تجھے کہا تھا شادی کروالے 'سارے دکھ مٹ جائیں گے۔ تنہائی بڑا عذاب

ہولی ہے بڑے۔

شہاد: واقعی ماں 'جدائی' کا عذاب ہوتی ہے۔

س: کوئی ہے تیری نظر میں؟

شاہ: ہے ماں۔۔۔۔ لیکن میرے گھرے میں سماتا نہیں، مجھے اپنے ساتھ ملاتا نہیں۔ میں اسے

محبوب کا کیا کروں ماں، کس سے شکایت کروں۔ تو مجھے بھول نہیں سکتی ماں!

۵: (ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرتا ہے) میں بھی یہی سوچتی رہتی ہوں ارشاد کہ کیسے تجھے

لود میں اٹھالوں۔۔۔ کیسے تیری جوتیاں اٹار کر تیرے پاؤں سہلاؤں۔۔۔ تجھے ہانپوں

میں جھٹاؤں۔۔۔۔۔ پر تو بھی بہت بڑا ہو گیا ہے ارشاد اصل میں تیرا میرا اب کوئی

ساتھ نہیں رہا۔۔۔ لیکن کوئی ماں کبھی مانی ہے کہ اولاد سے اس کا ساتھ چھوٹ گیا ہے؟
(محبت سے ارشاد کا ہاتھ پکڑتی ہے)۔

ارشاد: کم از کم تو ہی ماں جہاں۔۔۔ میری خاطر!
ماں: کیسے؟ تجھے کیا پتہ ارشاد مانتا کتنی اندھی کیسی احمق اور کس قدر بے انصاف ہوتی ہے۔
کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ کار چلا رہی ہے۔ کچھلی سیٹ پر ٹکیہ لگائے ارشاد نیم دراز ہے۔ مکالے
سپراپوز ہوتے ہیں۔)

ارشاد: تم کیوں مجھے لئے لئے پھرنا چاہتی ہو مومنہ؟
مومنہ: اپنی عادت کی وجہ سے سر! بچپن میں مجھے بھیک مانگنے کا بہت شوق تھا۔ ہم جب کبھی گھر
گھر کھیلتی تھیں تو میں ہمیشہ فقیرنی بن جاتی تھی۔ میری سہیلیاں بڑی کمینی تھیں سر۔ وہ
کبھی باسی پھولوں کے پتے تک میری جھولی میں نہ ڈالتی تھیں۔

ارشاد: اور اب تم کیا مانگنا چاہتی ہو؟
مومنہ: اب سر؟ اب آپ کی صحت۔۔۔ آپ کی خوشی۔۔۔ آپ کی لمبی عمر۔۔۔ فقیرنی اور کیا
مانگ سکتی ہے سر!

ارشاد: (آنکھیں بند کر کے نقابت کے ساتھ) میں بھی حیران تھا کہ وہ کون ہے جو میری
خواہش کے خلاف عمل کر رہا ہے۔۔۔ جو مجھے آگے جانے سے روک رہا ہے۔۔۔ اپنے
دونوں ہاتھ پھیلا کر سامنے کھڑا ہے۔

(دونوں بڑی ذومعنی خاموشی کے ساتھ چپ ہو جاتے ہیں۔ کار چلتی رہتی ہے۔
پھر کسی کلینک کے آگے جا کر کار رکتی ہے۔ مومنہ بھاگ کر اندر جاتی ہے۔
تصویر شل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(حضرت میاں میر کی درگاہ کے چہوترے پر مومنہ بھاڑ پھیر رہی ہے۔ پھر وہ

سیر حیاں صاف کرتی ہے۔ آخری سیر بھی پر بیٹھ کر اوپر دیکھتی ہے اور جیسے دل ہی دل میں ارشاد کے لئے دعا مانگ رہی ہو۔ نہ تو وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہے اور نہ بڑبڑانے کے انداز میں کچھ پڑھتی ہے، بس اس کی آنکھوں اور چہرے کا انداز ہی اس کی مرضی کو ظاہر کرتا ہے۔

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(داتا کے دربار میں جہاں جوتیاں پکڑتے ہیں، مومنہ اپنی جوتیاں اتار کر دیتی ہے۔ اس وقت ایک عورت نیاز کے چاول لے کر آتی ہے اور مومنہ کو جھولی پہارنے کو کہتی ہے۔ مومنہ اپنا خوبصورت دوپٹہ آگے پھیلاتی ہے۔ دوسری عورت اس میں چاول ڈالتی ہے۔)

ڈزالو

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سین سے ڈزالو کر کے دکھاتے ہیں دربار شاہ ابوالعالی، درگاہ حضرت میراں زنجانی، داتا دربار۔ ان تینوں سینوں کے پیچھے پیرا پوز کریں:)

”عشق دی نویں نویں بہار“

کٹ

سین 7 ان ڈور / آؤٹ ڈور دن

(ایک میڈیکل لیب۔ کیمرہ ساری مشینوں اور کام کرنے والے نوجوانوں کو رجسٹر کراتا ہے۔ لیب اسٹنٹ روشنی میں ایکسرے لگا کر دیکھ رہا ہے۔ قریب پریشان حال مومنہ کھڑی ہے۔ ڈاکٹر دیکھنے کے بعد ایکسرے ایک بڑے لفافے میں ڈال کر مومنہ کو دیتا ہے۔)

مومنہ: ڈاکٹر صاحب اس میں کیا ہے سر؟ کون سی بیماری نظر آتی ہے آپ کو؟۔۔۔ کیا خرابی ہے؟

اسٹنٹ: (الگ الگ لفافے دیتا ہے) یہ آپ کے سر کا ایکسرے ہے۔ یہ ان کے الٹراساؤنڈ کا پرنٹ ہے اور یہ ان کا ای سی جی ہے۔

مومنہ: (ڈر کر) یہ سب تو ٹھیک ہے سر، لیکن میں پوچھ رہی ہوں کہ سر کو کیا بیماری ہے۔۔۔ ان کی Sickness کس قسم کی ہے۔۔۔ اور اگر انہوں نے۔۔۔

اسٹنٹ: دیکھیں بی بی! تشخیص کرنا ہمارا کام نہیں۔ ان کے ڈاکٹر نے جس جس ٹسٹ کی رپورٹ چاہی تھی وہ ہم نے تیار کر دی ہے۔ وہ کچھ اور پوچھنا چاہیں ہم وہ بھی تیار کر دیں۔ بلڈ کلچر پر ابھی تین دن اور لگیں گے۔

مومنہ: میز مطلب ہے سر۔۔۔ کہ کوئی خطرے والی بات تو نہیں۔ کوئی سیریمس قسم کی بیماری تو نہیں۔۔۔ ایسی بیماری سر۔۔۔ جس کا نام نہیں لیا کرتے۔

اسٹنٹ: میں کچھ کہہ نہیں سکتا بی بی! یہ ساری تفصیلات تو ان کے ڈاکٹر سے پوچھیں۔ لیکن میرے خیال میں کچھ اچھا نہیں ہے۔ (اندر کو جاتا ہے اور دروازہ بند کرتا ہے)۔

مومنہ: (ترپ کر پیچھے جاتے ہوئے) کیا اچھا نہیں ہے ڈاکٹر صاحب؟ کیوں اچھا نہیں ہے؟۔۔۔ ایک منٹ میری بات تو سنئے۔۔۔ مجھے بتائیے تو سہی سر کہ کیا اچھا نہیں ہے۔

(دروازے کو دھکیل کر دیکھتی ہے لیکن دروازہ اندر سے بند ہے۔ ہاتھوں میں لفافے لئے یاس و حرمان کی تصویر بنے لیبارٹری سے نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ میزھیاں اترنے لگتی ہے۔ باہر کار تک آتی ہے جس کی پچھلی نشست پر ارشاد نیم دراز ہے اور قدرے تکلیف میں ہے۔ مومنہ رپورٹوں کے لفافے سامنے کی سیٹ پر رکھتی ہے اور خود ڈرائیو کرنے کو بیٹھتی ہے۔ کسی بات کے بغیر کار سٹارٹ ہوتی ہے اور معروف سڑکوں سے گزرتی ہوئی نہر کے کنارے آ جاتی ہے۔ اس دوران مومنہ گردن گھمائے بغیر مورقی کی طرح سیدھی بیٹھی پوچھتی ہے:)

مومنہ: آپ کو کیا بیماری ہے سر؟

(جواب نہ پا کر)

میں نے پوچھا تھا سر آپ کو کیا بیماری ہے؟

ارشاد: اوہ۔۔۔ مجھے؟۔۔۔ مجھے کیا بیماری ہے؟

مومنہ: جی سر!

ارشاد: میرا یہ جسم ہی بیماری ہے مومنہ۔۔۔۔۔ یہ وجود ہی آزار ہے۔ جب یہ ختم ہو جائے گا نابود ہو جائے گا تو یہ بیماری بھی جاتی رہے گی۔ جب تک سارا گھڑا گھل نہیں جاتا، بیماری ساتھ رہے گی۔

(مومنہ کوئی جواب نہیں دیتی اور اسی طرح بیٹھی رہتی ہے۔ کلو زاپ میں اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکلتے ہیں جو گالوں سے پھسل کر نیچے کوڑھلک جاتے ہیں۔)

کت

سین 8 ان ڈور شام کا وقت

(سراج ایک بڑا سا مٹھائی کا ٹوکرا اٹھائے کمرے میں آتا ہے اور اسے بڑی توجہ سے قالین پر رکھتا ہے۔ پھر اسے لگتا ہے کہ یہ کافی نمایاں نہیں ہوا۔ پھر اسے اٹھا کر ایک کٹن پر رکھتا ہے۔ اس وقت ارشاد داخل ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر ہلکا سا دو شالہ ہے۔ وہ بیمار ہے لیکن سراج پر ظاہر نہیں کرتا کہ وہ کس قدر تکلیف میں ہے۔)

سراج: سلام علیکم سرکار! حضور انور!!

ارشاد: وعلیکم وعلیکم! بسم اللہ!! بیٹھے بیٹھے۔ میرے آنے پر کھڑے نہ ہوا کریں پلیز۔

سراج: لیجئے سر میرا تو جی چاہتا ہے آپ کی حضوری میں ہمیشہ کھڑا ہوں، سر وقد۔

(دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

ارشاد: زہے نصیب آپ آئے۔۔۔۔۔ ایک بات کہوں۔۔۔۔۔ آپ کی اجازت سے؟

سراج: کہئے حضور۔۔۔۔۔ سو باتیں کہئے۔۔۔۔۔ لاکھ کہئے۔ (ٹوپی اتار کر، پھر بعد میں پہنتے ہوئے)

آپ سو جوتے مارے، سر حاضر ہے۔ آپ ہی کی توساری برکت ہے۔

ارشاد: بات اتنی سی ہے کہ ہم مشرقی لوگوں میں مروت بہت ہوتی ہے۔ یہی مروت۔۔۔۔۔

سراج: (بات کاٹ کر) نہ سرکار نہ۔۔۔۔۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ میں یہاں مروت کی وجہ سے آیا ہوں تو آپ جان لیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے ساتھ تو معرکے کا معجزہ ہو گیا

سر۔۔۔۔۔ زندگی بدل گئی۔ یہاں سے میں ناراض نکلتا ہوں سرکار، تو کرم ہو گیا۔۔۔۔۔ فضل ہو

گیا۔ بس آپ کی نظر کا کرشمہ ہوا سرکار۔۔۔۔۔ آپ کا دھپا کام آیا میرے۔

ارشاد: مہربانی ہے خدا کی!

سراج: کس لئے مہربانی کی خدا نے؟ میں اس چوکھٹ سے نکلا تھا۔ کتوں والی سرکار! اللہ نے مجھے اس لئے نہیں دیا کہ میرے اعمال کچھ ایسے تھے 'بس چھپر اس لئے پھٹ گیا کہ اس جگہ سے لوٹ رہا تھا۔۔۔۔ اس مقام سے!

ارشاد: آپ اللہ کی مہربانی کا کریڈٹ مجھے دے رہے ہیں۔

سراج: اور کس کو دوں سر؟ سرکار! آٹھ سال سے بیٹی گھر میں بیٹھی تھی ایم اے کر کے۔۔۔۔

اپنوں میں رشتہ ملتا نہیں تھا! پرائے کیوں پوچھتے۔۔۔۔ اس دور سے اٹھا۔۔۔۔ گھر پہنچا مائی باپ تو گھر کے آگے چار کاریں کھڑی تھیں۔۔۔۔ بیٹی کا رشتہ پوچھنے آئے تھے۔

ارشاد: تو ہو کیا رشتہ؟

سراج: سارے کام ہو گئے سر! سارے۔ ان کی یعنی میرے بیٹی کے سسرال والوں کی ریڈی میڈ

کپڑوں کی فیکٹری ہے۔ سارا مال امریکہ جاتا ہے۔

ارشاد: چلے رزق کی طرف سے چھٹی ہوئی۔

سراج: بیٹا بھجوا دیا جی ان لوگوں نے لندن۔۔۔۔ میری بیوی جج کرنے گئی ہے بیٹی کی ساس کے

ساتھ۔۔۔۔ لہر بہر ہو گئی سر۔۔۔۔ کچے کوٹھے کچے ہو گئے۔۔۔۔ مریض گھر کے چلنے

لگے۔۔۔۔ بچے پڑھنے لگے۔۔۔۔ اور تو اور مجھے اب راتوں کو نیند آنے لگی ہے۔

(اٹھ کر مٹھائی پیش کرتا ہے۔ ارشاد تھوڑی سی مٹھائی نکال کر کھاتا ہے۔)

ارشاد: چلے آپ کے گھر سکھ کی بارش ہوئی۔ مبارک ہو!

سراج: اب ایک عرض تھی سرکار۔۔۔۔ چھوٹی سی 'معمولی سی'!

ارشاد: فرمائیے؟

سراج: آپ اپنے کتوں کے ساتھ مجھے بھی چار پائی ڈال لینے دیجئے۔۔۔۔ دو پیر کے کتے کو!

ارشاد: (ہنس کر) یہاں رہ کر آپ کیا کریں گے سراج صاحب؟

سراج: آپ کی خدمت۔۔۔۔ آنے جانے والوں کی سیوا۔۔۔۔ دراصل مجھے ڈیروں کا ماحول بہت

پسند ہے۔ میرا یقین ہے کہ مجھے یہاں سے سب کچھ مل جائے گا۔

ارشاد: سراج صاحب! آپ کو یقین ہے کہ جو کچھ آپ کو ملا 'میں نے دلایا؟

سراج: سو فیصد یقین ہے سرکار! ہم نے تو گھر بھی بدل لیا سرکار۔ شادمان میں چھوٹی سی کوٹھی بنالی

ہے۔ اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو۔۔۔۔ تو حضور میں بہت ہی خوش نصیب سمجھوں گا

اپنے آپ کو! لیکن زور نہیں سرکار۔

ارشاد: بات یہ ہے سراج صاحب۔۔۔۔ جو کچھ کسی کے پاس ہوتا ہے وہی تقسیم کر سکتا ہے۔ جس

کے پاس دولت ہو، وہ سخی ہو سکتا ہے۔ خوش آدمی خوشی تقسیم کر سکتا ہے۔ جس فقیر کے پاس دنیا ہوتی ہے وہ دنیا ہاتھ پکڑاتا ہے۔ جس کے پاس تقویٰ ہوگا وہی مہر شکر جھولی میں ڈالے گا۔

سراج: تو آپ دیں ناں مجھے اپنے خزانے سے۔۔۔ بتائیں اپنا خلیفہ۔۔۔ لگائیں اپنے خزانے کی مہر مجھ پر۔

ارشاد: دراصل سراج صاحب میں مہر لگانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کوئی اور حکم کریں جو میرے بس کا ہو۔

سراج: ایک عرض تھی جی چھوٹی سی۔۔۔ بالکل چھوٹی سی!

ارشاد: ارشاد!

(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ مائی طالعان کی آواز آتی ہے:)

طالعان: کپ چپ نہ بیٹھا، کچھ غریبوں کی فکر بھی کر آکر۔

ارشاد: ابھی آیا سراج صاحب! ابھی۔

سراج: بسم اللہ بسم اللہ!

(کھڑا ہوتا ہے۔ ارشاد باہر جاتا ہے اور ایسی جھر جھری لیتا ہے جیسے لرزہ طاری ہو۔)

ڈزالو

سین 9 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بالکل پچھلے سین کی مانند ارشاد جھولے پر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس میز پر پانی کے گلاس میں پن ہے۔ وہ غور سے مائی کو دیکھ رہا ہے۔ مائی طالعان فرش پر بیٹھی ہے۔)

طالعان: لیکن دیر تو مجھے پہلے یہ بتا۔۔۔ کہ تیرے کتے ہیں کہاں؟ بھونکتے تو انت کا ہیں پر شکل نہیں دکھاتے۔

ارشاد: کیا عرض کروں بی بی! جن کو نظر آتے ہیں ان پر بھونکتے نہیں۔۔۔ اور جن پر بھونکتے ہیں انہیں نظر نہیں آتے۔

طالعان: بی بی کراہتوں والا ہے تو کھانا مہری بہ اور پینا کل شام آپ آگئے۔ آکر باپ کے پاؤں

پکڑ لیے 'معافی مانگی۔ غلام دین نے سینے سے لگا لیا دونوں کو۔

ارشاد: (نظریں ادب سے جھکا کر) ہاں جی! وہ سینے سے لگا سکتے ہیں۔ وہ سب کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔

طالعائ: لے پیر! میرے پاس ٹیم تھوڑا ہے 'توشتابی کر کے مجھے ایک تعویذ لکھ دے۔

ارشاد: میں۔۔۔ میں آپ کو تعویذ لکھ دوں؟ آپ کو؟

طالعائ: لے تو اور کیا۔۔۔ میری بھینس نے کئی دی تھی۔ کئی خدا کا کرنا مر گئی۔ اب بھینس لنگے

ڈنگ ہو گئی ہے۔ صبح مل جائے تو شام ناغہ 'شام کو دودھ دے دے تو دو بجے دن ناغہ۔

ارشاد: لیکن بی بی جی! میں آپ کو کیسے تعویذ دوں۔۔۔ میری کیا ہستی ہے!

طالعائ: لے بھلا تیرے علاوہ اور کون تعویذ دے سکتا ہے پیرا۔

ارشاد: وہ جی! وہ سرکار غلام دین صاحب۔۔۔ ان جیسا رتبہ کس کا ہے۔ وہ تو سارے کل کے بادشاہ

ہیں۔

طالعائ: بادشاہ تو وہ ہیں 'میں کب مکریتی ہوں سیانیاں۔۔۔ پر تو جان بادشاہ کب کام کرتا ہے۔ اس

کے تو گو لے کام کرتے ہیں۔ (ارشاد نفی میں سر ہلاتا ہے) کہیں جو تجھے کپڑا دھلا نا ہو تو

دھوبی کے پاس جائے گا کہ بادشاہ کے پاس؟ جس نے تعویذ لکھوانا ہوگا وہ تیرے پاس

ہی آئے گا کہ بادشاہ غلام دین کے پاس جائے گا؟ لے لکھ میرا بیٹا!

ارشاد: بلاشبہ میرے پاس حضور بی بی صاحب 'بلاشبہ میرے پاس۔ (ہاتھ باندھتا ہے)۔

طالعائ: نوکری ہی کام کرتے ہیں پیرا۔۔۔ گو لے ہی سفارش کر سکتے ہیں بادشاہوں کے آگے۔

ارشاد: سفارش؟ میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔

طالعائ: لے اتنی باتیں سمجھ گیا اور یہ ناکاری سی بات پلے نہیں پڑی تیرے۔

ارشاد: نہیں جی!

طالعائ: مہر کھا! جے کر تو کسی نائی کا دوست ہو 'حجامت بنانے والے کا۔۔۔ اور وہ شاہی خلیفہ ہو

بادشاہ کی حجامت بنانے والا 'سرکارے دربارے جانا ہو روز۔۔۔ اور کسی دن تجھے کام پڑ

جائے بادشاہ کے ساتھ 'تو کیا کرے گا تو؟

ارشاد: پتہ نہیں جی کیا کروں گا؟

طالعائ: جلدی سفارش کر دے اپنے محلے میں۔۔۔ کہ میری بھروسہ ناغہ نہ کرے بالکل۔ میرا

نوبت گھر آیا ہے 'اب دودھ پت کی بڑی ضرورت ہے۔

(ارشاد تعویذ لکھتا ہے۔ طالعائ بولتی جاتی ہے۔ منظر آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ)

(ہوتا ہے۔)

طالعال: لے پیرا! میری عمر کوئی ایویں چھ سال کی ہونی اے، میری ماں نے میرے کان دتائے۔
کرنی خدا کی ساتھ ہی برسات لگ گئی۔ میرے تو کان پک گئے۔ ماں میری کبھی ہلدی
لگائے کبھی تیل پر کچھ نہیں۔ پھر ایک دن سیانا مل گیا تیرے جیسا۔ اس دن ماں میری
نے (کیمرہ ارشاد پر جاتا ہے۔ وہ حیرانی سے دیکھتا ہے) کہا، آجا طالعال۔۔۔۔۔ سنے خیراں
ہو گیاں۔۔۔۔۔ آجا۔۔۔۔۔

فیڈ آؤٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(سراج اسی طرح مؤدب قالین پر بیٹھا ہے۔ دروازہ کھول کر ارشاد آتا ہے۔ وہ
آتے ہوئے کبھی کرسی پکڑتا ہے، کبھی میز پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن یوں نہ کرے کہ
سراج کو اس کی بیماری کا احساس ہو۔)

ارشاد: معاف کیجئے، مجھے کچھ دیر ہو گئی۔

سراج: نہیں نہیں سرادیر تو مجھے ہو گئی، جو اب اس چوکھٹ پر پہنچا۔

ارشاد: کوئی تمنا؟ کوئی خواہش؟ صلاح مشورہ؟

سراج: بس جی۔۔۔۔۔ پتہ نہیں عرض کروں نہ کروں، بڑے پردے کی بات ہے۔ گیارہ برس ایک

درگاہ پر باقاعدہ جاتا رہا۔ بڑے وظیفے پڑھے، پر حضور ایسا ہوتا جیسے بریتی پڑی سوکھتی ہے

دریا میں۔۔۔۔۔ پانی چڑھے یا ترے، وہ سدا خشک۔ ایسا کیوں ہے سرکار۔۔۔۔۔ کچھ ایک نظر میں

پہنچتے ہیں، کچھ بھٹکتے ہیں ساری عمر چکروں میں اور نکل نہیں پاتے؟

ارشاد: بس بھائی سراج، محنت کا یہی المیہ ہے۔ محنت اچھی چیز ہے۔۔۔۔۔ کرنی چاہیے، اس کا

حکم۔۔۔۔۔ پر نتائج پر اختیار نہیں۔

سراج: میں ایک عرض لے کر آیا تھا۔ ویسے اگر۔۔۔۔۔ جناب۔۔۔۔۔

ارشاد: تو فرمائیے، ارشاد!

سراج: شرم آتی ہے سرا میں نے کبھی کسی کو اپنے اندر جھانکنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ

نہیں گے کہ یہ دیکھو سراج دین مانگتا بھی ہے تو کیا!

ارشاد: آپ بلا تکلف ارشاد فرمائیں!

سراج: سر میں نے ساری عمر فرائض کی زندگی بسر کی ہے۔ ماں باپ کی خدمت کی۔۔۔ بیوی کے حق بطریق احسن ادا کیے۔۔۔ اولاد کی ضرورتوں کا دھیان رکھا۔۔۔ دوستوں کا خیال رکھا۔۔۔ لیکن سرکار میرا دل محبت سے خالی ہے۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ میں سرکار کبھی محبت نہیں کر سکا کسی سے۔ گیارہ سال میں نے چلے کاٹے اور دعائیں مانگیں کہ میرا دل گداز ہو لیکن اس میں جو تک نہیں لگ سکی، بس پتھر کا پتھر لیے پھرتا ہوں سینے میں۔ بوجھ سا ہے سرکار!

ارشاد: دیکھو سراج بھائی! اگر تم کو کچھ مانگنا ہے تو کوئی رتبہ مانگ لو۔۔۔ مثلاً کوئی کرامت مانگ لو۔۔۔ کسی بیماری کا علاج مانگ لو۔۔۔ کوئی ولایت لے لو۔ بڑے بڑے مقام ہیں، مزے میں رہو گے۔ لیکن محبت کا نام بھول کر بھی نہ لینا۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس کا متر ہر ایک کو نہیں ملتا۔

سراج: سر میرے دماغ میں تو یہی دھن سائی ہے۔ ایک بار محبت کا ذائقہ چکھ لوں، پھر جو ہو سو ہو۔ محبت کی تعریف بہت سنی ہے سرکار!

ارشاد: کہاں سے سنی ہے محبت کی تعریف؟

سراج: ہر ایک جگہ سے سنی ہے سرکار۔ مسجد سے، مندر سے، ریڈیو ٹی وی سے، سٹیج سے، جلے جلوس سے لیکن دکھائی نہیں دیتی۔۔۔ پکڑائی نہیں دیتی۔۔۔ ہوتی نہیں حضور۔

ارشاد: محبت وہ شخص کر سکتا ہے سراج صاحب جو اندر سے خوش ہو، مطمئن ہو اور پُرباش ہو۔

محبت کوئی سہ رنگا پوشر نہیں کہ کمرے میں لگا لیا۔۔۔ سونے کا تمغہ نہیں کہ سینے پر سجا لیا۔۔۔ پکڑی نہیں کہ خوب کلف لگا کر باندھ لی اور بازار میں آگئے طرہ چھوڑ کر۔ محبت تو آپ کی روح ہے۔۔۔ آپ کے اندر کا اندر۔۔۔ آپ کی جان کی جان۔۔۔

سراج: بس اسی جان کی جان کو دیکھنے کی آرزو رہ گئی ہے حضور! آخری آرزو!!

ارشاد: لیکن محبت کا دروازہ تو صرف ان لوگوں پر کھلتا ہے سراج صاحب جو اپنی انا اور اپنی اگیو سے اور اپنے نفس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہم لوگ تو محض افراد ہیں، اپنی اپنی انا کے کھوٹے سے بندھے ہوئے۔ ہمارا کوئی گھر بار نہیں۔۔۔ کوئی آکا چچا نہیں۔۔۔ کوئی رشتہ نہیں۔۔۔ کوئی تعلق نہیں۔ ہم بے تعلق اور نارشتہ دار سے لوگ ہیں۔

سراج: بے تعلق لوگ ہیں حضور؟

ارشاد: اس وقت اس دنیا کا سب سے بڑا مرض اور سب سے بڑی Recession محبت کی کمی ہے۔۔۔ اور آج دنیا کا ہر شخص اپنی اپنی پرائیویٹ دوزخ میں جل رہا ہے اور چھین مار رہا ہے۔

ہے۔۔۔ اور ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور دنیا کی حکومتیں اس روحانی کسادبازاری کو اقتصادی مندے سے وابستہ کر رہی ہیں۔

سراج: (اصل موضوع نہ سمجھ کر۔۔۔ ذرا رک کر 'ڈر کر' شرما کر) ویسے سر، محبت گو مشکل سہی لیکن اپنا یہ۔۔۔ عشق مجازی تو آسان ہے۔

ارشاد: عشق مجازی بھی اسی بڑے پیڑ کی ایک شاخ ہے سراج صاحب! یہ بھی کچھ ایسا آسان نہیں۔
سراج: آسان نہیں جی؟

ارشاد: دیکھئے! اپنی انا اور اپنے نفس کو کسی ایک شخص کے سامنے پامال کر دینے کا نام عشق مجازی ہے اور اپنی انا اور اپنے نفس کو سب کے آگے پامال کر دینے کا نام عشق حقیقی ہے۔ معاملہ انکی پامالی کا ہے ہر حال میں!

سراج: بس جناب پھر تو ہماری آخری آرزو ایسے ہی رہ گئی۔ خوف اور بڑھ گیا۔
ارشاد: خوف بڑھ گیا؟

سراج: دراصل میں ایک خوفزدہ انسان ہوں سرکار، اور سارا وقت ڈر اور بھو میرے ساتھ چنے رہتے ہیں۔ میرا اندر ہر وقت کا پتار ہوتا ہے اور میں ایک ڈور پر نکتا نہیں۔
ارشاد: ڈر اکان لائیے میرے پاس!

(سراج ادب سے سر جھکا کر قریب کرتا ہے۔)
تھوڑا سا وقت لگے گا لیکن یہ خوف 'یہ ڈر بھو خود ہی دور ہو جائے گا آہستہ آہستہ۔
(سرگوشی کے انداز میں گاتا ہے)

بھو، بھاگت بھاگت بھاگے 'رنگ لاگت لاگت لاگے
بہت دنوں کا سویا منوا' جاگت جاگت جاگے
(ارشاد کے گانے کے ساتھ ہی سراج کا گانا مل جاتا ہے۔ دونوں بڑے مگن ہو کر گاتے رہتے ہیں۔)

فیڈ آؤٹ

سین 11 ان ڈور رات

(ارشاد اپنی لچھڑی میں۔ سامنے فلاسک میں پانی تیزی سے ابل رہا ہے۔ ارشاد کے ہاتھ میں ایک سلاپ واقع ہے۔ دوا پلنے کی Readings اس سلاپ واقع کے

حوالے سے اپنی نوٹ بک میں درج کر رہا ہے۔ پھر بیٹر کا سوئچ آف کر کے چار خانوں والے تویلے سے ہاتھ پونچھتا ہوا اپنے ڈرائنگ روم کی طرف آتا ہے۔ زمین پر بیٹھا ہوا ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ جب اس پر روشنی پڑتی ہے تو ناظرین دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکیہ محمد حسین ہے۔ ارشاد ذرا سا لڑکھڑا جاتا ہے۔

ارشاد: اے اے اے رے رے رے۔۔۔۔۔ یہ آپ کیا کرتے ہیں محمد حسین صاحب! ادھر بیٹھے صوفے پر میرے ساتھ میرے قریب۔

محمد حسین: نہیں حضور۔۔۔۔۔ یہ میرا مقام نہیں۔ آپ تشریف رکھیں، میں اسی جگہ بہت خوش ہوں۔

ارشاد: ابھی یہ تو آپ تکلف کر رہے ہیں۔
محمد حسین: نہیں سرکار، بالکل نہیں! مجھے آپ کے قرب کی سعادت ملنی چاہیے، بیٹھے یا کھڑے رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (بالکل سامنے فرش پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔)
ارشاد: (سامنے پڑے صوفے پر بیٹھتے ہوئے) آپ چائے پیئیں گے یا کافی؟

محمد حسین: نہیں سرکار! مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ مجھے تو دووائی چاہیے۔
ارشاد: دووائی؟

محمد حسین: حضور اصل حقیقت یہ ہے کہ میری طبیعت کوشش کے باوجود خرابیوں کی طرف جھکتی ہے اور اچھائیوں سے گریز کرتی ہے۔ کچھ اس کا علاج فرمایا جائے!

ارشاد: یہ اس کی شان ہے۔ محمد حسین صاحب! کبھی ٹھنڈے میٹھے پانی کا دریا لہریں مارتا ہے اور کبھی کڑے زہر کھاری پانی کی طغیانی تلاطم پیدا کرتی ہے، لیکن یہ دونوں شانیں سرکاری ہیں۔۔۔۔۔ ظہور ایک ہی ذات پاک کا ہے کیونکہ سیاہی سفیدی دونوں سرکاری رنگ ہیں، اس میں دوئی نہیں۔

محمد حسین کی سرکار؟

ارشاد: آپ تو خوب جانتے ہیں کہ جب آرمی ایکسپریس سائزز ہوتی ہیں تو آدمی فوج کا نام دشمن رکھ لیتے ہیں اور آدمی کا قومی فوج۔ دونوں میں صبح شام خونریز جنگ ہوتی ہے، دن بھر گولہ باری اور چیخ و دھاوا ہوتی ہے۔ شام کو دشمن فوج غالب آگئی اور سرکاری فوج کو شکست ہو گئی۔ لیکن دراصل ہر صورت میں فتح سرکار ہی کی ہوتی ہے کیونکہ دشمن کیا اور قومی کلائی کیا اور سرکاری کیا۔۔۔۔۔ دونوں لشکر سرکار ہی کے تھے۔۔۔۔۔ اور دونوں سرکار کے لشکر۔۔۔۔۔ دونوں کو سرکار سے کھولنا مل رہی تھی۔۔۔۔۔ اور دونوں کا راشن سرکار سے پہنچ رہا

تھا۔۔۔۔۔ دونوں کے حال پر سرکاری مہربانی بڑا بر تھی۔ نہ دشمن گردہ کے واسطے کچھ کمی نہ سرکاری اور قومی لشکر کے لیے کچھ زیادہ۔ کوئی جیتے کوئی ہارے نہ سرکار کو شکست کا غم نہ فتح کی خوشی۔ سرکار دونوں باتوں سے پاک ہوتی ہے محمد حسین صاحب! دوئی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ دونوں پارٹیاں ایک ہی ہوتی ہیں۔

محمد حسین: لیکن سرکار یہ رنگارنگ مورتیاں۔۔۔۔۔ یہ شکلیں شبائیں۔۔۔۔۔ یہ دھینگا مشتی۔۔۔۔۔ مار دھاڑ۔۔۔۔۔ کھینچا تانی یہ کیا؟ کوئی کوئی پہلے کا بھاگا سالوں کی محنت والا (بھرائی آواز) پیچھے رہ گیا۔۔۔۔۔ کوئی بعد کا آنے والا آگے نکل گیا۔ یہ کیا دھندا ہے سرکار؟

ارشاد: میاں محمد حسین صاحب راج دلارے! نہ کوئی ساجد ہے نہ مسکود۔۔۔۔۔ نہ عابد نہ معبود۔۔۔۔۔ نہ آدم نہ ابلیس۔۔۔۔۔ صرف ایک ذات قدیم صفات رنگارنگ میں جلوہ گر ہے۔ نہ اس کی ابتدا نہ انتہا۔۔۔۔۔ نہ اس کو کسی نے دیکھا نہ سمجھا۔۔۔۔۔ نہ فہم قیاس میں آئے نہ وہم گمان میں سمائے۔۔۔۔۔ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی رہے گا۔۔۔۔۔ نہ گئے نہ بڑھے نہ اترے نہ چڑھے۔۔۔۔۔ وہ ایک ہے، لیکن ایک بھی نہیں کہ اس کو موجودات سے اور موجودات کو اس سے الگ سمجھنا نادانی اور مورکھتا ہے۔ دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگارنگ پرفیشن موجود ہیں۔ ایسے ہی خدا شناسی اور خدا جوئی بھی ایک دھندا ہے۔ اس کا کوئی سرچیرہ نہیں۔

محمد حسین: جب اس کا کوئی سرچیرہ ہی نہیں حضور تو پھر ڈھونڈنے والا کیا ڈھونڈے اور کرنے والا کیا کرے؟

ارشاد: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا مولا! تیری بارگاہ میں میرا کون سا فعل پسندیدہ ہے تاکہ میں اسے زیادہ کروں اور بار بار کروں۔ حکم ہوا کہ یہ فعل ہم کو پسند آیا کہ جب بچپن میں تیری ماں تجھے مارا کرتی تھی تو مار کھا کر بھی اسی کی طرف دوڑا کرتا تھا اور اسی کی جھولی میں گھستا تھا۔ تو بھائی محمد حسین صاحب! ڈھونڈنے والے کو بھی یہی لازم ہے کہ گھر کیسی بھی سختی ہو، کیسی بھی ذلت و خواری پیش آئے لیکن ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرے اور اسی کے فضل کو پکارتا رہے۔

محمد حسین: اب حضور منہ سے تو ہم لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتے ہیں لیکن باطن کا حال معلوم نہیں ہو تاکہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں۔ کوئی کہتا ہے باطن کے اندر خدا ہے۔ کوئی کہتا ہے ایک نفس اور ایک شیطان بھی باطن میں گھسا ہوا ہے۔ اب اصل حقیقت وہی جانے۔ اگر اس باطن میں خدا ہے تو ان دوسروں کا گزارا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی باطن میں ہی

رہتے ہیں۔

ارشاد: (ہنس کر) کیوں نہیں بھائی! اگر نفس اور شیطان باطن میں بطور خدمت گاروں اور چڑاسیوں کے رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آخر آقا کو نوکروں کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے اور نوکر لوگ اسی گھر میں رہا کرتے ہیں۔
(محمد حسین اسی طرح بیٹھے بیٹھے آگے کو گھٹ کر ارشاد کے تسے کھولنے کی کوشش کرتا ہے اور گھٹتے وقت کہتا ہے:)

محمد حسین: آپ دونوں پاؤں اوپر کر کے آرام سے بیٹھیں سرکار!
ارشاد: (تڑپ کر اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر) یہ آپ کیا کر رہے ہیں محمد حسین صاحب! ہاں ہاں پلیز۔۔۔ میں بڑے آرام میں ہوں۔۔۔ بہت خوش ہوں۔
(اتر کر اس کے ساتھ فرش پر آجاتا ہے۔ اس کے فقروں میں محمد حسین پر ہر امپوز کیا جاتا ہے: آپ تھک گئے ہوں گے سرکار، تھوڑا سا آرام کر لیں۔۔۔ ریسٹ کر لیں)

فیڈ آؤٹ

سین 12 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد باغ کے گوشے میں ٹہل رہا ہے لیکن مارے تھکان کے، ٹہل نہیں سکتا۔ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ تصویر چند ثانیے کے لیے سٹل ہوتی ہے۔)

ڈزالو

سین 13 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد کسی اور باغ میں بہت آہستہ چل رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے اور وہ چلنے میں دقت محسوس کر رہا ہے۔ ان دونوں سینوں پر حامد علی کی آواز میں پرامپور کیجئے: ہوا گت ہوا گت ہوا گے، من جاگت جاگت جاگے۔
مومنہ ٹاپ پر بیٹھی ہے۔ کچھ فاصلہ چلنے کے بعد ارشاد رکتا ہے اور ایک ہاتھ سے

سر پکڑتا ہے۔ مومنہ بیچ سے بھاگ کر آتی ہے اور اسے سہارا دے کر بیچ تک لے جاتی ہے۔)

مومنہ: آپ کوشش نہیں کرتے سر!

ارشاد: بس ایک ہی کام تو چھوڑا ہے کوشش والا۔

مومنہ: برا کیا ناں سر۔ پتہ ہے ڈاکٹر نے کتنی تاکید کی تھی سیر کرنے کی!

ارشاد: قدم اب اٹھتے ہی نہیں مومنہ۔۔۔ ڈاکٹر کی بات سر آنکھوں پر لیکن اب۔۔۔ چلا نہیں جاتا۔

مومنہ: (منہ پرے کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ جب وہ ارشاد کو بیچ پر بٹھا لیتی ہے تو

حامد علی خان والا گیت بند ہو جاتا ہے) سر اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو؟۔۔۔

ارشاد: توجہ دانی ختم ہو جائے گی۔۔۔ وصال ہو جائے گا۔۔۔ آنند مل جائے گا۔

مومنہ: جدائی ختم ہو جائے گی؟

ارشاد: ہاں مومنہ۔۔۔ اب اور جیا نہیں جاتا۔۔۔ یہ جسم کا پتھر روح کی گردن سے اتر ہی جائے تو

اچھا ہے۔

مومنہ: اور اگر آپ کے جانے سے کوئی جیتے جی مر گیا تو سر۔۔۔ پھر؟

ارشاد: کون جیتے جی مر گیا مومنہ؟

مومنہ: (وقفہ) آپ کی والدہ سر۔۔۔ آپ کی ماں جی۔۔۔ آپ کے بیٹے!

ارشاد: (ہنس کر) نہیں نہیں۔۔۔ وہ لوگ ٹھیک ٹھاک رہیں گے۔ دنیا ان کا دل لگاتی رہے

گی۔۔۔ انہیں بہلاتی رہے گی۔

مومنہ: سر ایسا کیوں ہے؟

ارشاد: کیسا کیوں ہے؟

مومنہ: انسان کے اتنے بڑے بڑے نقصان کیوں ہو جاتے ہیں سر۔۔۔ نفع کے مقابلے میں

ہمیشہ نقصان ہی کیوں ہوتا ہے سب کا؟

ارشاد: اس لیے کہ ہمیں تولنے کا طریق نہیں آتا! مانپنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ ہم زندگی کو ٹکڑوں

میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔۔۔ حصوں، غروں میں، ٹوٹوں میں اہم زندگی کو اس کے

تسلل میں نہیں دیکھ سکتے۔۔۔ اسے ایک اکائی نہیں سمجھتے۔۔۔ اسے ایک مکمل یونٹ

نہیں سمجھتے۔

مومنہ: مکمل یونٹ سر؟

ہم ہر وقت زندگی کی ترکیب نحوی کرتے رہتے ہیں۔ یہ جملہ فعلیہ ہوا۔۔۔۔۔ یہ جملہ اسمیہ ہے۔۔۔۔۔ یہ جار ہے۔۔۔۔۔ یہ مجرور ہے۔۔۔۔۔ لیکن زندگی کی تقطیع نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کا وزن ہوتا ہے نہ یہ ردیف قافیہ میں بندھی ہوتی ہے۔ زندگی تو بس زندگی ہوتی ہے، آخری سانس کی آخری گانتھ تک۔۔۔۔۔ آخری فل سٹاپ سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دو کھانے میں رہا یا فائدے سے سرشار ہو گیا۔

جانے دیں سر، جانے دیں۔ آپ کا کبھی نقصان ہوا ہی نہیں، آپ کو کیا پتہ نقصان کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ آپ کو کیا معلوم کہ ایک لمحہ دوسرے لمحہ سے اور ایک پل دوسرے پل سے کس قدر بھاری ہوتا ہے۔۔۔۔۔ آپ کو کیا خبر کہ جب کوئی۔۔۔۔۔

کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(1) گلبرگ کے کسی علاقے میں جہاں کوئی بڑی عمارت تعمیر ہو رہی ہو لیکن جغرافیائی طور پر یہ علاقہ آج سے بیس بائیس سال پہلے کا ہو، نور محمد ٹھیکیدار صاحب سو فٹ لمبا کھلا فیتہ لے کر بلڈنگ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور فیتے کا آخری سر الارشاد اپنے ہاتھ میں پکڑے ان سے سو فٹ کے فاصلے پر آ رہا ہے۔

2- ارشاد ایک ایسے کمرے میں دروازے کے پاس کھڑا ہے جہاں مشین کے ساتھ چیمیں کے فرش کی رگڑائی ہو رہی ہے۔ نور محمد اچکن پہنے قراقلی ٹوپی لگائے دروازے کے قریب سے گزرتے ہیں۔ مکالمے پر اپوز ہوتے ہیں۔)

(سر اپوز ڈائلاگ) جب میں ایم بی اے کر کے ولایت سے نیا نیالونا تو میرے پاس کوئی کام نہ تھا۔ ملازمت کے لیے دو تین جگہ کوشش کی مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ اپنا کوئی کاروبار شروع کر سکتا۔ ناچار بے روزگاری سے تنگ آ کر ایک ٹھیکیدار صاحب کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ نور محمد صاحب تھے تو ٹھیکیدار لیکن سوچ کے اعتبار سے عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے پاس ایک ایسا سری علم تھا جو انہیں پھسلے مرنے یا فم کھانے نہیں دیتا تھا۔ بڑی سے بڑی آزمائش ان پر حملہ آور ہو کر کبھی کامیاب نہ ہو سکی اور وہ ہمیشہ بڑی سے بڑی بدبختی اور بھاری سے بھاری

مصیبت سے ہستے کھیلتے اور کپڑے جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے زندگی میں ان سے بہت کچھ سیکھا بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ کتابی علم تو میں نے سکولوں کالجوں سے حاصل کیا لیکن زندگی کا سبق نور محمد صاحب ٹھیکیدار سے لیا تو ہر گز غلط نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ ان کا زیر تعمیر تین منزلہ بازارہ دوسری چھت کے بوجھ تلے بلبے کی طرح بیٹھ گیا اور ساری عمارت بلبے کا ڈھیر بن گئی۔۔۔۔

کٹ

سین 15 ان ڈور دن

(نور محمد صاحب کی بیٹھک میں پانچ آدمی بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ وہ نور محمد

صاحب اور ان کے ساتھ نوجوان ارشاد سے باتیں کر رہے ہیں۔)

پہلا آدمی: نور صاحب میں نے جب اخبار میں پڑھا تو پھر مجھے کچھ نہیں سوچا۔

دوسرا: کسی کو بھی کچھ نہیں سوچا کریم صاحب! وہ تو خدا کا فضل ہو گیا کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

تیسرا: اوہ جناب! یہ جانی نقصان سے کم ہے سارے بزنس کا بھٹہ بیٹھ گیا۔

چوتھا: تقریباً۔۔۔ میرا مطلب ہے نور محمد صاحب۔۔۔ کتنا نقصان ہو گیا؟ ساری بلڈنگ ہی بیٹھ گئی۔

تیسرا: کیوں جی ارشاد صاحب؟

ارشاد: تقریباً تیس لاکھ کے قریب لگا تھا اور ابھی ایک منزل۔۔۔۔

نور محمد: (ارشاد سے) اوں ہوں ارشاد میاں!

پہلا: دیکھو جی میں لاکھ ہو گیا ایک طرح سے۔ بھائی نور محمد صاحب تو تباہ ہو گئے۔

تیسرا: اتنا نقصان نہ جانا بڑے حوصلے کی بات ہے!

پہلا: جاپانی سینہ تو ہار اگیری کر جاتے ہیں مالی نقصان پر۔

نور محمد: ایسی تو کوئی بات نہیں بھائی صاحب۔۔۔ لیننژ ڈالا تھا کر گیا۔ اس میں نقصان 'نا نقصان' کی کیا بات ہے۔

چوتھا: اوہ تو بہ میری آپ اس کو نقصان ہی نہیں سمجھتے۔ ساری زندگی تباہ ہو گئی۔

نور محمد: یہ ایک واقعہ ہے بھائی صاحب۔۔۔ ایک ٹوٹا ہے۔۔۔۔۔ غرہ ہے۔ آپ اس کو ساری

زندگی بتا رہے ہیں۔

پہلا: کمال ہے! آپ اس کو حصہ بخرہ کہہ رہے ہیں نور صاحب!

تیسرا: ادبھائی ان کو کیا پرواہ۔۔۔ بادشاہ آدمی ہیں۔

نور محمد: پرواہ اور بادشاہ کی بات نہیں ہے سر۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک واقعہ ہے اور اس

کو خوش قسمتی یا بد قسمتی کا نام کس طرح سے دیا جاسکتا ہے! یہ واقعہ پوری زندگی تو نہیں

ہے۔

پہلا: اچھا جناب۔۔۔ میں تو اب اجازت چاہوں گا۔

تیسرا: ایک منٹ۔۔۔ اچھا ارشاد صاحب۔۔۔ نور محمد صاحب۔

(اس اثنا میں کبھی لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ باہر نکلنے لگتے ہیں۔)

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور دن

(کسی کنسرکشن سپاٹ پر لانگ شاٹ میں چھت پڑتی دکھائیں۔ ٹرائی اوپر نیچے

آجاری ہے۔ یہیں کہیں ارشاد اور نور محمد صاحب گھوم رہے ہیں۔ اس پر ارشاد کا

یہ مکالمہ سہراپوز کریں:)

ارشاد: اتنے بڑے نقصان کے بعد بھی نور محمد صاحب اسی سکون، اطمینان اور دلجمعی کے

ساتھ کام کرتے اور ان کے ماتھے پر شکن تک نہ ابھری۔ ایک شام داڑھی بڑھائے، لمبا

ساچھ پہنے اور پرانی وضع کی ترکی ٹوپی سر پر لگائے ایک شخص نور محمد صاحب سے ملنے

آیا۔ اس نے اپنی کار سے کینوس کے دو تھیلے نکالے اور نور محمد صاحب سے کہا: یہ آپ

کے پورے اکیس لاکھ روپے ہیں جو میں گیارہ برس پہلے دبا کر عراق بھاگ گیا تھا۔

اب مجھ پر اللہ کا فضل ہے، لیکن میرا ضمیر مجھے سونے نہیں دیتا۔ یہ ساری مدت میں نے

بڑی مشکل سے بسر کی ہے۔ مہربانی فرما کر اپنی رقم لے لیجئے اور ساتھ ہی مجھے چھٹی ڈال

کر معاف کر دیجئے۔۔۔ نور محمد صاحب اس کی یہ بات سن کر خنس پڑے اور چھٹی ڈال کر

اسے بڑی دیر تک جھلاتے رہے۔

کٹ

سین 17 ان ڈور رات

(نور محمد صاحب کی بیشک کا سین۔ وہی پانچ آدمی لیکن ان کے لباس تبدیل ہیں۔)

پہلا: آپ کی تو زندگی بن گئی نور محمد صاحب! اتنے سال کی ڈوبی ہوئی رقم واپس مل گئی۔
دوسرا: اتنے سال کی ڈوبی ہوئی اور اتنی زیادہ ---- واقعی آپ بڑے خوش نصیب انسان ہیں۔

تیسرا: میری بیوی سونے سے پہلے ہر رات آپ کا تذکرہ کرتی ہے کہ ملک بھر میں نور محمد صاحب سب سے زیادہ خوش قسمت انسان ہیں۔
چوتھا: اوہ جناب خوش قسمتی تو ان کے گھر کی چیز اس ہے۔ پلازہ چھت بیٹھنے سے جو نقصان سانپ کی پھنکار بن گیا تھا وہ کوئل کی کوکوں میں بدل گیا۔
پانچواں: اللہ کے رنگ بھی نرالے ہیں۔ نور محمد صاحب کی تو زندگی بن گئی۔

(اس ساری گفتگو کے دوران نور محمد صاحب معنی خیز نگاہوں سے ارشاد کو دیکھتے رہتے ہیں۔)

پہلا: ویسے نور محمد صاحب 'زندگی آپ کے ساتھ سیشل کھیل ہی کھیل رہی ہے۔ کوئی اس قدر مقدر والا نہیں ہوتا۔

نور محمد: یہ ایک واقعہ ہے بھائی صاحب ---- ایک ٹوٹا ہے ---- ایک حصہ ہے زندگی کا اور آپ اسی کو پوری زندگی کا روپ دے کر ساری زندگی کو خوش نصیب بنا رہے ہیں۔
چوتھا: پھر بھی جناب یہ ٹوٹا بھی کمال کا ٹوٹا ہے۔

نور محمد: میں یہ عرض کر رہا ہوں عابد صاحب کہ یہ واقعہ اور یہ عجوبہ میری ساری زندگی تو نہیں اس کا ایک حصہ ضرور ہے اور جسے کو پکڑ کر آپ ساری زندگی پر خوش قسمتی یا بد قسمتی کا حکم کیسے لگا سکتے ہیں!

تیسرا: ٹھیک ہے جناب 'پھر جیسے آپ کی مرضی!

پہلا: اچھا جناب میں تو اب اجازت چاہوں گا۔

تیسرا: وہ بھائی ---- آپ اکیلے کیوں! اکٹھے آئے تھے اکٹھے جائیں گے۔

(سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان میں جو سر ہٹا ہے وہ ذرا منہ دبا کر گانا گاتے ہوئے ان سب کو ساتھ لے کر نکلتا ہے۔)

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے تے جہاں وی مر جاناں
ڈیگر تے دن پیا محمد اوڑک نوں چھپ جاناں
کٹ

سین 18 آؤٹ ڈور گہری شام

(سنان گلیوں اور بے رونق محلوں کو کسرہ اپنی نظروں میں سیٹا ہے۔ ان پر
ارشاد کی آواز سپراپوز ہوتی ہے۔)

ارشاد: جس روز عراق سے آنے والا تاجر نور محمد صاحب کی ڈوبی ہوئی رقم لوٹا کر گیا تو بنگ کا
وقت ختم ہو چکا تھا۔ نور محمد صاحب نے اکیس لاکھ روپے کے دونوں توڑے اپنے چنگ
کے نیچے ٹرکوں کی اوٹ میں رکھ دیئے۔ میں نے انہیں ایک پرائیویٹ لاکر کا پتہ بھی
دیا، لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ اصل میں ان کے ذہن میں کوئی خطرہ نہیں تھا اور
نہ ہی وہ پریشان رہنے کے فن سے آشنا تھے۔ ان کو اپنی کم خوابی پر بڑا مان تھا اور وہ
تھوڑے سے کھٹکے پر آسانی سے جاگ جایا کرتے تھے۔ لیکن اس رات میں نے ان کا
ساتھ نہ دیا اور اپنے دوست سے ایک پستول مانگ کر ان کے پورچ میں آکر سو گیا۔
ڈزالو

سین 19 ان ڈور صبح سویرے

(نور محمد صاحب کی بیٹھک اور وہی پانچ آدمی۔ ان کے لباس ذرا سی تبدیلی کے
ساتھ مختلف ہیں۔)
پہلا: حد ہو گئی نور محمد صاحب! آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کوئی شخص آپ کے چنگ کے نیچے
گھسا ہوا ہے؟

نور محمد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)
دوسرا: دونوں توڑے لے گیا دونوں۔۔۔۔۔ اکیس لاکھ؟
نور محمد: (اثبات میں سر ہلاتا ہے)
تیسرا: کوئی نشان۔۔۔۔۔ کوئی پتہ۔۔۔۔۔ کوئی تھوپہ؟

نور محمد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)
 چو تھا: (ارشاد سے) سنا ہے آپ تو پستول لے کر آئے تھے اپنے یار سے 'نہیں چل سکا؟'
 ارشاد: جی نہیں!
 پہلا: دیکھو جی بنی بنائی قسمت پلٹا کھا گئی۔
 دوسرا: اپنی گڈی جھپ کھا کے نہیں گرتی ٹھا کر کے۔۔۔ نور محمد صاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

تیسرا: اس کو کہتے ہیں واہ ادائے قسمت دلیا پکایا کھیر ہو گیا دلیا۔
 پانچواں: دیکھو جی بد قسمتی جب بھی آتی ہے 'کالی اندھیری بن کے آتی ہے۔'
 پہلا: کیا اچھا کام بن گیا تھا بھائی نور محمد صاحب کا۔ اب زندگی برباد ہو گئی ساری عمر کے لیے۔
 پانچواں: مقدروں کے لکھے کو کوئی نہیں موڑ سکتا بھائی صاحب۔
 تیسرا: اور موڑ بھی سکے تو وہ وقت واپس نہیں لاسکتا نور محمد صاحب 'خوش بختیوں والا۔'
 نور محمد: آپ کی محبت کا اور آپ کی توجہ کا بہت بہت شکریہ۔۔۔ لیکن صرف ایک واقعے سے آپ میری ساری زندگی کو بد قسمت کیوں بنا رہے ہیں۔ روپیہ آیا تھا 'ایک واقعہ تھا۔ روپیہ چوری ہو گیا 'ایک اور واقعہ ہے۔ اس سے میری ساری زندگی کس طرح برباد ہو گئی!
 چو تھا: اکیس لاکھ کوئی کم نہیں ہوتے نور صاحب 'چاہے انسان لاکھ بادشاہ ہو۔'
 نور محمد: میں رقم کے کم یا زیادہ ہونے کی بات نہیں کر رہا عزیز صاحب۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ میری زندگی کا ایک حصہ 'ایک ٹوٹا' ایک بخرہ میری ساری زندگی پر کس طرح حاوی ہو گیا۔ میری زندگی تو اسی طرح کے بے شمار ٹوٹوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں کوئی بدرنگ ہے 'کوئی خوش رنگ!

پہلا: اچھا جناب! میں تو اجازت چاہوں گا۔ مجھے تو ایک ضروری کام یاد آ گیا۔
 تیسرا: مجھے تو بلکہ پہلے سے ضروری کام تھا۔ میں تو ازراہ ہمدردی حاضری دینے آ گیا تھا۔
 پانچواں: آپ تو ابھی بیٹھیں گے عزیز صاحب 'نور محمد صاحب سے حقیقت حال سمجھنے کے لیے۔'
 چو تھا: نہیں جی 'میری تو آج بلکہ تاریخ ہے۔'

(سب اسی طرح انھیں لگتے ہیں اور سر ہلاد آدی منہ گھٹ کے گانے لگتا ہے:)
 کیا بھج تقدیر دے نال ٹھوٹھا 'قیمت اسان تو لے کے ہٹ دی دے'
 تقدیر اللہ دی نوں کون موڑے 'تقدیر پہاڑ نوں پٹ دی دے'

سین 20 آؤٹ ڈور گہری شام

(کاؤس کا پس منظر۔ کلرز دہ زمین 'سرکنڈے کا علاقہ' پرانے کھنڈر۔ اس پر ارشاد کی آواز سہرا مپوز ہوتی ہے:)

ارشاد: نور محمد صاحب کے گھر سے جو چور رقم کے تھیلے اٹھا کر بھاگے تھے انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے بارڈر کر اس کر جانا ہی مناسب سمجھا۔ جس محفوظ مقام سے انہوں نے بارڈر عبور کرنے کی کوشش کی وہاں ریجنرز کی ایک ٹکڑی چھالیا کے سمٹکروں پر گھات لگائے بیٹھی تھی۔ انہوں نے دونوں چوروں کو پکڑ لیا۔ رقم کے دونوں توڑے جیب میں رکھے اور نور محمد صاحب کے گھر لے آئے۔ چوروں کو پولیس کے حوالے کیا اور خود واپس آ کر پھر گھات میں بیٹھ گئے۔

کٹ

سین 21 ان ڈور دن

(وہی پانچ آدمی اور وہی بیٹھک)

پہلا: ایسا زندگی میں کبھی ہوا نہیں نور محمد صاحب لیکن ہو گیا۔
دوسرا: اور سب کی نظروں کے سامنے ہوا۔۔۔۔۔ تاریخ کے اسی دور میں جب معجزے ہونے بند ہو چکے ہیں۔

تیسرا: آپ سے زیادہ خوش قسمت آدمی اس دنیا میں اور کوئی نہیں نور محمد صاحب۔

دوسرا: اس دنیا میں کیا ماضی مستقبل میں کوئی نہیں۔

چوتھا: حیرانی یہ جناب عالی کہ چور ریجنروں کے ہتھے چڑھے۔ اگر کسی اور کے قبضے میں آ جاتے تو رقم بھی گنی تھی اور چور بھی کچھ ملنا ہی نہیں تھا۔

پانچواں: سیانے کہہ گئے ہیں کہ روپ روئے اور کرم کھائے۔

پہلا: واقعی واوا کیا نصیب لے کر آئے ہیں نور محمد صاحب۔

دوسرا: نصیب نہیں بھائی خوش نصیب۔ کبھی چوری کیا مال بھی ملا ہے آج تک۔ واقعی واوا!

پانچواں: اس کو کہتے ہیں بزرگوں کی دعائیں 'مرشد کی بخشش اور ماں کی مہربانیاں!'

چوتھا: واقعی واوا۔۔۔۔۔ واقعی واوا!۔۔۔۔۔

نور محمد: دیکھئے جناب! یہ میری زندگی کا ایک واقعہ ہے۔۔۔۔۔ ایک حصہ ہے 'میری پوری زندگی

نہیں ہے۔

پہلا: اودہ جناب اسی ایک واقعے سے پوری زندگی بن گئی کہ۔۔۔ اس کے بعد کون سی پوری زندگی رہ جاتی ہے۔

چوتھا: جب ڈوبی رقم گھر آگئی تو پھر اور کیا رہ گیا!

نور محمد: میں یہ عرض کر رہا ہوں حضرات کہ یہ واقعہ اور یہ عجوبہ میری ساری زندگی نہیں ہے، زندگی کا ایک حصہ ہے۔۔۔ اور اسے جانچ کر ساری زندگی کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

چوتھا: دیکھو جناب! ہم تو ہیں محلے دار آدمی، ہم کو تو خوشی ہے آپ چاہے مانیں چاہے نہ مانیں۔

نور محمد: آپ بھی بادشاہ لوگ ہیں حضرات! جزو کو دیکھ کر کل پر حکم لگا دیتے ہیں۔۔۔ کاناٹا تھ

میں لے کر سارے بول کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔۔۔ ایک بوجھ کو پوری زندگی کا وبال سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ روپیہ چوری ہو گیا تھا، واپس آگیا۔ اتنی سی بات ہے فقط۔

(اب کی بار کوئی بولنا نہیں۔ پہلا اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور سر ہلا کر دوسرے کو

سینٹ مارتا ہے۔ دوسرا کھٹکورا مارتا ہے۔ تیسرا آنکھ سے اشارہ کرتا ہے اور سب

اٹھ کر ہینک سے نکلنے لگ جاتے ہیں۔)

فیڈ آؤٹ

سین 22 ان ڈور گہری شام

(ارشاد پلنگ پر دراز ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں، صرف قوت ارادی کے سہارے مسکراتا ہے۔ مومنہ ٹرے میں سوپ لے کر آتی ہے اور پلنگ کے پاس فرش پر بیٹھتی ہے۔)

مومنہ: ذرا سا سوپ پی لیں سر۔۔۔ تھوڑا سا۔۔۔ میری۔۔۔ اماں جی کی خاطر!

ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)

مومنہ: اگر آپ صرف چار چمچ سوپ پی لیں گے سر تو میں سو نقلیں پڑھوں گی۔۔۔ پچیس نقلیں فی چمچ!

ارشاد: (مسکرا کر منہ کھولتا ہے۔ مومنہ اس کے منہ میں سوپ کا چمچ ڈالتی ہے۔ پانچ چمچ لے کر) چار نقل کافی نہیں مومنہ!

مومنہ: سر پلیز آپ مجھے یہاں رہنے دیں۔ میں نے فیکٹری سے چھٹی لے لی ہے ایک مہینہ کی۔

پچھلے سرونٹس کو ارٹھ میں سر۔۔۔ میں آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔

ارشاد: نہیں نہیں! رات کو عام رہے گا میرے پاس۔

مومنہ: کیوں سر؟ وہ زیادہ اچھا ہے!

ارشاد: یہ بات نہیں مومنہ۔۔۔ زیادہ اچھی تو تنہی ہو لیکن رات کو کوئی ایمر جنسی ہو سکتی ہے۔

(ایمر جنسی کا لفظ سن کر مومنہ بت بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کلوز اپ سے اس کی

تشویش نمایاں ہوتی ہے۔ وہ سوپ کا ٹرے لے کر تپائی پر رکھتی ہے۔ دواڑے کی

جانب جاتی ہے پھر بتی بند کرتی ہے اور دروازہ کھولتی ہے۔)

ارشاد: کہاں جا رہی ہو مومنہ؟

مومنہ: میں کہاں جاؤں گی سر؟ زیادہ سے زیادہ عدیل کے پاس چلی جاؤں گی۔ اور ہم لوگوں کے

پاس جانے کو ہوتا ہی کیا ہے۔۔۔ میں دروازہ کھولنے آئی تھی سر۔

ارشاد: لیکن تم نے بتی کیوں بند کر دی مومنہ؟

مومنہ: کمرے میں ہوا بہت کم ہو گئی تھی سر! اس لیے میں نے بتی بجھا دی۔۔۔ اندھیرے میں

ہواؤں اور طغیانوں کو بڑی آسانی رہتی ہے سر! اندر باہر خوشی سے آجاسکتی ہیں۔۔۔

(آخری فقرے میں اس کا چہرہ دیکھتے ہیں جو آنسوؤں سے بھیگا ہوا ہے اور اس کی

ناک کرب سے پھڑک رہی ہے۔ اسی پر ”تیرے من چلے کا سودا“ فیڈ ان ہوتا

ہے۔)

فیڈ آؤٹ

قسط نمبر 13

کردار

ارشاد	:	صاحب ارشاد۔ ہیرو
مومنہ	:	ہیروئن
ابراہیم	:	ارشاد کا بیٹا
ڈاکیہ محمد حسین	:	ارشاد کا مرید خاص
موچی رمضان	:	ارشاد کو راستہ دکھانے والے
گذریا عبداللہ	:	ارشاد کے رہنما
ارشاد کی والدہ	:	فیکٹریوں کی مالکہ
ندیم	:	تائب۔ ارشاد کا خلیفہ
سلمیٰ	:	ریسرچ آفیسر
عامر	:	ریسرچ آفیسر
اماں طالعان	:	بابا غلام دین کی بیوی
شجاع	:	ارشاد کا دوست
کبیر	:	ارشاد کا دوست
عمران قریشی	:	ارشاد کے مقام سے بے خبر نوجوان
بشرٹ والا آدمی	:	غیر مقلد شخص

اور ارشاد کے تمام عقیدت مند

سین 1 ان ڈور سہ پہر کا وقت

(ارشاد ڈھیلا ڈھالاناٹ سوٹ پہنے ہسپتال کے پلنگ پر لیٹا ہے۔ سامنے کی کھڑکی سے دھوپ چھن چھن اندر آرہی ہے۔ وہ بستر پر نیم دراز ہے۔ اس کا سر ہانہ اونچا کر دیا گیا ہے۔ مومنہ ہاتھ میں سوپ کا پیالہ لئے اس کے سامنے بیٹھی ہے اور سر جھکائے بڑی مایوسی سے پیالے میں چیچ پھیر رہی ہے۔)

ارشاد: یہ کوئی بیماری نہیں مومنہ نہ ہی کسی کتاب میں اس کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ یہ زندگی کا ایک مختلف روپ ہے۔

مومنہ: یہ زندگی ہے سر؟

ارشاد: اصل میں یہ زندگی کا ایک حصہ ہے۔ (وقفہ) مومنہ! موت زندگی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ پیدائش کے عمل کا ایک اہم جزو ہے۔ موت کبھی بھی اچانک اور آنا فانا وارد نہیں ہوتی یہ زندگی کے ساتھ لگی لپٹی آتی ہے۔۔۔۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر۔۔۔ اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر۔

(مومنہ گہرے غم کے ساتھ بھرپور نگاہوں سے ارشاد کو دیکھتی ہے)

لیکن اس پیدائش سے پرے ایک اور بڑی زندگی بھی ہے۔ جب تک اس کا حصول نہیں ہوگا ہم اسی طرح مارے مارے پھریں گے اور درد مند زندگی بسر کرتے رہیں گے۔۔۔۔ خواہ پریشان۔۔۔۔ پائمال اور پڑمردہ۔۔۔۔

(مومنہ پیالہ اسی طرح ہاتھ میں لے کر اس میں چیچ چلاتی کمرے کے کونے میں جاتی ہے جہاں لوہے کا میز رکھا ہے اور جس پر کچھ بوتلیں اور ایک ٹرے ہے۔ اتنے میں ہسپتال کے برآمدے سے قدموں کی آہٹ کے ساتھ بیڑیوں کی جھنکار آنے لگتی ہے۔ ارشاد گردن گھما کر ادھر دیکھتا ہے۔ مومنہ سانس ہو کر اپنا چہرہ اٹھاتی ہے اور کان اس آواز پر لگاتی ہے۔ فضا میں سیکنڈ تک اسی طرح آواز سے Tense رہتی ہے۔ پھر دروازے پر دوہری جھٹکڑی لگے اور بیڑیاں پہنے ندیم نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ دو سپاہی ہیں۔)

ندیم: (دروازے پر) سے آئی کم ان سر؟

ارشاد: ضرور ضرور!

- ندیم: (داخل ہوتے ہوئے) مجھے بڑی مشکل سے پانچ منٹ کی اجازت ملی ہے سر۔
- ارشاد: اس کے لیے تو ایک سیکنڈ کی مدت بھی بہت ہوتی ہے ندیم! (ہاتھ کے اشارے سے) یوں ہوتا ہے اور پھر یوں ہو جاتا ہے۔
- ندیم: (مومنہ کو پیالہ ہاتھوں میں لیے چپ چاپ کھڑے رجسٹر کرتے ہیں۔)
- ندیم: سر آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔۔۔۔ میرا دل کہتا ہے۔۔۔۔ اور میرے اندر سے آواز آتی ہے۔۔۔۔
- ارشاد: (اپنی رست واپس اتارتے ہوئے اور اسے سٹریپ سے پکڑ کر ٹڈکلوں میں لڑکتے ہوئے) یہ آج سے تمہاری ہے۔
- ندیم: میری سر!
- ارشاد: یہ تو اسی روز تمہارے لیے ملے ہو گئی تھی جس وقت تم میرے گھر کی دیوار سے میرے صحن میں کودے تھے۔
- ندیم: (پھٹکڑی لگے ہاتھوں سے گھڑی لیتے ہوئے) لیکن سر۔۔۔۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ۔۔۔۔ میں۔۔۔۔
- ارشاد: مجھے معلوم ہے ہی تو میں یہ تمہیں دے رہا ہوں۔ ایک خاص وقت، ایک مخصوص ساعت آنے پر تم اس سلسلے کی ایک کڑی بن جاؤ گے اور یہ گھڑی تمہیں وہ وقت بتا دے گی۔
- ندیم: (حیرانی سے) میں! سر میں!!!
- ارشاد: اور وہ وقت کچھ اتنا دور بھی نہیں کہ تم کو بہت سا کام کرنا ہے۔۔۔۔ میرے حصے کا باقی ماندہ اور اپنے حصے کا سارے کا سارا۔
- ندیم: لیکن مجھے تو پھانسی کی سزا ہو چکی ہے سر!
- ارشاد: (فصیح سے تحکمانہ انداز میں) بکو اس بند کروا جن کے ذمے اہم کام ہوتے ہیں، انہیں پھانسی کے تختے سے اتار لیا جاتا ہے۔ تمہارے نام پر مہر لگ چکی ہے اور تم اپنی جان چھڑا نہیں سکتے۔
- ندیم: (ڈرتے ڈرتے) جی سر!
- ارشاد: تم سمجھتے ہو تم یہاں اپنی تجویز سے آئے ہو۔
- ندیم: نو سر!
- ارشاد: جانتے ہو یہ اگلا دور، تمہارا دور ہے۔

ندیم: جی سر!
ارشاد: اور تمہیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر دھرتا ہے۔۔۔ ایک ایک لمحہ سوچ کے وضع کرتا ہے۔

ندیم: جی سر!
ارشاد: اور تم اتنے بے حیا ہو کہ تم نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی۔
ندیم: آپ کے ہوتے ہوئے سر۔۔۔

ارشاد: (غصے سے) ہم نہیں ہیں۔۔۔ نہیں ہیں۔۔۔ نہیں ہیں۔ اب صرف تم ہو۔۔۔ اور تمہارے ساتھی ہیں۔۔۔ اور تمہارے ہم عصر ہیں اور ایک بہت اچھا بہت ہی سہانا اور بہت ہی خوش گو اور وقت آنے والا ہے۔۔۔ جب لوگ لوگوں سے اچھی بات کیا کریں گے۔۔۔ زمین پر پاؤں مار کر نہیں چلیں گے۔۔۔ انصاف کی بات کہیں گے خواہ معاملہ اپنے رشتہ داروں کا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کے حق دیا کریں گے۔۔۔ اور جب لوگ صرف پاک اور حلال رزق کھائیں گے۔۔۔ اتنی ساری نعمتوں کو سمیٹنے کے لیے تم نے ابھی تک کوئی جھولی تیار نہیں کی اور بے فکری کے ساتھ ننگے بدن گھوم رہے ہو! دامن پھیلائے بغیر۔

ندیم: جی سر!
ارشاد: تمہارے پاس وقت بھی ہے، زندگی بھی، طاقت بھی اور جوانی بھی۔۔۔ تم کو یہ مشن ہم لوگوں سے بہت آگے لے کر جانا ہے۔ تم محض بیس سرسبز سرسبز کر وقت نہیں نال سکتے۔

ندیم: آپ کا حکم کیسے نالا جاسکتا ہے سر! آپ صاحب امر ہیں۔۔۔ صاحب ارشاد ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے پورا ہوگا۔

ارشاد: جاؤ۔۔۔ خدا تمہیں آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائے!

(ندیم سر جھکا کر اور دونوں جھکڑی زدہ ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکلتا ہے۔ اس کی جھڑیوں کی جھنکار 'آف کیمرہ' دیر تک سنائی دیتی ہے۔)
مومنہ: (آگے بڑھ کے اور قریب آ کر ڈرتے ڈرتے) یہ تو قافلہ ہے سر۔۔۔ پھر آپ نے اس کو اپنی گھڑی کیوں دے دی اس قدر قیمتی؟
(ارشاد ضعف سے آگلیں بند کرتا ہے کوئی جواب نہیں دیتا۔ مومنہ اسی طرح

(کھڑی ہے۔)

ارشاد: (تھوڑی دیر کے بعد) اس الماری میں میرا ایک کبیل، جو قوتوں کی ایک جوڑی اور ایک پتھر ہے۔ وہ کبیل مجھے اوڑھادو۔

(مومنہ جا کر الماری سے کبیل نکالتی ہے جس میں بڑے بڑے سوراخ ہیں اور جو بہت ہی بوسیدہ ہے۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھتی ہے۔ پھر آگے بڑھ کر وہ کبیل ارشاد پر پڑے سرخ کبیل پر بچھا دیتی ہے۔ کبیل کے اڑے ہوئے چیتھڑے اور سوراخ آہستہ آہستہ واضح ہوتے ہیں۔ کیمرو قریب ہوتا جاتا ہے اور سکریں پر یہ گدڑی پڑی نظر آتی ہے۔)

ڈزالو

(سورج کے غروب ہونے کا منظر۔۔۔۔ ریگستان۔۔۔۔ ایک آدمی اونٹ کے ساتھ صحرائیں۔)

سین 2 ان ڈور رات

(ہسپتال کی لمبی گیلری۔ ماں چھڑی ٹیک کر چل رہی ہے۔ اس کے ساتھ کبیر خان اور ایک ڈاکٹر ہے۔ یہ تینوں ایک فاصلے سے چلے آ رہے ہیں۔)

کبیر: لیکن اتنی جلدی اور ایسی تیزی کے ساتھ اس کی صحت کیسے جواب دے گئی؟
ڈاکٹر: سر کچھ بیماریاں ابھی تک پراسرار ہیں اور ان کا کوئی مجید نہیں مل سکا۔ اعضا کیوں جواب دے دیتے ہیں؟ سارا سسٹم اچانک کیوں Collapse کر جاتا ہے؟ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں۔

ماں: لیکن۔۔۔۔ (رو کر) لیکن کوئی تو بنیادی وجہ ہوگی؟ کوئی تو بیماری ہوگی ناں ڈاکٹر صاحب؟

ڈاکٹر: میرا خیال ہے۔۔۔۔ انہیں کوئی بیماری نہیں ہے He has stopped to exist۔۔۔۔ وہ جینا نہیں چاہے۔ وہ اپنی ماری Will Power ہماری کوششوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور بڑے کامیاب ہیں۔

کبیر: عجیب سنگ دل انسان ہے! جس قدر نعمتیں اسے ملتی ہیں یہ انہیں دور پھینک دیتا ہے۔ اب صحت بھی نعمت سے انکار کر رہا ہے۔

ڈاکٹر: اگر یہ تھوڑا سا کو آپریٹ کریں ---- یعنی یہ نہیں کہ وہ ہماری ہر بات مانیں ---- وہ صرف اندر سے زندہ رہنا چاہیں ---- تو بہت جلد صحت ہو سکتی ہے۔
(کیمرہ ماں پر آتا ہے۔ اب وہ یہ مکالمہ بہت آہستہ ادا کرتی ہے۔)
ماں: میں حیرے چندن بدن کو کیسے خدا کے حوالے کروں ارشاد؟ ---- کس طرح؟ ----
کیوں؟ سب کچھ خدا کو دیا جاسکتا ہے، پر کوئی ماں اپنا بیٹا اسے نہیں سوپ سکتی۔ اگر بیٹا زندہ ہو تب بھی نہیں ---- اور ---- اگر ---- تب بھی نہیں ---- یا اللہ تب بھی نہیں ----

کٹ

سین 3 ان ڈور رات

(ہسپتال کا وہی کمرہ جہاں ارشاد لینا ہے۔ پورا کمرہ نیم اندھیرے میں ہے لیکن ایک کھلے دروازے سے ایک تختہ بھر لائٹ ارشاد کے نیلے پر اور مومنہ پر پڑ رہی ہے۔ یہ دونوں بہت واضح نظر آتے ہیں ---- ارشاد آخری دموں پر ہے لیکن خوش ہے۔ اس کے چہرے سے اطمینان اور خوشی کا اظہار ہو رہا ہے مگر اس کو جسمانی تکلیف ساتھ ساتھ ہے۔ اس کے مکالموں کی ادائیگی پہلے سے بھی خوشگوار ہو گئی ہے۔)

مومنہ: کیا بات ہے سر؟ آپ اتنے خاموش کیوں ہیں؟
ارشاد: میں نے زندگی میں بڑے سفر کیے ہیں مومنہ، لمبے لمبے ---- چھوٹے چھوٹے ---- ایک روزہ فوری سفر ---- ملک کے اندر ملک سے باہر ---- بونگ کے کوکورد کے ---- لیکن اس قسم کا جھوٹا میں نے پہلے کبھی نہیں لیا۔ اس کا اپنا ہی لطف ہے۔

مومنہ: کس قسم کا جھوٹا سر؟
ارشاد: یہی جو میں اب لینے والا ہوں ---- یہی جس میں میرے اعضائے بدن اپنے محبوب پر تار ہو رہے ہیں اس کی مدد و شکر رہے ہیں۔ یہ اپنی طرز کا ایک بے حد خوشگوار اور Adventurous سفر ہے ---- بہت سی لطف اور معلومات افزا ---- اس سے میرے علم میں اضافہ ہو گا۔ میں ایک جماعت اور اوپر ہو جاؤں گا ---- ویسے مومنہ ایسے

سفر لائف سیونگ ہونہ ہو 'Life Enriching' ضرور ہوگا۔

مومنہ: یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سر! مار دینے والی!

ارشاد: (مسکرا کر) دیکھو مومنہ! میرا سوٹ کیس پیک ہو گیا ہے۔۔۔۔ میرے سارے مل ادا

ہو چکے ہیں۔۔۔۔ زندگی کا ایک ایک پیسہ اتر چکا ہے۔۔۔۔ میں کسی کا مقروض نہیں

ہوں۔۔۔۔ میرا پاسپورٹ Intact ہے اس پر ویزا لگ چکا ہے۔۔۔۔ ٹکٹ میری جیب

میں ہے اور میں اس سفر پر روانہ ہو رہا ہوں جس کے انتظار میں آج تک زندہ رہا۔۔۔۔

جس کی میں اس وقت تک راہ دیکھتا رہا۔

مومنہ: (بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ) لیکن جذباتی ہوئے بغیر! آپ کو پتہ ہے سر۔۔۔۔ پتہ

ہے کہ میں آپ سے کس قدر محبت کرتی ہوں۔

ارشاد: میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں مومنہ! جو تم ہو اس وجہ سے بھی اور جو تم آگے چل کر

ہونے والی ہو اس وجہ سے بھی۔

مومنہ: پھر آپ میری ادنیٰ سی خواہش پوری نہیں کر سکتے۔۔۔۔ زندہ رہنے کی!

ارشاد: (خوشگوار سے) میں تمہاری خواہشوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔۔۔۔ دل سے دعا کرتا

ہوں مومنہ کہ وہ ارفع ہوں اعلیٰ ہوں اور بلند سے بلند تر ہوں۔۔۔۔ لیکن ان کے پورا

ہونے کی دعا نہیں کرتا۔۔۔۔ خواہش پوری ہونے سے انسان سکڑ جاتا ہے۔۔۔۔

محدود ہو جاتا ہے۔

مومنہ: آپ کو پتہ ہے سر۔۔۔۔

ارشاد: مجھے پتہ ہے مومنہ!

مومنہ: آپ میرے وجود کا وہ خوش رنگ پھول ہیں جس سے میری زندگی کی ڈور بندھی ہے۔

ارشاد: اور خوش رنگ مطمئن پھول وہ ہوتا ہے مومنہ جس کی پتیاں بس گرنے ہی والی ہوں۔ تم

ساری زندگی یہی نہیں رہو گی 'جواب ہو' ہمیں آگے چلنا ہے اور اپنی اپنی منزل کی

طرف بڑھنا ہے۔۔۔۔ اور اس سفر میں میں تمہارے ساتھ ہوں اور اسی سفر کی بنا پر ہم

دونوں کی محبت قائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔۔۔۔ میں ہنسی ہو کر محبوب کے راستے میں

بکھر جانا چاہتا ہوں۔

(خاموش ہو جاتا ہے۔)

مومنہ: (ارشاد کا ہاتھ پکڑ کر) آپ کو نیند آرہی ہے سر!

ارشاد: تم اس کے پاس چلی جانا مومنہ۔۔۔۔ (وقفہ) کیا نام ہے اس کا؟

مومنہ: عدیل سر!

ارشاد: ہاں عدیل کے پاس۔۔۔۔ (بے ہوشی میں ڈوب جاتا ہے۔)

مومنہ: (ارشاد کا ہاتھ سہلاتے ہوئے) آپ بھی اماں کی طرح ہیں سر۔۔۔۔ میں ان سے اس

قدر خوفزدہ رہتی تھی کہ ساری زندگی کبھی سچ نہ بول سکی۔۔۔۔ پھر مجھے آپ مل گئے سر

اور میں آپ سے بھی ڈری ڈری سی رہنے لگی۔۔۔۔ آپ سے بھی کبھی پورا سچ نہ بول

سکی۔۔۔۔

(تلبیہ شروع)

ارشاد: کس قدر تیز تیز خوشبوئیں آ رہی ہیں۔۔۔۔ کیسے کیسے پروں کی پھر پھر اٹھ رہا ہے۔۔۔۔ سنو سنو!

یہ وصل کی گھڑی کی سنناٹ ہے۔۔۔۔ سمندر آگے بڑھ رہا ہے۔۔۔۔ میرا کنبل اوپر کر

دو مومنہ۔۔۔۔

(مومنہ پھٹا ہوا کنبل اوپر کرتی ہے۔ حاجیوں کے تلبیہ پڑھنے کا آڈیو بڑی مدھم

آواز میں فیضان ہوتا ہے۔)

مومنہ: (تلبیہ بند) مرد کو تو خدا سے وصال کا شوق روز ازل سے ہے سر، لیکن ہم عورتیں کہاں

جائیں۔ ہم کس دیوار سے سر پھوڑیں اور کس کا سہارا پکڑیں۔ ہم تو یہیں کہیں اسی دنیا

میں۔۔۔۔ کسی کے خیال میں۔۔۔۔ کسی کے تصور کے بازوؤں میں دفن ہو جانا چاہتی

ہیں اور ہمیں وہ مرقد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں سر کہ میرے

اور عدیل کے درمیان وہ اندھا شیشہ کون ہے۔

ارشاد: بولو مت مومنہ! بات مت کرو۔۔۔۔ مجھے غار ہونے دو۔

مومنہ: (پرواہ کیے بغیر) آپ کو کیا پتہ سر کہ عورت کی ذات پر کتنا بڑا ظلم ہوا ہے روز ازل سے

لے کر اب تک۔ اسے مرد کی روح میں اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مرد کی محبت اور

مرد کا عشق خدا نے صرف اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ مرد کا فرہود ہر یہ ہونا فرمان

ہونا نہ ماننے والا ہو۔۔۔۔ اس کے اندر تاریک ترین گوشوں میں ایک روشن Dot ضرور

موجود رہتا ہے جو بڑے نور میں گم ہونے کے لیے ہر وقت دایہریت کرتا رہتا ہے۔ مرد

کو معلوم ہو یا نہ ہو۔۔۔۔ احساس ہو یا نہ ہو۔۔۔۔ خیال ہو یا نہ ہو اس کا دل اپنے محبوب

میں ہی انکار رہتا ہے۔ وہ جس جنت سے نکلا تھا سر آج تک اسی جنت کے مالک کی حضوری

میں سرگرداں ہے۔ مرد جنگیں لڑتا ہے سر خون بہاتا ہے ایجادیں کرتا ہے بت بناتا

ہے شعر لکھتا ہے، فکر کھیلتا ہے لیکن اس کے اندر ایک ہی محبوب کا تونہ جتا ہے۔ وہ

سنے نہ سنے۔۔۔۔۔ جانے نہ جانے۔۔۔۔۔ پہچانے نہ پہچانے، تارادھر ہی کھڑکتی ہے اس کی۔ لیکن ہم کیا کریں سر۔۔۔۔۔ ہم کدھر جائیں۔ ہم اس جھوٹے، مکار، فریبی اور بے وفا سے دل کیوں لگائیں جو ہمیں آخری وقت چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ میں آپ کو کیا بتاؤں سر (آنسو)۔۔۔۔۔ کیسے بتاؤں کہ کون مجھے عدیل کے پاس جانے نہیں دیتا۔۔۔۔۔ کس نے میری رلا روک رکھی ہے۔۔۔۔۔ کس نے مجھے قید کر رکھا ہے۔

(آخری جملوں میں وہ ارشاد کا ہاتھ ذرا زور اور سختی سے جھلاتی ہے تو ہاتھ اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے لٹک جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بینگ ہوتا ہے۔ مومنہ چیخ مارتی ہے اور نو۔۔۔۔۔ نو۔۔۔۔۔ نو سر۔۔۔۔۔ نو۔۔۔۔۔ کہتی ہوئی بھاگ کر کمرے کے نیم اندھیرے میں قلیل سی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ سسکیاں بھرنے لگتی ہے۔ جوں جوں اس کی سسکیاں بلند ہوتی ہیں، تلبیہ ان پر حاوی ہونے لگتا ہے اور پھر سارا کمرہ تلبیہ کی آواز سے بھر جاتا ہے۔ ارشاد کا پر سکون اور خوبصورت چہرہ دکھاتے ہیں جس پر مسکراہٹ منجمد ہو گئی ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(تلبیہ آڈیو کے ذریعہ جاری رہتا ہے۔ گڈ ریا عبد اللہ اپنے مخصوص مقام پر بکریاں لیے جا رہا ہے۔ اس کی پشت کیمرے کی طرف ہے۔ کہیں سے ارشاد وہی پھنسا پرانا کھیل اوڑھے اس کے پہلو میں آ جاتا ہے۔ دونوں سٹل ہوتے ہیں۔ پھر دونوں چلنے لگتے ہیں لیکن ایک کو دوسرے کا مطلق احساس نہیں ہے۔ کچھ دور جا کر ارشاد گڈ ریا کے پہلو سے غائب ہو جاتا ہے، جیسے روح اپنے پیارے سے ملنے آئی اور جدا ہو گئی۔ چرواہا کیلا چلا جا رہا ہے اور اس پرورد جاری ہے باساری فضا اس آواز سے اور خوبصورت بکریوں کے سین سے بھر چکی ہے۔)

کٹ

(Time lapse) اب یہاں مختلف شاخس کی مدد سے گزرتے ہوئے وقت کا

چراغ دیا جاتا ہے۔ پرندہ۔۔۔۔۔ طلوع آفتاب۔۔۔۔۔ پرندہ جھانپوں پر اور آسمان میں

----- ہرن بھاگتا ہوا----- پرندہ دریا پر اڑتا ہوا----- بہتا پانی اور اڑتا پرندہ۔
کٹ

سین 5 ان ڈور دن

(مومنہ اپنے کچن میں کھڑی ہے اور آلو چھیل رہی ہے۔ اس کے چہرے کے سامنے ایک کھڑکی ہے جس سے باہر کے مناظر نظر آتے ہیں۔ وہ آلو اور چھری ہاتھ میں پکڑے پکڑے پتھر کی مورت بن جاتی ہے اور یادوں میں گم ہو جاتی ہے۔ اس پر وہی نظم سپر امپوز ہوتی ہے: میں اپنے دل کے فرش کو کس مانجھے سے مانجھوں۔۔۔)

کٹ

(عرس بابا فرید و جمال شہباز قلندر عرس حضرت علی ہجویری کے مختلف سین)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کے مزار پر عرس کا سین۔ پروڈیو سر کی ضرورت اور سہولت کے مطابق Setting کی جائے۔ چہترے پر ایک مناسب جگہ قوال پارٹی بیٹھی ہے۔ ان کے سامنے ان کے ساز پڑے ہیں لیکن انہوں نے ابھی قوالی شروع نہیں کی۔ لوگوں کے انہو میں ڈاکیہ محمد حسین صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان کے ارد گرد لوگوں کا دائرہ ہے۔ محمد حسین صاحب لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر صرف اشاروں سے ان کی گفتگو واضح ہوتی ہے۔ دور سے ایک سنی میں مٹی کے چار دیوے روشن کر کے اماں طالعاں آ رہی ہے۔ وہ مزار کی طرف بڑھتی ہے اور ایک ایک کر کے چاروں دیوے تعویذ کے سرہانے رکھتی ہے۔ ایک درمیانے قد بت کا پتلون بشرٹ والا کھرج دار آدمی اسے روک کر کہتا ہے:)

بشرٹ والا آپ کو یہ ہے لی لی یہ بدعت ہے جو آپ کر رہی ہیں۔

طالعال: پتہ ہے بیبا پتہ ہے۔

بشرٹ والا: اور یہی بدعت آدمی کو شرک تک لے جاتی ہے۔

طالعال: ٹھیک ہے ویرا ٹھیک ہے۔ پر ہم غریب نمائے بھی کیا کریں، کس دیوار سے سر ٹکرائیں۔

بشرٹ والا: کیوں بی بی۔۔۔۔ کیوں؟

طالعال: دے دے ویرا تم جیسے بے بدعتی لوگ اللہ کے پیارے، اپنے مراتبے، اچھے تعلقات والے،

اک دوجے کے سہارے۔۔۔۔ آپ کو کیا پرواہ ہے۔

بشرٹ والا: (حیران اور بھونچکا سا کھڑا ہے۔ وقفہ)

طالعال: ہمارے لوگوں کے پاس لے دے کر بس اکوای سہارا ہوتا ہے، اک دیوے کا اور چھٹانگی بھر

تیل کا، ایک ہری چادر تے دو باسی ہاروں کا۔ یہ بھی کھو جاتا ہے تو یہ بھی کھو لوؤ۔۔۔۔ اس کو

بھی ڈھانا ہے تو یہ بھی ڈھائیو۔۔۔۔ ہے تو بدعت ای ویر میرا پر جب تک تم ہم کو ساتھ

نہیں ملاؤ گے، اپنے بھائی، بہن نہیں سمجھو گے اوس وقت تک بد نصیبیاں کو بد بختاں کا سہارا

ای لے لینے دو۔۔۔۔ اللہ تم کا دونوں جہانوں میں بھلا کرے، نبی پاک کے صدقے!

بشرٹ والا: میرا یہ مطلب نہیں تھا بی بی!

طالعال: جو مسلمان اپنے غریب بھائی، بہن کو۔۔۔۔ مجبور بھائی، بہن کو۔۔۔۔ مظلوم بھائی، بہن کو

ساتھ ملانا نہیں چاہتا، وہ ان کو بدعت شرک کا طعنہ دے کر ہی دھکا مار سکتا ہے، بھارا۔۔۔۔

وہ بھی آخر دوسروں کا بوجھ کس طرح اٹھائے۔

بشرٹ والا: توبہ توبہ توبہ۔۔۔۔ یہ حالت ہے ہمارے قوم کی اور یہاں تک آپہنچی ہے جہالت کی

یہاری!

(یہ فقرہ ادا کرتے ہوئے فیلڈ سے نکل جاتا ہے)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور دن

(کار پر ایمرانیم کو ارٹروں کی جانب آتا ہے۔ کار روکتا ہے اور اوپر جاتا ہے۔ پھر

لوٹتا ہے، کار کا دروازہ کھولتا ہے اور ڈائری نکال کر پڑھتا ہے۔ پھر کو ارٹروں کی

طرف دیکھتا ہے، جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ مطلوبہ کو ارٹر کہاں پر ہے۔)

کٹ

سین 8 ان ڈور دن

(سلمیٰ اور عامر دونوں خوبصورت لباس پہنے اپنے گھر میں موجود ہیں۔ سلمیٰ میز پر کھانا لگا رہی ہے۔)

عامر: سلمیٰ پلیز روٹی پکانا سیکھ لو۔ ہر روز بازاری روٹی نہیں کھائی جاتی مجھ سے۔

سلمیٰ: دیکھو عامر! میں نے تم کو پہلے بتا دیا تھا کہ میں روٹی پکانا نہیں جانتی بتایا تھا ناں؟

عامر: بتایا تھا۔۔۔ بالکل سو فیصد بتایا تھا۔

سلمیٰ: اور تم نے پھر بھی مجھے قبول کر لیا۔۔۔ کیا تھا ناں!

عامر: غلطی ہو گئی!

سلمیٰ: (مسکرا کر محبت سے) کچھ مہلت دو گے؟

عامر: کیسی مہلت؟

سلمیٰ: اس بار جب گاؤں جاؤں گی تو اماں سے سیکھوں گی۔ پھپھو کی ٹیوشن رکھ لوں گی۔

عامر: (محبت سے سلمیٰ کے ہاتھ پکڑ کر) گولی مارو روٹی کو۔۔۔ میں ان ہاتھوں کو روٹی پکانے

دوں گا۔

(گھٹنی بکتی ہے۔)

سلمیٰ: کون ہے بھی؟

عامر: تایا نکرم ہوں گے اور کون ہوگا!

سلمیٰ: وہ تو ابھی گئے ہیں وہ کیسے ہوں گے۔

(گھٹنی پھر بکتی ہے۔)

عامر: کم ان پلیز!

(دروازہ کھول کر ابراہیم اندر آتا ہے۔)

ابراہیم: ایک سیکہ ڈی! میں بڑا بے وقت آیا ہوں۔ آپ کے گھر فون نہیں تھا ورنہ ضرور ٹائم لے کر آتا۔

سلمیٰ: پلیز بیٹھیں سر! آپ سر ارشاد کے بیٹے ہیں ناں۔۔۔ میں نے آپ کو فیکٹری میں دیکھا تھا۔

ابراہیم: راجیہ اب میرے لیے آسانی ہو گئی۔۔۔ دراصل میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔۔۔

سلمیٰ: انگریزی میں کہ اردو میں؟

ابراہیم: بد قسمتی سے میری اردو اچھی نہیں۔ فی الحال تو میں انگریزی میں لکھ رہا ہوں اور یہ کتاب ہوگی بھی Foreign Consumption کے لیے۔

عامر: بڑی اچھی بات!

ابراہیم: میں مغربی لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں جو لوگ آنے والی زندگی کے لیے تیاری کر رہے ہیں وہ دراصل۔۔۔۔

They are searching for a bigger meaning of life۔۔۔۔ ایسے لوگ انہیں اور اپنے West Oriented Educated لوگوں کو چاہے پاگل لگیں، لیکن ایسے دیوانے بڑے سرمست لوگ ہیں۔

عامر: آپ کی اردو تو بڑی ٹھیک ٹھاک ہے۔

ابراہیم: تھینک یو! اچھا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے میرے والد کو کیسا پایا؟
سہلی: کیا مطلب؟

ابراہیم: آپ لوگ تو انہیں ملتے رہے ہیں۔ کیا واقعی وہ صوفی تھے؟ کیا ان کا جھکاؤ Fundamentalism کی طرف تھا؟ آپ لوگوں کو تو علم ہو گا کہ ان کی زندگی کیسی تھی؟

سہلی: میں اور تو کچھ نہیں جانتی ابراہیم صاحب، لیکن وہ واحد شخص تھے جو لوگوں کو سوچنے پر مجبور کرتے تھے۔۔۔۔ دل سے محسوس کرنے پر اکساتے تھے۔ انہوں نے مجھے پہلی بار یہ احساس دلایا کہ دوسروں کو ٹھیک کرتے رہنا، ان میں کیرے نکالنا یا لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے سے کہیں بہتر ہے کہ انسان اپنی سمت درست کر لے۔۔۔۔ اپنے ارادے کا صحیح استعمال جان لے۔۔۔۔ اپنی will کو کسی ایک چوکھٹ پر جھکانا سیکھ لے۔۔۔۔ دوسروں کی انگو سے اپنی انگو بھڑانا بند کر دے۔

ابراہیم: اتنا سب کچھ آپ اتنی تعلیم اور مغربی دباؤں کے باوجود سیکھ گئیں؟

عامر: ابھی کہی ہے سر، بار بار بھولتی ہے۔۔۔۔ اپنی خوشی کو آسانی سے قربان کر سکتی۔ (سہلی منہ ہناتی ہے) اور اکیلی یہی کیا ہم سب اس معاملے میں مجبور ہیں۔

ابراہیم: (کیمرو آن کر کے) اور اگر میں آپ دونوں سے یہ پوچھوں کہ جب میرے والد نے اپنی فیلٹریاں چھوڑیں اس وقت۔۔۔۔

سین 9 ان ڈور دن

(خوبصورت پوش قسم کے ایک دفتر میں ادھیر عمر کے ایک فیشن اسٹیل صاحب بیٹھے کچھ فائلیں دیکھ رہے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد تینوں فون باری باری سے بجتے ہیں اور صاحب انہیں مستعدی کے ساتھ سنتے ہیں۔ چڑاسی کے پیچھے پیچھے ابراہیم داخل ہوتا ہے۔)

ابراہیم: (شجاع سے ہاتھ ملاتے ہوئے) میرا نام ابراہیم ہے اور میں ارشاد صاحب کا بیٹا ہوں۔

شجاع: لیکن آپ تو گلاسگو میں رہتے ہیں شاید۔۔۔۔۔ دونوں بھائی۔

ابراہیم: جی۔۔۔۔۔ میں اپنے والد کے عرس پر پاکستان آیا ہوں اور۔۔۔۔۔ ان کے دوستوں سے اور ملنے والوں سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے والد کون تھے کیا تھے اور وہ اپنی زندگی میں۔۔۔۔۔

شجاع: معاف کرنا ابراہیم میاں! تمہارے والد ایک بے عمل، ست الوجود، ناکارہ اور کامل انسان تھے۔ وہ زندگی کو Face کرنے سے گھبراتے تھے اور مسلسل جدوجہد سے کتراتے تھے۔ انہوں نے تین چلتی چلاتی اعلیٰ درجے کی فیکٹریاں۔۔۔۔۔ انٹرنیشنل قسم کی۔۔۔۔۔ لاکھوں ڈالر کماتی ہوئی۔۔۔۔۔ اچانک چھوڑ دیں اور الگ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

ابراہیم: اس کے پیچھے ان کا کوئی Motive تو ضرور ہوگا، کوئی زبردست تحریک؟

شجاع: کوئی Motive نہیں، کوئی تحریک نہیں۔۔۔۔۔ بس حماقت، کمالی، بے تعلقی۔ میرے خلاف جیمبر آف کامرس کا الیکشن لڑا، بھاری اکثریت سے جیتے اور پھر وہ سیٹ بھی چھوڑ دی۔

ابراہیم: آپ کے خیال میں انہوں نے کچھ اچھا نہیں کیا؟

شجاع: اچھا؟ اچھا ابراہیم میاں۔۔۔۔۔ اچھا!!! انہوں نے تو اپنا، اپنے خاندان کا، اپنے ملک کا اور پوری انسانیت کا بڑا نقصان کیا۔

ابراہیم: نقصان سرا!

شجاع: انسان اس دنیا میں کوشش کرنے کے لیے آتا ہے، جدوجہد کرنے کے لیے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے۔۔۔۔۔ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کے لیے نہیں آتا، رہبانیت اختیار کرنے کے لیے نہیں۔ انسان مقابلے کے لیے آتا ہے، کمپنیشن کے لیے آتا ہے۔ زندگی میں دوسرے لوگوں کو پچھاڑ کر خود آگے بڑھنے کے لیے آتا ہے۔

ابراہیم: گویا آپ کے خیال میں انہوں نے غلطی کی؟
شجاع: غلطی؟ بہت بڑی غلطی

یافتہ دور کو پتھر اور دھات کے زمانے میں لے جانے کا خواہش مند تھا۔ سوری! سوری!!

ک

سین 10 آؤٹ ڈور دن

(موچی رمضان اپنے لڑے پر بیٹھا جوتا سی رہا ہے۔ اس کے پاس ابراہیم آکر رکتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ موچی سر اٹھا کر اسے دیکھتا ہے اور دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔) آپ ہی کا نام رمضان موچی ہے؟

رمضان: جی بھائی جان میرا ہی نام رمضان موبھی ہے۔ فرمائیے! السلام علیکم!!

ابراہیم: علیکم السلام اٹل ولایت سے آیا ہوں۔ (رکتا ہے)

رمضان: (غور سے اور مہانداز ملا کر) آپ ارشاد صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ (ابراہیم اثبات

میں سر ہلاتا ہے) کون سے ۱۲ تعلق صاحب یا ابراہیم صاحب؟

ابراہیم: ابراہیم!

رمضان: او بسم اللہ۔۔۔۔۔ بسم اللہ بھائی جان! (کھڑے ہوتے ہوئے) تشریف رکھیے۔۔۔۔۔

میٹھی! آپ تو ہمارے مخدوم ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے شاہ ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے صاحبزادہ صاحب ہیں۔

ابراہیم: میں آپ سے فقط یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ میرے ابا کون تھے؟

رمضان: آپ کے ابا ہمارے حضور تھے۔۔۔۔۔ ہمارے سرکار۔۔۔۔۔ ہمارے مخدوم۔۔۔۔۔ آجائے وقت۔

ابراہیم: No no! I want to know what was my father?

رمضان: آپ کے قادر ایک بزرگ تھے۔۔۔۔۔ ولی اللہ تھے۔۔۔۔۔ محرم اسرار اور واقف رموز نہائی تھے۔

ابراہیم: میں ان کی بابت کچھ جاننا چاہتا ہوں!

رمضان: Your father was a thinker, a philosopher, a scientist.

ابراہیم: But I think.....

رمضان: And in the last chunk of his life, he was shaken by the experience of presence.

ابراہیم: Presence!

رمضان: One hot sultry Thursday, he came to me and said,

"Oh you cobbler of souls and seeker of the path ... I

want to speak as simple, as tenderly and as clearly as I can; God can be found!"

ابراہیم: God can be found Sir?

رمضان: yes, he said there comes a time when the presence

steals upon you one walks in the world, yet above

the world as well, meeting the daily routine yet never

losing the sense of presence.

ابراہیم: When was it?

رمضان: Exactly two weeks before his death.

ابراہیم: (تھوڑی دیر بعد) جیسا کہ؟

(جب ابراہیم جانے لگتا ہے تو رمضان موچی جلدی سے جھک کر اپنی صندوقچی سے ایک بھنی ہوئی مکئی کی چھلی اسے دیتا ہے۔ ابراہیم محبت سے یہ تختہ وصول کر کے اسے اپنے لیوں سے لگاتا ہے اور پھر ہاتھ ملا کر رخصت ہوتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(عرس کے جوم سے نکل کر ڈاکیہ محمد حسین اور ابراہیم کسی پرانے درخت کے ٹھٹھ پر بیٹھے ہیں۔)

محمد حسین: قبلہ کعبہ جناب ارشاد صاحب ہم لوگوں کے درمیان ایک بہت ہی بڑی اور عظیم شخصیت کے حامل تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے سال خوردہ پیڑوں کے درمیان شاہ بلوط کے ایسے سر بلند درخت تھے جس نے اپنی زندگی کے سو سال گزار کر ابھی ابھی پہلا قدم جوانی میں رکھا ہو۔

ابراہیم: لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے سلوک کی پہلی منزلیں آپ کی حضوری میں طے کیں؟ محمد حسین: لوگ تو بہت کچھ کہتے ہیں ابراہیم میاں۔۔۔۔ اور لوگ عام طور پر کہنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ارشاد صاحب، صاحب ارشاد تھے۔ وہ ہمارے صاحب تھے۔۔۔۔ مخدوم تھے۔ ان کا فیض جب بھی جاری تھا اب بھی جاری ہے اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جائے گا اس فیض کی گہرائی اور پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

ابراہیم: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب نسبت پہلے ضرور موجود تھے مگر اب نہیں ہیں۔ اگر یہ بات۔۔۔۔

محمد حسین: ہمارے سرکار سائیں نور والے صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس ماضی کا حال شاہد نہ ہو وہ ماضی جھوٹا ہے۔

ابراہیم: یعنی؟

محمد حسین: یعنی یہ کہ اگر ماضی میں ایسے ایسے بزرگ ہوتے رہے ہیں جن کے تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں تو ان کو اب بھی ہونا چاہیے۔ لیکن اگر اب ویسے بزرگ ملنے ناممکن ہیں تو پھر جیسا ماضی میں بھی ایسے بزرگ نہیں تھے سب قہے کہانیاں ہیں۔

ابراہیم: کیا روحانی قوتوں کے حامل بزرگ ساری دنیا میں ہوتے ہیں؟
محمد حسین: ساری دنیا میں ہوتے ہیں۔

ابراہیم: لیکن ہمارے ویسٹ میں تو کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔
محمد حسین: انہیں جاننے کے لیے دیکھنے والی آنکھ کی شرط ضروری ہے۔
ابراہیم: یہ آنکھ کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

محمد حسین: اگر بی اے کرنے پر چودہ اور ایم بی بی ایس کرنے پر سترہ سال لگ سکتے ہیں تو روحانی کورس کے لیے بھی چند سال وقف کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔
ابراہیم: کیا میرے والد آپ سے آگے نکل گئے تھے؟

محمد حسین: بہت آگے۔۔۔ بہت ہی زیادہ آگے۔ میں نے تو ابھی پہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ انہیں منزل پر بلا لیا گیا۔

ابراہیم: اس سے آپ کو کچھ جیلیسی ہوئی؟
محمد حسین: ہوئی!

ابراہیم: اس اعتراف سے کچھ فائدہ ہوا؟
محمد حسین: ہوا!

ابراہیم: اب آپ کس مقام پر ہیں؟
محمد حسین: ندیم محبوس کے قریب۔۔۔ ان سے ایک درجہ پیچھے۔ وہ میرے خلیفہ ہیں۔

ابراہیم: میرے قادر کا موٹو کیا تھا سر؟

محمد حسین: حضرت ارشاد احمد صاحب۔۔۔ صاحب ارشاد کا فرمان ہے کہ دنیاوی کامیابیاں حاصل کرنے کی نسبت روحانی ترقی کے لیے کوشش کرتے ہوئے مر جانا اور سچائی، نیکی اور تقویٰ کے حصول کے لیے جان دے دینا بدرجہا بہتر ہے۔۔۔ کیونکہ یہی انسانیت کی معراج ہے۔

ابراہیم: کیا میں آپ سے بھر مل سکتا ہوں؟
محمد حسین: آپ ہمارے مخدوم ہیں۔۔۔ ہمارے آقا ہیں۔۔۔ صاحبزادہ صاحب ہیں۔ آپ جہاں بھی حکم کریں گے میں سر کے بل حاضر ہو جاؤں گا۔

ابراہیم: Thank you very much indeed

سین 12 آؤٹ ڈور دن

(کھیتوں میں چلتے ہوئے مکالے سپراپوز کیجئے۔)

ابراہیم: آپ میرے والد کو جانتے تھے؟

عمران قریشی: بہت اچھی طرح سے۔۔۔ بہت قریب سے۔۔۔ بالکل Intimately۔

ابراہیم: وہ کیسے انسان تھے؟

عمران: وہ ایک چالاک انسان تھے، معاف کیجئے گا۔۔۔ ایک ٹھگو اور مکار شخص تھے۔ انہوں نے اپنے اصل پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

ابراہیم: کس قسم کا پردہ؟

عمران: فقیری کا۔۔۔ درویشی کا۔۔۔ خاکساری کا۔۔۔ لیکن وہ بڑے Comfortable لوگوں میں سے تھے۔ ان کے پاس اعلیٰ درجے کا بنگلہ تھا۔۔۔ قیمتی کار تھی۔۔۔ رکھوالے کتے تھے۔۔۔ خدمت کے لیے سارا گاؤں تھا۔۔۔ زندہ رہنے کے لیے بینک بیلنس تھا۔

ابراہیم: تو گویا وہ ایک صوفی نہیں تھے؟

عمران: صوفی ازم ان کا ایک مشغلہ تھا۔۔۔ ایک ہابی تھی۔ یہ ان کی پی آر کا ایک ذریعہ تھا۔۔۔ اپنی پاپولیرٹی کا ایک لیور تھا۔ وہ صرف افسروں کے پیر تھے، غریبوں کو پاس نہیں آنے دیتے تھے۔۔۔ ان پڑھ اور جاہلوں سے بات تک نہیں کرتے تھے۔

ابراہیم: آپ ان سے زندگی میں کتنی بار ملے؟

عمران: میں ان سے زندگی میں بیسیوں مرتبہ ملا ہوں۔ وہ میری فیس دیتے تھے، میرے ہاسٹل کا خرچ دیتے تھے لیکن یہ بھی ان کا ایک Trick تھا۔ وہ لوگوں میں پاپولر ہونا چاہتے تھے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے خواہش مند تھے۔ I hope you don't minde my

criticism.

ابراہیم: Not at all, not at all.

عمران: (خفیہ طریق پر) یہ نہیں آپ کو کسی نے بتایا کہ انہوں نے ایک خفیہ شادی بھی کر رکھی تھی۔ سب لوگوں کو اس حقیقت کا علم نہیں، لیکن ہم جیسے قریبی لوگ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ان کی اندرونی زندگی کس قسم کی تھی۔۔۔۔۔

I am very sorry but it is true.

ابراہیم: Oh please! I am happy that I met a truthfu person. Thank you!

سین 13 ان ڈور آدھی رات

(ابراہیم اپنے کمرے کی بتی جلانے اپنی کتاب لکھ رہا ہے۔ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے اس کی آواز پہلے ریکارڈ ہو کر سپرامیوز ہو رہی ہے۔ وہ صرف قلم کے ساتھ لکھتا جاتا ہے۔ اس سین میں نہایت خوبصورت 'سہانی' ملکوتی اور آسمانی لائٹنگ کرائی جائے۔ لکھنے والے کے بالوں پر نور اتر رہا ہو۔ اس کا چہرہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ معصوم اور زیادہ پرکشش ہو۔ سارے سین کی روشنی بہت ہی ملائم ہو گویا ابھی یہاں سے ایک فرشتے کی صدا بلند ہونے والی ہے۔)

ابراہیم: (آواز)

Mysticism, it seems, was a way of life with my father. He is distinguished by his genius for religious experimentation and moral stamina. He had the character and the fixity of purpose to strive for the organization of his inner life and in his struggle to rise superior to the accidents that befell on his spiritual pilgrimage. To him, moral quality in mysticism is of great importance and he believed that in order to see God one must be pure in heart because without moral preparation, the vision, will not be granted.

ڈزالو

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(عرس بھرپور چل رہا ہے۔ لوگ لنگر کھا رہے ہیں۔ ایک جانب قوالوں کی ٹولی گاتی ہے۔ ان سے ہٹ کر طالب علموں کی ٹولی اپنا گیت گاتی ہے۔ دو بار بار یہی الفاظ دہراتے ہیں:)

ہم ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

(توالی کی دھن ایسی ہو جو ”مسجد کو جائیں“ والی دھن سے نکلی ہو۔ یہ کٹ ٹوکٹ میں ایک دوسرے میں مدغم ہوتی نظر آئے اور ناگوار نہ گزرے۔ منظر کٹ ٹوکٹ چلتا ہے۔)

1- (توال توالی کرتے ہیں) تیرے من چلے کا سودا ہے

کٹ ٹوکٹ

2- (طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں گے ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

3- مزار پر عقیدت مندوں کا ہجوم

کٹ ٹوکٹ

4- توالی جاری رہتی ہے

کٹ ٹوکٹ

5- (طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں گے ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

6- مزار پر دھمال

کٹ ٹوکٹ

7- (طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں گے ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

8- مزار (ہر طرح کی آواز بند کر دیجئے)

کٹ ٹوکٹ

9- اونٹ کا سایہ (گھٹکرہ کی آواز)

ڈزالو

(یہ سایہ کافی دیر تک رہتا ہے۔ اس پر ذکر جاری ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین 15 . آؤٹ ڈور دن

(گڈریا عبد اللہ ہاتھ میں عصا لیے نہر کنارے چلتا آرہا ہے۔ ایک مقام پر رک کر ناظرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے:)

گڈریا عبد اللہ: سن بابا لوکا! فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی ---- یا تو انسان ادھر تھا یا پھر ادھر ہو گیا ---- گویا کسی نے آگ میں پھونک مار دی۔ نہ اس کے لیے وقت اور زمانہ درکار ہے نہ عبادت و تسبیح، نہ ورد نہ وظیفہ ---- بس چھوٹا سا فیصلہ ---- ارادہ ---- منظر بدل جاتا ہے آپلی آپ۔

(یہ بات کہہ کر گڈریا بڑی آہستگی سے مڑتا ہے اور ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا نہر کنارے چلنے لگتا ہے۔ کیمرہ اسے جاتے ہوئے دیر تک اور دور تک دکھاتا ہے۔ یکدم سکرین پر اونٹ کا سایہ آنے لگتا ہے اور ایک بلاسٹ کے ساتھ آتا ہے تیرے من چلے کا سودا ہے)

pdf by *****M Jawad Ali

فیڈ آؤٹ

pdf by *****M Jawad Ali

The End